حسبنا کتاب اللہ

نصیحۃ الشیعہ

شیعہ سنی کا دلچسپ مناظرہ

قرآنی شہادتوں سے حق کا فیصلہ

مطبع علیم

مطبوعہ احتشامیہ مراد آباد باہتمام خادم محمد فہیم اللہ تاجران کتب ۱۳۵۰ھ

التماس

اس مناظرہ کے ۲۰ صفحہ ماہوار اس مطبع سے شایع ہونگے اور اس سلسلہ مین تمام مسائل نزاعی کی بحث مفصل آجائیگی ۔ مدار بحث قرآن پر اور روایات کافی وغیرہ کتب احادیث شیعہ پر ہوگا ۔ جب مین اپنی بحث سے فارغ ہونگا تو انشاء اللہ اسی سلسلہ مین اون کتب شیعہ کا جواب لکھونگا جو اہل سنت کی مقابلہ مین لکھی گئی ہین ۔ میری آرزو ہی کہ استقصا وغیرہ مصنفات مولوی حامد حسن کا جواب بہی اس سلسلہ مین عام فہم بیان سے بحذف مسائل غیر ضروری بالکل لکھدیا جاے اگر اور علماے اہل سنت بہی مناظرہ شیعہ مین کچھہ تحریر فرمائینگے تو بشرائط ذیل اوس تحریر کو اونکے نام سے اسی سلسلہ مین چھاپ دونگا ۔ جن شرائط کی پابندی لازم ہے وہ یہ ہین ۔

(۱) **اول** یہ کہ تحریر اہل علم کی ہو عوام اس کوچہ مین قدم نرکہین اہل علم مین سے بھی وہ حضرات اسطرف متوجہ ہون جنکی نظر کتب فریقین پر ہو ۔ (۲) **دوسرے** یہ کہ مطالب اون تحریرونکے تحفہ اثنا عشریہ اور ازالۃ العین وغیرہ کتب مناظرہ سے ماخوذ نہون ۔ ان کتابونکے جن جن مطالب کو مین مناسب سمجھونگا خود ہی اس سلسلہ مین شایع کرونگا اور تحفہ سے کچھہ مطالب لکھے جائین تو شرط یہ ہو کہ تحفہ کے جواب جو شیعون کے طرف سے لکھے گئے ہین [illegible] اونکی بہی بحث ہو (۳) **تیسرے** یہ کہ ایسے الفاظ اور مضامین کو ہرگز دخل نہو جو فحش ہون یا جن مین کسی کی توہین ہو جو قانوناً بہی ممنوع ہے بلکہ طرز بیان نہایت تہذیب کے ساتھہ ہو (۴) **چوتھے** یہ کہ عبارت عام فہم اردو ہو عربی عبارتون کا اردو مین ترجمہ ہو ۔ (۵) **پانچوین** اگر حضرات شیعہ کی طرف سے اون تحریرونپر کچھہ اعتراض ہو تو مین جواب کا ذمہ دار نہین ۔

جو حضرات اس مناظرہ کو دینی کام سمجھکر حسبتاً للہ اس کے سامان مین میری مدد کرینگے اونکو مین اپنا مربی اور سرپرست سمجھکر نہایت شکر گزاری کے ساتھہ اونکے حق مین دعاے خیر کرونگا جن سامانون کی ضرورت ہے وہ یہ ہین ۔ زر سے اس امر خیر کی تائید کرنا ۔ شیعونکی کتابین حدیث تفسیر ۔ اصول ۔ کلام ۔ تاریخ ۔ اسماء رجال ۔ وغیرہ کی جو میسر آویں اونسے مجھکو مطلع فرمانا اور اگر مین طلب کرون تو عنایت فرمانا ۔ اپنے احباب میں تا بمکن ہو اس رسالہ نصیحۃ الشیعہ کی تشہیر فرمانا

اعلان جو صاحب جواب کا قصد کرین وہ ابتداء سے بترتیب تمام مباحث کا جواب دین اور جس بحث کا جواب نہ دین اوسکو تسلیم کا اقرار کرین ۔ اگر ایک بحث کا جواب دیا اور باقی سے سکوت کیا تو مین جواب کا ذمہ دار نہین ۔

استہار

نصیحۃ الشیعہ

اظرہ شیعہ بطرز جدید قدر زیادہ دلچسپ روایات شیعہ کتب احادیث شیعہ خصوصاً کافی
منفہ کلینی مطبوعہ لکھنؤ سے زیادہ نقل کی گئی ہین اور اُسکے صفحہ کا بہی حوالہ دیاگیا ہے تاکہ حضرات
ناظرین مقابلہ کرسکین نہایت عجیب روایتین ملی ہن اور تعجب یہ ہے کہ یہ روایتین مناظرہ قدیم مین کیون
شامل ہوئین شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اہل سنت کو کتب شیعہ کم میسر ہین ۔عربی عبارتون کے ساتھ ترجمہ
ردو بہی لکھا گیا ہے ۔یہ مناظرہ ستمبر ۱۹۰۳ع سے ایک جزعا ہوار مطابق معمول تفسیر اکسیر اعظم مطبع اثناعشریہ
مرادآباد سے شایع ہوتا ہے انشاءاللہ تعالے برسون جاری رہیگا ۔ مدرزو بجے تین آنہ مع محصول
ماہانہ ہوگی قیمت ہے ۱۶ صفحہ ماہوار ہیوبخا کرینگے ۔مطالب عام فہم ہین زبان سلیس اردو ہے ۔

اردو عام فہم عبارت مین قرآن کی تفسیر موسوم بہ اکسیر اعظم

اس تفسیر مین وضاحت اور عام فہمی کے سوا یہ بہی التزام ہے کہ کوئی بے اصل مضمون اور غلط
روایت درج نہو اکثر صحابہ کرام اور تابعین اور علماء متقدمین اور متاخرین کا مختصر حال بہی اوسکے حواشی
مین درج ہے مخالفین کے شکوک کا جواب بہی دیا جاتا ہے ۱۶ صفحہ ماہوار شایع ہوتے ہین ہر سال کی ایک جلد
ختم ہوتی ہے اسوقت تک سات جلدین تیار ہین آٹہوین جلد حسب معمول ماہوار شایع ہوتی ہے اور
قیمت فی جلد ایک روپیہ تین آنہ عہ اور آٹہون جلدون کی قیمت مع محصولڈاک نو روپیہ تیرہ آنہ
ہے ۔نمونہ کے لئے ایک سارہے چار آنہ بہیجنے پر تفسیر سورہ فاتحہ بہیجی جائیگی ۔

اخبار نظام الملک جسمین عمدہ عمدہ مضامین اور تمام ملکون کی دلچسپ خبرین جمع ہوتی ہین

اسی مطبع سے ہفتہ وار شایع ہوتا ہے اگرچہ اوسکی عام قیمت بارہ روپیہ بارہ آنہ سالانہ ہے
لیکن خاص تفسیر اور نصیحۃ الشیعہ کے خریدارون کے واسطے اوسکی قیمت ڈیڑھ روپیہ لعہ سالانہ
آنہ قرار دی ہے جو صاحب تین روپیہ سال انکی پیشگی مرحمت فرمادینگے اونکو ہفتہ وار اخبار اور تفسیر اکسیر اعظم
معمولی کاغذ پر دیجائیگی او جو صاحب تین روپیہ آٹھ آنہ ہے سال مرحمت فرماینگے اونکو عمدہ کاغذ
پر تفسیر اور اخبار ہفتہ وار دیا جاویگا ۔اور جو صاحب ہے تین روپیہ گیارہ آنہ مرحمت فرمادینگے

[illegible]

اونکو نصیحۃ الشیعہ ماہوار اور اخبار ہفتہ وار دیا جاویگا - اور جو صاحب نصیحۃ الشیعہ اور تفسیر اکسیر اعظم ماہوار اور اخبار نظام الملک ہفتہ وار کو خریدار ہونگے اونکو صہ سالانہ پر تینون چیزین دیجاوینگی - قیمت پیشگی مرحمت ہو ورنہ بذریعہ ویلو پی ایبل طلب فرمائیے بلا قیمت صرف درخواست پر تعمیل نہوگی پیشگی قیمت مرحمت فرمانا قطعی شرط ہے - جو صاحب سال کے درمیان مین خریدار ہونگے اونکو تفسیر کی آٹھوین جلد اول سے اور اخبار وقت خریداری سے دیا جاویگا بعد اسی قیمت مین تفسیر کے ساتھ اخبار کا بھی سال تمام سمجہا جاویگا - جو صاحب نمونہ اخبار منگائین آدہ آنہ کا ٹکٹ بھیجین - اور جو صاحب نصیحۃ الشیعہ کا نمونہ طلب فرمائین وہ ۳ بھیجین

کتاب بحر المعانی حضرت محمد بن نصیر الدین جعفر مکی کے مکتوبات فارسی عبارتین مین حضرت موصوف اکابر اولیاء عظام سے ملقب بہ قطب عالم خلیفہ حضرت سلطان نصیر الدین چراغ دہلی کے ہین اس کتاب کا اور اوسکے مصنف کا تذکرہ کتاب اخبار الاخیار مین تفصیل سے مذکور ہے اسرار معرفت اور نکات قرآن مجید و حدیث شریف کو پر تاثیر مضامین مین ارشاد فرمایا ہے قیمت مع محصول فی جلد ایک روپیہ چھ آنہ ۱ہ ہے -

عقائد احتشامیہ یہ ایک مختصر رسالہ ہے اسمین ضروری عقائد اسلام مبتدیون کی تعلیم کے واسطے عام فہم عبارت مین بطور سوال و جواب کے بیان کئے ہین اور مفردات کی تعلیم کے بعد بچونکو پڑہانا مناسب ہے قیمت فی جلد ایک آنہ اور آدہ آنہ محصول اسکی علاوہ ہے -

مسائل الصلوٰۃ اس کتاب مین نماز کی مسائل فقہ حنفی کے مطابق باب طہارت سے باب جنائز تک بطور سوال کے عام فہم عبارت مین مندرج ہین حتی الامکان ضروری مسائل لکھے گئے ہین مبتدیونکی تعلیم کے لائق ہے شائقین اس مطبع سے طلب فرمائین قیمت فی جلد مع محصول ڈاک ۵ر رکھے ہے -

المشتہر

قاضی محمد فہیم الدین مالک مطبع احتشامیہ مرادآباد

نصیحۃ الشیعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل الفرقان المبین والصلوۃ علی رسولہ الذی ارسل رحمۃ للعالمین وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین وعلی الذین جاہد ومعہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم من الانصار والمہاجرین

اما بعد بندہ مسکین محمد احتشام الدین مرادابادی غفرہ اللہ الہادی اس رسالہ **نصیحۃ الشیعہ** کو بندگانِ خدا کی خدمت مین پیش کرتا ہی مجیب الدعوات سے دعا ہی کہ اسکو قبول فرما کر ذریعۂ ہدایت بنادے حضراتِ اہلِ سنت سے امید ہی کہ میری محنت کی قدر فرما کر دعائے خیر سے یاد کرین حضرات شیعہ کی خدمت مین التماس ہی کہ تعصب سے قطع نظر کرکے انصاف کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائین من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ۔

شیعون کی روایتین جو اس کتاب مین مذکور ہونگی وہ اکثر ایسی ہونگی جو کتب شیعہ مثل کافی وغیرہ سے مین نے بچشم خود دیکھ کر نقل کی ہین اونکو مین بلا واسطہ کتب شیعہ کے حوالے سے لکھونگا اور اگر کتب مطبوعہ سے نقل ہی تو صفحات کا پتہ بھی بتا دونگا۔ اور جو روایتین کتبِ مناظرہ مثل تحفہ یا ازالۃ الغین سے نقل کرونگا اُنمین مین ان کتب مناظرہ کا

واسطہ ظاہر کردونگا۔ یہ بار عظیم جو مین نے اپنے سر پر لیا ہی ایسا مشکل کام ہے جو میرے حوصلے سے باہر ہے مگر اللہ کے فضل سے بہت کچھ امید ہی اور اُسیکی مدد پر بھروسا کر کے اب مین اصل مدعا شروع کرتا ہون۔ وہو حسبی ونعم الوکیل۔

سبب اسکی تالیف کا یہ ہوا کہ حسب اتفاق آجکل میری نظر بعض کتب احادیث شیعہ پر پڑی تو مجھکو سخت تعجب ہوا کہ حضرات شیعہ اس امر پر کیون نہین غور کرتے کہ اونکی روایتین نصوص قرآنی بلکہ شہادت عقل سلیم کے مخالف ہین باوجود دعوی غلو محبت اہلبیت کے اوھنین کی روایتون سے بہت کچھ توہین اہل بیت کی لازم آتی ہی۔ میرا خیال یہ ہی کہ عوام شیعہ اپنی احادیث کے مطالب سے بے خبر ہین اونکے علمار مجتہدین عوام کی سمجھ سے اُن اسرار کو مخفی رکھتے ہین اسوجہ سے عوام کو انصاف کرنے اور حق کے سمجھنے کا موقع نہین ملتا۔

۱ **علمای** شیعہ اس لئے چھپاتے ہین کہ اونکے ائمہ نے حد سے زیادہ دین کے چھپانے اور اُن اسرار کو مخفی رکھنے کی تاکید کی ہی۔ اصول کافی[1] مین سلیمان بن خالد سے روایت ہے

عن سلیمان بن خالد قال قال ابوعبد اللہ[2] علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ	کہا سلیمان نے کہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ ای سلیمان تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس دین کو چھپاویگا اللہ اُسکو عزت دیگا اور جو کوئی اس دین کو ظاہر کریگا اللہ اوسکو ذلت دے گا۔

دین حق کا چھپانا ثواب ہی اور ظاہر کرنا گناہ

له اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۸۵ ٹه ابو عبد اللہ کنیت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہے ۱۲

کبھی امرِ حق کو زبان پر نہ لانا	جو حق پوچھے کوئی تو ناحق بتانا
چھپاؤ گے حق کو تو عزت ملیگی	جو ظاہر کروگے تو ذلت ملیگی

علمای شیعہ یہ بھی جانتے ہین کہ نجات کے لئے صرف محبت کافی ہی یہی ایمان ہی یہی عمل ہے نماز روزہ کی بھی ضرورت نہین اسی لئے وہ اپنے عوام کو بجز فضائل نوحہ وشیون اور طعن صحابہ کے اور کچھ بھی نہین سکھاتے کافی کی کتاب الروضہ[1] مین یزید[2] بن معاویہ سے روایت ہے۔ ۲

قال ابو جعفر علیہ السلام ھل الدین الا الحب ان رجلا اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ احب المصلین ولا اصلی واحب الصوامین ولا اصوم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ انت مع من احببت

فرمایا امام باقر علیہ السلام نے نہین ہی دین مگر محبت ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ یارسول اللہ مین نمازیون کو دوست رکھتا ہون مگر خود نماز نہین پڑھتا اور روزہ دارون کو دوست رکھتا ہون مگر خود روزہ نہین رکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اُنھین کے ساتھ ہوگا جن کو دوست رکھتا ہے۔

ان سب سے قطع نظر ایک بڑی وجہ عوام شیعہ کو تعلیم نہ کرنے کی یہ بھی ہے کہ علمای شیعہ جانتے ہین کہ اگر تمام روایات کے مضامین پر عوام کو خبر ہوئی تو عوام پر یہ بھی کھل جاوے گا کہ ہمارے قدما صفت امانت اور صدق اور وفا سے محروم تھے ۱

---

[1] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۲ [2] یہ یزید بن معاویہ قاتل حسین نہین بلکہ حضرت کا ایک صحابی علمدار شہید کربلا کا ہوتا ہے ۱۲

اور یہ صفات سلف میں بھی نصیب اعداالصین یعنی زمانہ ائمہ مین زہد وتقوی اہل سنت مین پایا جاتا تھا اور اصحاب امام نے بہت غور و تحقیق کے بعد ائمہ کو اطلاع دی تھی کہ زہد و تقوی ہم مین نہین اہل سنت مین ہی مگر باین ہمہ ائمہ نے اپنے گروہ کو پسند کیا اصول[1] کافی مین عبداللہ بن یعفور سے روایت ہی کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام انی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لا یتولونکم و یتولون فلانا وفلانا لھم امانۃ وصدق ووفاء واقوام یتولونکم لیس لھم تلک الامانۃ ولا الوفاء ولا الصدق قال فاستوی ابوعبد اللہ علیہ السلام جالسا فاقبل علی کالغضبان ثم قال لا دین لمن دان اللہ بولایۃ امام لیس من اللہ ولا عتب علی من دان بولایۃ امام من اللہ

کہا کہ مین لوگون سے ملتا ہون تو مجھکو بڑا تعجب اُن لوگون پر ہوتا ہی جو تمہاری ولایت کو نہین مانتے اور فلانے اور فلانے کی ولایت کو مانتے ہین اونمین امانت ہے صدق ہے وفا ہی اور جو لوگ تمہاری ولایت کو مانتے ہین اونمین نہ امانت ہی نہ وفا ہی نہ صدق ہی یہ سنتے ہی امام طیش مین آکر سیدھے بیٹھ گئے اور غضبناک ہوکر میری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ جس نے ایسے امام کی ولایت اختیار کی جو اللہ کی طرف سے مقرر نہین ہوا اوسکا دین ہی نہین اور جس نے اُس امام کی ولایت مانی جو اللہ کی طرف سے ہی اوسپر کوئی عتاب نہ ہوگا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ فرقہ اہل سنت صفت صدق و وفا اور امانت سے موصوف تھا اور دوسرے فریق مین باوجود حضور اور صحبت امام نہ امانت تھی نہ وفا

---

[1] اصول کافی ص۲۳۳

نہ صدق۔ والفضل[۵۱] ماشہدت بہ الاعداء　۵

بیوفائی کسی معشوق کی معیوب نہین	جسمین کچھ صدق و وفا بھی ہو وہ محبوب نہین

اگر عوام شیعہ پر یہ راز کھل جاوے تو بہت مشکلین واقع ہون۔ اول اصحاب ائمہ سے بداعتقادی پیدا ہو۔ دوسرے اگر انمین سے کوئی صدق و امانت سے موصوف ہوگیا تو اصحاب امام پر غیر اصحاب کو ترجیح لازم آنے کے علاوہ اہل سنت کی مشابہت بھی لازم آویگی

۴ **علمای** شیعہ کو یہ بھی خوف درپیش ہی کہ اگر عوام شیعہ کو یہ بھید معلوم ہوگیا کہ جن ائمہ کی اطاعت نہایت تاکید کے ساتھ واجب کی گئی ہی وہ خود بھی ایک بات پر قایم نہ تھے ایک سوال کا جواب کسی کو کچھ دیتے کسی کو کچھ تو عوام کو سخت حیرانی ہوگی کہ ائمہ کی کس بات کا اعتبار کرین اور قسم قسم کے شکوک پیدا ہونگے چنانچہ اصول کافی[۵۲] مین ہی کہ زرارہ بن اعین نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہی۔

عن زرارة بن اعين عن ابی جعفر قال سألته عن مسئلة فاجابني ثم جاءه رجل فسأله عنها فاجابه بخلاف ما اجابني واجاب صاحبی فلما خرج الرجلان

زرارہ کہتا ہی کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا مجھکو اُنھون نے ایک جواب دیا پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اوسکو اور جواب دیا جو میرے جواب کے خلاف تھا پھر ایک تیسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا اُسکو ہم دونون کے خلاف جواب دیا جب وہ دونون چلے گئے

۵۱ بڑی فضیلت وہ ہی جسپر دشمن بھی گواہی دی ۱۲　۵۲ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۷

قلت یا ابن رسول الله رجلان من اهل العراق من شیعتکم قدما یسئلان فاجبت کل واحد منهما بغیر ما اجبت صاحبه فقال یا زرارة ان هذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد یصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقاءنا وبقائکم

تو مین نے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ دونون شخص عراق کے رہنے والے تمہارے شیعون مین سے ہین یہ دونون تم سے مسئلہ پوچھنے آئے تم نے ایک کو کچھ جواب دیا دوسرے کو اوسکے خلاف جواب دیا تو امام نے فرمایا کہ اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہی ہمکو اور تم کو اور اگر تم سب ایک مذہب مین جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کر لین گے کہ تم ہمارے گروہ مین ہو تو اس مین ہماری اور تمہاری دونون کی بقا کم ہو جائے گی۔

ثم قال قلت لابی عبد الله شیعتکم لو حملتموهم علی الاسنة او علی النار لمضوا وهم یخرجون من عندک مختلفین قال فاجابنی بمثل جواب ابیه

پھر زرارہ نے کہا کہ مین نے امام جعفر صادق سے ایک مرتبہ پوچھا کہ تمہارے ایسے شیعہ کہ اگر تم اون کو برچھیون مین یا آگ مین بھیجو تو چلے جاوین وہ تمہارے پاس سے مختلف ہو کر نکلتے ہین یعنی ایک کو تم کچھ تعلیم کرتے ہو اور دوسرے کو اوسکے خلاف زرارہ کہتا ہی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھکو اسکا وہی جواب دیا جو اونکے باپ امام باقر علیہ السلام نے دیا تھا۔

اک سوال اور سکیڑون اونکے جواب		ہمسے کچھ غیرون سے کچھ دربان سے کچھ		

اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہو جاوین تو اُن مین وہ خوش اعتقادی کہان ہے جو علما مین ہی وہ تو صاف کہہ بیٹھین گے کہ ایسے ایمہ کو سلام ہی جنکی بات کو قرار نہین وہ اپنے مخلصین شیعہ کو عمداً اختلاف مین ڈالتے تھے حالانکہ مخلصین شیعہ سے کچھ خوف بھی نہ تھا جو تقیہ کا احتمال ہو۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام دونون کا یہ شیوہ تھا کہ اپنے مخلصین مین عمداً اختلاف ڈالتے تھے۔ دو مختلف قولون مین ایک حق ہوگا اور ایک ناحق بس ایک سے حق کہدیا اور دوسرے سے ناحق۔

دلفریبون نے کہی جس سے نئی بات کہی + ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی

حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ اپنے گروہ مین اختلاف ڈالدینا اور عمداً خلاف حق حکم دینا کیسا ہی درحقیقت ایمہ پر یہ سب افترا ہی ہرگز اونکی یہ شان نہ تھی کہ خلافِ حق جواب دیتے یہ اونھین راویون کا کام ہے جنھون نے ایک سبز باغ کی طرح مذہب شیعہ کو تصنیف کیا اور ایمہ کرام کی طرف منسوب کردیا۔

۵ **اگر عوام** پر یہ راز فاش ہو جاوے کہ روایات شیعہ مین یہ مذکور ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین کے جنازون مین شریک ہو کر بظاہر نماز پڑھتے تھے مگر حقیقت مین اونکے لئے زیادت عذاب کی دعا مانگا کرتے تھے اور جناب امام حسین علیہ السلام کی بھی یہ عادت تھی کہ خوارج اور نواصب کے جنازون کی نمازین اسی طرح پڑھتے تھے کہ سب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ اُنھون نے جنازہ کی نماز پڑھی اور وہ اوسپر لعنت کرتے تھے

اور زیادت عذاب کی دعا مانگتے تھے۔

اس حالت کو معلوم کرنے کے بعد خواہ مخواہ عوام کو یہ شبہ پیدا ہوگا کہ یہ تو علانیہ دہوکا دینا ہی انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کا تو یہ فرض ہی کہ جس جنازہ کی نماز اور دعای مغفرت جایز نہو اوسکی نماز مین ہرگز شریک نہون اور سب مسلمانون کو اوس جنازہ کی نماز پڑھنے سے منع کرین نہ یہ کہ اور مسلمانون پر تو یہ ظاہر کرین کہ نماز پڑھتے ہین اور وہان معاملہ برعکس ہو جلد اول فروع[1] کافی کی کتاب الجنائز مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی کہ

عن ابی عبد الله علیہ السلام قال لما مات عبد الله بن ابی بن سلول حضر النبی صلی الله علیہ وآلہ جنازتہ فقال عمر لرسول الله صلی الله علیہ وآلہ یا رسول الله الم ینہک الله ان تقوم علی قبرہ فسکت فقال یا رسول الله الم ینہک الله ان تقوم علی قبرہ فقال له ویلک ما یدریک ما قلت انی قلت اللهم احش جوفہ نارا واملأ قبرہ نارا واصلہ نارا قال ابو عبد الله علیہ

جب عبد اللہ بن ابیّ بن سلول مرگیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ اوسکو جنازہ مین تشریف لائے اوسوقت عمرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کیا آپکو اللہ نے اسکی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہین کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اسکا کچھ جواب ندیا پھر عمرؓ نے کہا کہ یارسول اللہ کیا آپکو اللہ نے اسکی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہین کیا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تو کیا جانے مین نے کسطرح دعا کی مین نے یون دعا کی تھی کہ اے اللہ اسکی پیٹ مین آگ بھردے اسکی قبر مین آگ بھردے اسکو دوزخ مین پہنچادے پھر امام جعفر صادق نے فرمایا کہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

---

[1] فروع کافی جلد اول کتاب الجنائز صفحہ ۹۹

السلام فابد امس رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ماکان یکرہ	کا وہ راز ظاہر کردیا جسکے ظاہر ہونے کو وہ برا سمجھتے تھے۔

اس روایت سے ظاہر ہی کہ اس منافق کی نماز نہ پڑھنے کا حکم آچکا تھا با اینہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانون کو اسکی نماز پڑھنے سے منع نفرمایا حالانکہ تبلیغ رسالت فرض تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے شریک ہونے سے اور مسلمان بھی اس جنازہ کی نماز مین شریک ہوئے اور چونکہ اورون کو یہ راز معلوم نہ تھا اس لئے سب نے دعائے مغفرت پڑھی ہوگی اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ مسلمانون کو اس غلطی مین ڈالنا یہ امر شان نبوت کے خلاف ہے یا نہین۔

اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ (معاذاللہ) رسول کا ظاہر اور تھا اور باطن اور تھا اور رسول بھی تقیہ کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اس فعل سے منافقون کو اپنے نفاق کی اور تائید ملی۔

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ عمرؓ کا ظاہر اور باطن ایک تھا اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا بھی ظاہر و باطن ایک رہے۔ اونکو منافقون سے سخت عداوت تھی اونکے جنازہ کی نماز پڑھنا وہ پسند نہین کرتے تھے اور اللہ کے اس حکم سے بھی واقف تھے کہ منافقون کے جنازہ کی نماز جایز نہین۔

اصول کافی مین اسکے بعد ایک دوسری روایت مذکور ہی جسمین اسی قسم کا قصہ جناب امام حسین علیہ السلام سے منسوب کیا گیا ہی۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا من المنافقین مات فخرج الحسین بن علی صلوٰۃ اللہ علیہما یمشی معہ فلقیہ مولی لہ فقال لہ الحسین علیہ السلام این تذھب یا فلان قال فقال لہ مولاہ افر من جنازۃ ھذا المنافق ان اصلی علیہا فقال لہ الحسین علیہ السلام انظر ان تقوم علی یمینی فما سمعتنی اقول فقل مثلہ فلما ان کبر علیہ ولیہ قال الحسین علیہ السلام اللہ اکبر اللھم لعن فلانا عبدک الف لعنۃ موتلفۃ غیر مختلفۃ اللھم اخز عبدک فی عبادک وبلادک واصلہ حر نارک واذقہ اشد عذابک فانہ کان یتولی اعداءک

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی کہ منافقون مین سی ایک شخص مر گیا تو امام حسین علیہ السلام اوس کے جنازہ کے ساتھ چلے رستہ مین امام حسین علیہ السلام کا ایک غلام ملا امام حسین علیہ السلام نے اُس سے پوچھا کہ اے فلانے تو کہان جاتا ہی اُس نے کہا کہ مین اس منافق کے جنازہ کی نماز سے بھاگتا ہون امام حسین علیہ السلام نی اُس سے فرمایا کہ تو میرے سیدھے ہاتھ پر کھڑا ہو جائیو اور میرا قول سنیو جو مین کہون وہی تو کہیو جب اُس میت کے ولی نے تکبیر کہی تو جناب امام حسینؑ نے اللہ اکبر کے بعد یون کہنا شروع کیا کہ اے اللہ اس اپنے بندے پر لعنت کر ہزار لعنتین جو ساتھ ساتھ ہون مختلف نہون اے اللہ اس اپنے بندے کو اپنے بندون مین اور شہرون مین ذلیل کر اپنی آگ کی سوزش مین اُس کو پہنچا اور اپنے عذاب کی سختی اُسکو چکھا بیشک وہ اُن مین سی تھا جو تیرے دشمنون سے دوستی رکھتے ہین

ویعادی اولیائک و یبغض اہل بیت نبیک۔ } اور تیرے نبی کی اہلبیت سے بغض رکھتے ہین۔
اب فرماے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسے جنازہ کی نماز کیون پڑھی جسکے لئے
دعاے مغفرت جایز نہ تھی اور تمام مسلمانون کو غلطی مین ڈالا سب مسلمانون نے یہ جان
لیا ہوگا کہ اگر یہ شخص بددین ہوتا تو جناب امام حسین علیہ السلام اُسکی نماز کیون پڑھتے پس ضرور
گمان ہوا ہوگا کہ جو اوسکا دین تھا وہ برا دین نہ تھا اگر اوسکے لئے بددعا کرنے کا جوش
جناب امام کو اوٹھا تھا اور عالم الغیب قہار بغیر انکی دعا کے جو عذاب اوسپر نازل کرتا اوس سے
جناب امام کی تسکین نہین ہوتی تھی تو بغیر شراکت جنازہ کے بھی جتنی چاہتے اُتنی بددعائین
کر لیتے اور جی بھر کر کوس لیتے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ موقع تقیہ کا نہ تھا امام علیہ السلام اپنے قصد سے جنازہ کے
ساتھ تشریف لے گئے غلام کو بڑے اہتمام سے اسی کام مین شریک کر لیا حالانکہ وہ
اس جنازہ سے بھاگتا تھا قطع نظر اسکے جناب امام حسین علیہ السلام تو کسی حالت مین تقیہ
نہین کرتے تھے۔

ساتھ میت کر تو کرتے ہوے افسوس گئے	دیگر	نہ آنے دیجو اونھین لاش پر خدا کیلئے	
قبر پر پہنچے تو چپکے سب مجھے کوس گئے		نماز پڑھنے کو آئین گے بددعا کیلئے	

کافی کی اسی باب مین امام باقر علیہ السلام سے روایت ہی کہ امام زین العابدین علیہ السلام
نے بھی ایک ناصبہ عورت کے جنازہ کی اسی طرح نماز پڑھی تھی پھر ایک روایت ہی کہ امام جعفر
صادق علیہ السلام نے بھی خاندان بنی امیہ سے ایک عورت کے جنازہ کی اسیطرح

نماز پڑھی تھی ۵

حسرت نکالی لاش پہ بھی کوس کوس کے	دین بد دعائین خوب کلیجہ مسوس کے

اب ہم حضرات شیعہ سی انصاف چاہتے ہین کہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کا ایسے جنازہ کی جسکے لئے دعاے مغفرت جائز نہ ہو مسلمانون کے دکھلانے کے لئے نماز پڑہنا اور باطن مین بد دعا کرنا اور مسلمانون کو ایسے شبہ مین ڈالنا جس سی وہ پیغمبر علیہ السلام یا ائمہ کو ایک بیدین کے جنازہ کی نماز پڑھتے دیکھ کر بیدین کو دیندار اور بیدینی کو دین سمجھ جاوین شان نبوت اور امامت کے منافی ہی یا نہین۔

۶ **عوام** پر اگر یہ راز کھل جائے کہ شیعون پر خدا کا قہر نازل ہونے والا تھا امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی جان کا فدیہ دیکر دنیاوی عذاب سے بچایا تو ان کو عجیب خلجان ہوگا کہ یہ کیا معاملہ ہی چنانچہ اصول[۷] کافی مین روایت ہی کہ

شیعون پر خدا کا قہر نازل ہونیوالا تھا امام موسی کاظم نے اپنی جان دیکر بچایا

عن ابی الحسن علیہ السلام قال ان اللہ غضب علی الشیعۃ فخیرنی نفسی اوھم فوقیتھم واللہ بنفسی	امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ غضبناک ہوا ہے شیعون پر اور مجھکو اختیار دیا ہے کہ یا تو مین اپنی جان دون یا وہ ہلاک ہو جاوین (یعنی ان دونون مین سے جو چاہون اختیار کرون) اب واللہ مین اپنی جان دیکر اون کو بچاتا ہون۔

۷ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۵۹

یہ وہی معاملہ ہے جیسا کہ نصاریٰ کے اعتقاد مین جناب مسیح علیہ السلام نے عیسائیون کے گناہون کے کفارہ مین اپنی جان دیدی کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

اس روایت مین دو لطیفے ہین ایک یہ کہ شیعون کی ایسی حالت تھی کہ اگرچہ دنیا مین یہود و نصاریٰ اور مشرکین بھی موجود تھے مگر خدا کا قہر شیعون پر ہی نازل ہونے والا تھا اور جب حضور ائمہ کے وقت یہ حالت تھی تو اب خدا جانے کیا نوبت ہے اگر امام کی جان نے کفارہ بنکر دنیا مین نزول عذاب کو نہ روکا ہوتا تو ابتک خدا کے قہر سے سب ہلاک ہو گئے ہوتے۔

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ جو گناہ شیعون نے کئے تھے اونکو امام معصوم کی جان عزیز سے کیا تعلق اگر قوم اپنے امام کی ہدایت کو نہ مانے تو امام کا کیا قصور۔

اب حضرات شیعہ انصاف کرکے فرمائین کہ عیسائیون کے قول مین اور اس کفارہ مین کیا فرق ہے۔

اے حضرات شیعہ اپنے متقدمین کی حالت کو دیکھو کہ اونپر امم سابقہ کی طرح دنیا مین ہی خدا کا قہر نازل ہونے والا تھا امام کی جان گئی تب دنیاوی عذاب رکا مگر آخرت کا معاملہ درپیش ہے۔

۷ **علمای** شیعہ کو خوف ہے کہ کہین عوام پر یہ راز فاش نہ ہو جائے کہ ائمہ کی یہ عادت تھی کہ غیب کی خبرین بطور پیشین گوئی کے بیان فرمایا کرتے تھے اور اونکے وقت مقرر کردیا کرتے تھے جب وہ وقت گذر جاتا اور ان خبرون کا ظہور نہوتا تو ائمہ اپنی بات

بنانے کے لئے یہ فرما دیا کرتے تھے کہ ہم کیا کریں اللہ کی رائے پہلے وہی تھی جو ہم نے خبر دی تھی مگر بعد کو اللہ کی رائے بدل گئی اگر عوام یہ بھید پا جائیں تو ائمہ تو درکنار خدا سے بد اعتقاد ہو جائیں۔ اُصول کافی[۵] میں ابو حمزۃ الثمانی سے روایت ہی وہ کہتا ہی کہ

عن ابی حمزۃ الثمانی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول یا ثابت ان اللہ تبارک و تعالی قد کان وقت ھذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین ومائۃ فحدثناکم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع السر ولم یجعل اللہ بعد ذلک وقتا عندنا قال ابو حمزۃ فحدثت بذلک ابا عبد اللہ علیہ السلام فقال قد کان ذلک	میں نے سُنا کہ امام باقر علیہ السلام ثابت سے فرماتے تھے کہ اللہ نے یہ امر (یعنی ظہور مہدی) سنہ ستر ہجری میں پہلے سے مقرر کیا تھا مگر جب حسین علیہ السلام کو قتل کیا تو اللہ کا غصہ زمین والوں پر بڑھ گیا اور اُس نے ظہور مہدی کے وقت کو ٹال دیا اور سنہ ایکسو چالیس مقرر کر دئے یہ حدیث ہمنے تم سے بیان کی تم نے اس حدیث کو مشہور کر دیا اور اس راز کا پردہ فاش کر دیا تو اللہ نے سنہ ایکسو چالیس میں بھی ظہور مہدی کو ملتوی کر دیا اور اب اللہ نے اوسکا کوئی وقت ہمارے لئے مقرر نہیں کیا ابو حمزہ کہتا ہی کہ میں نے یہ حدیث امام جعفر صادق سے بیان کی انھوں نے فرمایا کہ بیشک یہی ہوا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رائے ہمیشہ پلٹا کھاتی ہی اور اس نے اپنی رائے

---

[۵] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۳۲

بدلکر ائمہ کی بات بھی بگاڑی قتل حسینؑ کی پہلے سے خدا کو خبر تھی مگر شاید اللہ کو پہلے
سے یہ معلوم نہوگا کہ اس حادثہ کی وجہ سے اللہ کو غصہ آجاویگا اسیوجہ سے سن ستر
مقرر کئے تھے مگر بعد ظہور اس حادثہ کے جب اللہ کو یکایک غضب آگیا اس ضد مین اللہ نے
وہ وقت بدلدیا ایک سخت تعجب اس مقام پر یہ ہے کہ ظہور مہدی علیہ السلام شیعون
کے حق مین باعث رحمت و کامیابی اور ظالمون کے حق مین موجب عقاب و ناکامی تھا
بس خروج مہدیؑ جو رو کا گیا تو درحقیقت شیعون کے واسطے مصیبت بڑھائی گئی جو
اونکے حق مین ایک قسم کا عذاب تھا پھر یہ کیسا غصہ ہے جس سے انھین کو نقصان پہنچا
جو جناب امام حسین علیہ السلام کے طرفدار تھے شاید شدت غضب کی بے اختیاری مین
دوست دشمن کا تمیز نہ رہا اور جب شیعی اللہ کی راے بدلنے اور ائمہ کی خبر غلط ہوجانے
کے قائل ہوگئے تو کیا عجب ہے کہ حالت غضب کی بے اختیاری بھی اللہ کے واسطے
تجویز کرلین۔

اور اگر اللہ پر احسان کرین اور ایسی بے اختیاری اوسکے واسطے جایز نہ رکھین تو
دوسری شکل پیش آوے گی اور وہ یہ ہے کہ اس شبہ کا کیا جواب ہے کہ قتل حسین کی وجہ
سے شیعون پر اللہ کا غضب کیون ہوا اس لاحل شبہ کا جواب اسکے سوا اور کیا ہو سکتا
ہے کہ بیشک اللہ کا علم ہی تھا کہ درحقیقت شیعون کو قتل حسینؑ مین کچھ دخل ہے اس لئے
کہ جنھون نے امام علیہ السلام کو خط لکھے تھے اور کوفہ مین بلایا تھا اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ
کے ہاتھ پر نہایت خلوص واعتقاد کے ساتھ امام کی بیعت کی تھی اونکے شیعہ ہونے

مین کیا شبہ تھا مگر جب ابن زیاد کی قوت غالب ہوگئی تو تقیہ کا وقت آگیا اسی مجبوری مین مسلمؓ اور اونکے معصوم بچون پر گذری جو کچھ گذری۔

	امن و امان کے رستے جب بند ہوگئے		جو شیعہ تھے تقیہ کے پابند ہوگئے

ائمہ نے نا اہلونسے حدیث کیون بیان کی جنھون نے مشہور کردی اور اہل نا اہل مین اونکو تمیز کیون نہ ہوئی۔ عوام سے یہ چھپانا بھی مصلحت ہی کہ مذہب شیعہ مین بلاضرورت کسی فائدہ کے لئے جھوٹ بولنا بھی تقیہ اور سنت انبیا ہی۔ چنانچہ اصول[1] کافی کی کتاب الایمان والکفر مین باب تقیہ مین مذکور ہی کہ ۸

۸ مذہب شیعہ مین بلاضرورت کسی فائدہ کے لئے جھوٹ بولنا تقیہ اور سنت انبیاء ہے

قال ابوعبد اللہ علیہ السلام التقیۃ من دین اللہ قلت من دین اللہ قال ای واللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف ایتھا العیر انکم لسارقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئا

فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے تقیہ امور دین اللہ مین سے ہے (راوی کہتا ہی) کہ مین نے پوچھا کہ کیا تقیہ دین کے کامون سے ہی تو امام نے کہا کہ ہان خدا کی قسم دین کا کام ہی اور بیشک یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ (اے قافلہ والو بیشک تم چور ہو) واللہ اونھون نے کچھ چرایا نہ تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت دنیاوی سے جھوٹ بولدینا بھی تقیہ ہی نہ تقیہ کے واسطے مصلحت دینی شرط ہی نہ حالت خوف اسلئے کہ حضرت یوسف نے خود ہی اپنے بھائی کے اسباب مین پیالہ رکھدیا اور اونکو چور بتایا نہ یہ امر دین تھا نہ حالت خوف۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی کو تقیہ فرمایا اور چونکہ تقیہ منجملہ دین اللہ ہی بس جھوٹ بولنا بھی دین کا کام ہوا۔ نعوذ باللہ منہا

	کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا		تقیہ ہمنے کیا تھا ہمین ثواب ملا

[1] اصول کافی صفحہ ۴۸۳

یہ آیت سورۂ یوسف مین ہی قصہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سب بھائی غلہ لیکر مصر سے رخصت ہوئے اور حضرت یوسفؑ کو یہ منظور تھا کہ کسیطرح اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو روک لین مگر حضرت یوسفؑ کے دس بھائی جو اور تھے وہ بنیامین کو چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے اس لئے کہ حضرت یعقوبؑ سے عہد کر کے لائے تھے کہ بنیامین کو ضرور ساتھ لاوینگے پس حضرت یوسف نے بنیامین کو روکنے کی تدبیر یہ کی کہ ایک قیمتی ظرف بنیامین کے اسباب مین اسطرح باندھ دیا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی ممکن ہے کہ اس سے حضرت یوسفؑ کی یہ غرض ہو کہ بنیامین جب اس ظرف کو اپنے اسباب مین دیکھین گے تو اوس کے واپس کرنے کے لئے پھر یہان آئینگے اوس وقت اونکو روک لینے کا موقع ہو گا جب وہ قافلہ چلا گیا ہو اور خادمون نے اوس ظرف کو موجود نہ پایا ہو تو شاید اوس قافلہ والون پر شبہ کیا اس لئے ایک خادم چیختا ہوا دوڑا چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔

ثم اذن موذن ایتھا العیر انکم لسارقون پھر پکارا ایک پکارنیوالا کہ ای قافلہ والو کیا تم چور ہو اس آیت سے ظاہر ہی کہ حضرت یوسف نے اونکو چور نہین کہا بلکہ کسی اور نے کہا تھا اور اوس نے بھی شاید بطور استفہام کہا ہو امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو یہ فرمادیا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنی بھائیون سے (انکم لسارقون) کہا تھا یہ ظاہر قرآن کے خلاف ہی اور پیغمبر معصوم پر یہ الزام لگاتا ہے کہ اونھون نے بے وجہ ایک دنیاوی غرض کے لئے جھوٹ بولا اور جھوٹ بھی ایسا سخت کہ بیگناہون پر

چوری کا الزام لگایا اسی کو امام نے تقیہ فرمایا جو موجب ثواب ہی اور اسی کا نتیجہ یہ نکلیگا
کہ دنیاوی غرض کے لئے جھوٹ بولنا تقیہ ہے اور ثواب ہی اور سنتِ انبیاء ہی۔
اسکے بعد کا قصہ جو قرآن سے ظاہر ہوتا ہی وہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام
کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو اُنھون نے فوراً اپنے سوتیلے بھائیون کا اسباب
دیکھا اور اس طریقہ سے اُنکی بیگناہی ظاہر کردی البتہ اپنے حقیقی بھائی کی برارت کو
دوسرے وقت پر موقوف رکھا اس لئے کہ اُنکا بھائی اس تاخیرِ برارت پر راضی تھا علاوہ
اسکے جو برارت بعد کو ہوئی وہ اکمل تھی۔ قطع نظر اسکے الزام بطور شبہ کے تھا نہ یقینی
طور پر۔ اور ممکن ہی کہ بحکمِ وحی یہ تاخیر کی ہو۔ بہرحال قرآن سے حضرت یوسفؑ پر جھوٹ
بولنے کا الزام نہین ثابت ہوتا۔
شاید شیعون کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کی قدر اسوجہ سے کم ہی کہ اونکی
روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر مین نورِ نبوت اُنکی ذات سے نکلگیا تھا۔ اور آیندہ
کو بھی اونکی اولاد مین نبوت کا سلسلہ گم ہوگیا تھا۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[1]
مین لکھا ہی۔
"وبسندہای معتبر از حضرت صادق علیہ السلام منقول است کہ چون یوسف
علیہ السلام باستقبال حضرت یعقوب علیہ السلام بیرون آمد ویکدیگر را ملاقات
کردند یعقوب پیادہ شد و یوسف را شوکتِ بادشاہی مانع شد و پیادہ نشد

[1] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۱۷۴

شیعون کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات سے نور نبوت نکل گیا

وہنوز از معانقہ فارغ نشدہ بودند کہ جبرئیل بر حضرت یوسف نازل شد و
خطاب مقرون بعتاب از جانب رب الارباب آورد کہ اے یوسف خداوند
عالمیان میفرماید کہ ملک و بادشاہی ترا مانع شد کہ پیادہ شوی براے
بندۂ شایستہ صدیق من دست خود را بکشا چون دست را کشود از کف دستش
و بروایت از میان انگشتانش نورے بیرون رفت یوسف گفت این چہ
نور بود اے جبرئیل گفت نور پیغمبری بود واز صلب تو پیغمبرے بہم نخواہد رسید
بعقوبت آنچہ کردی نسبت بیعقوب کہ براے او پیادہ نشدی"

اس روایت مین جب مُلّا باقر مجلسی کو یہ مشکل نظر آئی کہ جب انبیاء کی عصمت کا اعتبار نرہا تو
ایمہ معصومین کی عصمت کا کیا اعتبار ہوگا اس لئے مُلّا صاحب نے اس مشکل سے بچنے کے
لئے بڑی سہل ترکیب سوچ لی اور یون لکھدیا۔

"مولف گوید کہ بعضے این احادیث را بر تقیہ حمل کردہ اند۔ چون این در طریقۂ عامہ منقول است"
اسکا حاصل یہ ہوا کہ اکثر مجتہدین شیعہ تو اس روایت کو سچا مانتے ہین مگر بعض مجتہدین شیعہ
کا یہ قول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ روایت سچی نہین بیان کی بلکہ کسی مصلحت
سے جھوٹ بولا ہے۔ اور قرینہ اس جھوٹ بولنے کا یہ نکالا گیا ہے کہ یہ روایت بطریقۂ عامہ بھی
منقول ہے۔ عامہ سے اہل سنت مراد ہین۔ مطلب یہ ہوا کہ امام کا یہ قول اس وجہ سے
جھوٹا ہے کہ اہل سنت کی مطابق ہے۔ حالانکہ یہ مُلّا صاحب کا محض افترا ہے کہ اہل سنت کی طرف
بھی اس روایت کو منسوب کیا۔

ائمہ کے اقوال مین تقیہ کا احتمال ایسا جاری ہی کہ اب اونکا کوئی قول قابلِ اعتبار نہ رہا جس قول کو چاہا مانا اور جو قول پسند نہ آیا اوسکو یہ کہدیا کہ کسی مصلحت سے امام نے جھوٹ بولا ہے۔

مین نے حیات القلوب کی پہلی جلد کو کہین کہین بنظرِ سرسری دیکھا ہی۔ اس سرسری نظر مین بیسیون روایتین ایسی نظر پڑین جو ائمہ سے منقول ہین اور تقیہ پر محمول ہین۔ جب ایک کتاب مین ایسی روایتین اتنی ملین تو شیعونکی سب کتابون مین سیکڑون روایتین ایسی ہونگی جو باحتمالِ تقیہ جھوٹی سمجھی گئین۔ اور اس سی یہ ثابت ہوتا ہی کہ ائمہ کی زبان پر ہمیشہ جھوٹی باتین جاری رہا کرتی تھین معاذ اللہ منہا۔ ہرگز ائمہ کی ایسی شان نہ تھی جیسی کہ علمای شیعہ نے بنادی۔ جیسی عصمت علمای شیعہ ائمہ کے لئے ثابت کرتے ہین ایسی عصمت ہر شخص اپنے لئے ثابت کرسکتا ہی۔ جو سچ بولا وہ مقتضائے عصمت تھا اور جو جھوٹ بولا وہ مقتضائے تقیہ کسی طرح عصمت مین خلل نہین آتا۔

عوام پر اس راز کا ظاہر ہونا بھی خلافِ مصلحت ہی کہ صبح کو آسمان سے یہ آواز آتی ہی کہ علیؓ اور اُن کے گروہ والے مراد پانے والے ہین اور شام کو آسمان سے یہ آواز آتی ہے کہ عثمانؓ اور اونکے گروہ والے مراد پانے والے ہین چنانچہ کلینی نے کتاب[ف۵] الروضہ مین روایت کی ہے۔

عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت اباعبداللہ ‌| محمد بن علی الحلبی کہتا ہی کہ مین نے امام جعفر صادق

ف۵ فروع کافی جلد۳ کتاب الروضہ صـ۱۲۶

علیه السلام یقول اختلاف بنی العباس من المحتوم والنداء من المحتوم وخروج القائم من المحتوم قلت وکیف النداء قال ینادی مناد من السماء اول النهار الا ان علیا علیه السلام وشیعته هم الفائزون قال وینادی مناد آخر النهار الا ان عثمان وشیعته هم الفائزون

علیہ السلام سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کہ بنی عباس مین اختلاف پڑنا بھی یقینی ہے اور ندا بھی یقینی ہے اور مہدی کا خروج بھی یقینی ہے مین نے پوچھا کہ ندا کسطرح ہوتی ہے تو اونھون نے فرمایا کہ اول نہار مین ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ علی علیہ السلام اور اونکے گروہ والے مراد کو پہونچین گے پھر فرمایا اور شام کے وقت ایک منادی ندا کرتا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ عثمان اور اونکے گروہ والے مراد کو پہنچین گے۔

اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ منادی غیب جسطرح حضرت علیؓ اور اُنکے ساتھیون کے مناقب بیان کرتا ہے اوسی طرح حضرت عثمانؓ اور اونکے ساتھیون کے بھی مناقب بیان کرتا ہے۔ ۵

ہے ابھی دونون طرف باقی لگاوٹ یار کی
صبح کو تعریف میری شام کو اغیار کی

یہ روایت تقیہ پر بھی محمول نہین ہوسکتی اسلئے کہ محتوم کے لفظ سے موکّد ہے جسکے معنی یقینی اور قطعی کے ہین اسکے علاوہ اگر تقیہ ہوتا تو اختلاف بنی عباس اور قایم آل محمد کا ذکر نہ ہوتا۔ اب حضرات شیعہ یقین کرلین کہ مراد پانے والے وہی لوگ ہین جو دونون کی تعظیم کرتے ہین اور جو شخص ان دونون مین سے کسی سے سوء اعتقادی رکھتا ہے وہ

نامراد ہے۔

۱۰ **عوام** یہ سنکر بھی متحیر ہونگے کہ شیعونکی روایتون سے یہ پایا جاتا ہی کہ نکاح کے لئے نہ ایجاب و قبول بصیغۂ نکاح شرط ہی نہ نیت نکاح شرط ہی اگر تنہائی مین بہ نیت زنا بھی عورت و مرد راضی ہو جائین تو وہ بھی زنا نہین بلکہ نکاح ہی۔ فروع[له] کافی کی کتاب النکاح مین عبدالرحمن ابن کثیر نے امام جعفر صادق[ع] سے روایت کی ہی کہ

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت امرءۃ الی عمر فقالت انی زنیت فطہرنی فامر بہا ان ترجم فاخبر بذلک امیر المومنین صلوات اللہ علیہ فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجہدنی العطش وخفتُ علی نفسی سقانی فامکنتہ من نفسی فقال امیر المومنین علیہ السلام تزویج ورب الکعبۃ

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ عمر رض کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ مجھسے زنا سرزد ہو گیا تم اس گناہ سے مجھکو پاک کردو عمر رض نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا امیر المومنین علیہ السلام کو اس قصہ کی خبر ہوئی تو اونھون نے پوچھا کہ تو کس طرح زنا مین مبتلا ہوئی اس نے کہا کہ مین جنگل مین گئی تھی وہان مجھکو سخت تشنگی واقع ہوئی مین نے ایک گانوٴن والے سے پانی مانگا اس نے کہا کہ جب تک تو مجھسے راضی نہ ہو جاتے اسوقت تک پانی نہ دونگا جب مجھے اپنی جان کا خوف ہوا تو اس نے مجھے پانی پلادیا اور مین اوسکی خواہش پر راضی ہوگئی یہ سنکر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم ہی یہ تو نکاح ہی۔

له فروع کافی جلد ثانی مطبوعہ لکھنؤ کتاب النکاح صفحہ ۱۹۸

یہ مسئلہ تو متعہ سے بھی بڑھ گیا متعہ مین ایک مدت معین تک معاہدہ تو ہوتا تھا اسمین کسی قسم کا معاہدہ نہین اور اس روایت کے مطابق فساق جو زنانِ بازاری سے زنا کرتے ہین سب جائز۔ ہ

منظور ہی کہ سیم تنون کا وصال ہو
مذہب وہ چاہئے کہ زنا بھی حلال ہو

11 اگر عوام کو یہ خبر ہو جائے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام ابو حنیفہ رض کی اونکے سامنے بہت تعریف کی اور جب ابو حنیفہ رض اونکی مجلس سے اوٹھ گئے تو برائی کی تو خواہ مخواہ عوام کو امام کی طرف سے بدگمانی ہوگی کہ ایسی حرکت تو عوام کو بھی جایز نہین نہ کہ امام کو۔ کافی کی کتاب[1] الروضہ مین ہی۔

عن محمد بن مسلم قال دخلت علی ابی عبد اللہ علیہ السلام و عندہ ابو حنیفہ فقلت لہ جعلت فداک رائت رویا عجیبۃ فقال لی یا ابن مسلم ہاتہا فان العالم بہا جالس و اومی بیدہ الی ابو حنیفہ فقلت رائت کانی

محمد بن مسلم سے روایت ہی وہ کہتے ہین کہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور اونکے پاس ابو حنیفہ رح تھے مین نے امام سے کہا کہ مین آپ پر قربان ہو جاؤن مین نے ایک عجیب خواب دیکھی ہی امام نے کہا اے ابن مسلم بیان کر اس لئے کہ تعبیر کے عالم بیٹھے ہوئے ہین اور اپنے ہاتھ سے ابو حنیفہ رح کی طرف اشارہ کیا راوی کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ مین نے

[1] کافی کی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۳۷

دخلت داری واذا اهلی
قد خرجت علیّ فکسرت جوزا
کثیرا ونثرته علیّ فتعجبت
من هذه الرویا فقال
ابو حنیفه انت رجل تخاصم
وتجادل لیاما فی مواریث اهلک
فبعد نصب شدید تنال
حاجتک منها انشاء الله
فقال ابو عبد الله علیه السلام
اصبت والله یا ابا حنیفه قال
ثم خرج ابو حنیفه من عنده
فقلت له جعلت فداک انی
کرهت تعبیر هذا الناصب
فقال یا ابن مسلم لا یسوءک الله فما
یواطی تعبیرهم تعبیرنا ولا تعبیرنا تعبیرهم
ولیس التعبیر کما عبره قال فقلت له
جعلت فداک فقولک اصبت

یہ دیکھا ہی کہ گویا مین اپنے گھر مین گیا ہون اور میری
بی بی میری طرف آئی اور اوس نے کچھ اخروٹ توڑ کر
اور مجھپر پھینکے مجھکو اس خواب سے تعجب ہی ابو حنیفہ
نے کہا کہ تجھکو اپنی بی بی کی میراث کی بابت شوم آدمیون
سے خصومت اور لڑائی کرنا پڑے گی اور بہت سی مشقت
کے بعد انشاء اللہ تیری حاجت پوری ہوگی۔ یہ سنکر
امام علیہ السلام نے فرمایا (اصبت واللہ یا ابا حنیفہ)
یعنی خدا کی قسم بہت ٹھیک جواب دیا تم نے ای ابو حنیفہ
راوی کہتا ہی پھر ابو حنیفہ اونکے پاس سے چلے گئے تو
مین نے امام سے کہا کہ مین آپ پر قربان ہو جاؤن
مجھکو اس ناصبی کی تعبیر ناپسند ہی تو امام نے کہا کہ اے
ابن مسلم ان لوگون کی تعبیر ہماری تعبیر سے مطابق
نہین ہوتی اور نہ ہماری تعبیر انکی تعبیر سے مطابق ہو
ابو حنیفہ نے جو تعبیر بیان کی ہی وہ ٹھیک نہین ہی راوی
کہتا ہی کہ تب تو مین نے امام سے یہ کہا کہ آپ نے تو اونسے
کہا تھا کہ تم نے صحیح جواب دیا اور سپر قسم کھائی تھی حالانکہ
اونھون نے تعبیر مین خطا کی تھی امام نے کہا کہ ہان

علیہ وھو مخطی قال نعم حلفت علیہ انہ اصاب الخطاء	مین نے قسم اس بات پر کھائی تھی (انہ اصاب الخطاء) یعنی وہ غلطی پر پہنچ گئے۔

میرے آگے مری تعظیم ہے تعریف بھی ہے
پیچھے بدکیون نہ کہین غیر کی تالیف بھی ہے

اب حضرات شیعہ انصاف فرماؤ کہ تمھارے راویون نے کیسی کیسی باتین امام جعفر صادق علیہ اسلام کی طرف منسوب کردین امام کے تقدس کو غور کرو کیا اونکی یہ حالت تھی کہ سامنے کچھ اور پیچھے کچھ۔ امام ابو حنیفہؒ مین بجز علم کے اور قوت کیا تھی جسکی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ اسلام تقیہ کرتے قطع نظر اسکے تقیہ کا کوئی موقع نہ تھا ابن مسلم نے خواب کی تعبیر امام سے پوچھی تھی اُسکو خود ہی جواب دیدیتے اسمین کسی مضرت کا خوف نہ تھا امام جعفر صادقؑ نے عمداً امام ابو حنیفہؒ کی طرف ابن مسلم کو متوجہ کیا اور امام ابو حنیفہؒ کو عالم بتایا اور جو تعبیر امام ابو حنیفہؒ نے بیان کی اوسکو قسم کھاکر صحیح اور صواب کہا اور جب امام ابو حنیفہؒ اوٹھ گئے تو اونکی تعبیر کو غلط کہا۔ آخر ابن مسلم نے خود ہی امام پر اعتراض کیا کہ ابھی تو آپ قسم کھاکر کہہ چکے ہین کہ تعبیر صحیح بیان کی اور اب جو وہ چلے گئے تو اونکی تعبیر کو غلط کہتے ہو۔ اس اعتراض کے جواب مین جب امام سے کچھ نہ بن پڑا تو اپنی قسم کی نہایت عجیب تاویل کی۔

افسوس کہ امام معصوم پر ایسی تہمتین اوسی قوم نے لگائین جو حد سے زیادہ اونکی محبت مین غلو رکھتے تھے۔ اب فرمائیے کہ امام کی کس بات کو سچ کہین اُن کی

قسم بھی تو قابلِ اعتبار نہ رہی۔

شاید امام صادق علیہ السلام ابن مسلم سے تقیہ کرتے ہونگے پہلے اس امر کا خیال نہ رہا اس لئے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی اور اُنکی تعبیر کو بھی صحیح کہا جسکو قسم سے بھی موکد کیا اسکے بعد امام کو یہ خیال ہوا کہ ابن مسلم کے سامنے امام ابو حنیفہ کی تعریف خلافِ مصلحت ہے اسلئے اسکے بعد جو گفتگو کی وہ بطور تقیہ کے تھی اور قرینہ اسکا ابن مسلم کی یہ گستاخی ہے کہ امام کا ذرا بھی ادب نہ کیا اور اونکے سامنے اونپر اعتراض کیا کہ ابھی تو آپ قسم کھا کر ابو حنیفہ کی تعبیر کو سچا کہہ چکے ہین اور اب غلط کہتے ہین۔

۱۲ **عوام** یہ سُنکر بھی شبہ مین پڑینگے کہ ائمہ علم نجوم کو بھی سچا بتاتے تھے اور اس بات کے بھی قائل تھے کہ نجوم کے حساب سے غیب کی خبرین معلوم ہو جاتی ہین اور ستارون کی سعادت اور نحوست کے بھی قایل تھے اور اپنے سوا ہندوستان کے جوتشی پنڈتون کو بھی اس فن مین بڑا کامل جانتے تھے۔ کلینی نے کتاب[۱] الروضہ مین معلی بن خنیس سے روایت کی ہے کہ

ائمہ خود بھی نجومی تھے اور ہندوؤں کے نجومیوں کو بھی کامل فن جانتے تھے

عن معلی بن خنیس قال سالت ابا عبد اللہ ع عن النجوم احق ھی فقال نعم ان اللہ عز وجل بعث المشتری الی الارض فی صورۃ رجل فاخذ رجلا من العجم فعلمہ النجوم حتی ظن انہ قد بلغ

مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ نجوم حق ہے اونھون نے کہا کہ ہان حق ہے اللہ نے مشتری ستارے کو آدمی کی صورت بنا کر زمین پر بھیجا تھا اُس نے عجم کے ایک شخص کو شاگرد بنایا اور نجوم سکھایا جب مشتری کو یہ گمان ہوا کہ یہ شخص نجوم سیکھ

[۱] فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ صہ ۱۵۳

ثم قال له انظر این المشتری فقال ما اراه فی الفلک وما ادری این هو قال فنحاه واخذ بید رجل من الهند فعلمه حتی ظن انه قد بلغ فقال انظر الی المشتری این هو فقال ان حسابی لیدل علی انک انت المشتری قال فشهق شهقة فمات و ورث علمه اهله فالعلم هناک

کامل ہوگیا تو اُس سے پوچھا کہ بتا مشتری کہان ہی تو اُس نے کہا کہ مین اُسکو آسمان پر نہین دیکھتا اور یہ مین نہین جانتا کہ وہ کہان ہے امام نے فرمایا کہ یہ سنکر مشتری نے اوسکو جدا کر دیا اور ہند کے ایک شخص کا ہاتھ پکڑا اور اُسکو نجوم سکھایا جب مشتری نے جان لیا کہ وہ اس فن مین کامل ہوگیا تو اوس سے پوچھا کہ مشتری کو دیکھ کہ اسوقت وہ کہان ہی اُس نے کہا کہ میرا حساب یہ بتاتا ہی کہ تو مشتری ہی یہ سُنکر مشتری نے ایک نعرہ مارا اور مر گیا اُسکے بعد اُس ہندی نے جس نے علم سکھ لیا تھا اپنے خاندان کو اس علم کا وارث بنایا پس یہ علم اوسی مُلک مین ہی۔

اس کے بعد اسی کتاب مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک دوسری روایت ہی

عن ابی عبد الله علیه السلام قال سئل عن النجوم فقال لا یعلمها الا اهل بیت من العرب و اهل بیت من الهند

کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سی منقول ہی کہ اون سے کسی نے نجوم کی حقیقت پوچھی تو اوھون نے فرمایا کہ نجوم کو کوئی نہین جانتا مگر ایک خاندان عرب کا اور ایک خاندان ہند کا۔

اور کتاب الروضہ مین حمران[1] سے روایت ہے کہ

[1] فروع کافی جلد ۳ مطبوعہ لکھنؤ کتاب الروضہ صہ ۱۳۰

قال من سافر او تزوج والقمر فی العقرب لم یر الحسنیٰ	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ جس نے سفر کیا یا نکاح کیا ایسے وقت مین کہ قمر در عقرب ہو وہ بھلائی نہ دیکھے گا۔

امام نے جو یہ فرمایا کہ نجوم کا جاننے والا ایک خاندان عرب مین ہی اور ایک خاندان ہند مین تو عرب کے خاندان سے تو اونھون نے اپنا خاندان مرادلیا اور ہندمین پنڈتون کا خاندان جو تنش مین مشہور ہی۔ مشتری فقط ایک ہندی کو سکھا گیا تھا شاید عرب مین کسی طرح ہند سے یہ فن پہنچا ہوگا۔ قمر در عقرب کی نحوست کی بھی امام نے تصریح فرمادی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ کا خواص نجوم پر بھی عمل تھا۔ نعوذ باللہ منہا۔

ہر مہینہ کا آخری چہار شنبہ بھی منحوس ہی ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[۵۱] کی جلد اول باب دوم فصل پنجم مین احوال اولاد آدم کے ضمن مین لکھا ہی۔

"وبسند معتبر از امام رضا منقولست کہ مردے از اہل شام از امیر المومنین پرسید از قول خدا کہ روزے کہ مرد از برادرش بگریزد چیست فرمود کہ قابیل ست کہ از برادرش ہابیل خواہد گریخت پرسید از نحوست روز چہار شنبہ فرمود کہ آن چہار شنبہ آخر ماہ ست کہ در تحت الشعاع واقع شود۔"

یہ وہ امور ہین جنکی اسلام نے جڑ اکھیڑ دی تھی رُواۃ شیعہ نے ایمہ پر بہتان باندھکر پھر اونکو دین مین داخل کیا۔ اسکے علاوہ ایمہ سے یہ بھی نقل کر دیا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے

---

[۵۱] حیات القلوب جلد اول صہ ۶۹

پاس جفر بھی ہے اور وہ چمڑے کا ایک برتن ہی جسمین سے تمام علوم نکل آتے ہین
چنانچہ اصول[1] کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

قال و ان عندنا الجفر وما یدریھم ما الجفر قال قلت وما الجفر قال وعاء من ادم فیہ علم النبیین و الوصیین وعلم العلماء الذین مضوا من بنی اسرائیل	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے اور ہمارے پاس جفر ہی اور وہ کیا جانین کہ جفر کیا ہے راوی (ابو بصیر) کہتا ہی کہ مین نے پوچھا کہ جفر کیا چیز ہی تو امام نے فرمایا کہ چمڑے کا ایک ظرف ہی اوس مین انبیا اور اوصیا اور علمائی بنی اسرائیل کے علم بھرے ہوئے ہین

سبحان اللہ علم سینون مین ہوتا ہی یا چمڑے کے برتن مین۔ شاید اس ظرف مین قواعد جفر کے مطابق حروف کے نقشے لکھے ہونگے جیسے فالنامے ہوتے ہین آنکھین بند کرکے اُنگلی رکھی جس خانہ مین انگلی پہنچی وہین سے مطلوب معلوم ہوگیا ان روایات سے بخوبی یہ پتا لگگیا کہ شیعونکی نقل کے بموجب ائمہ کے سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ تھے بلکہ نجوم اور جفر اور ستارونکی نحوست وغیرہ کی بھی اٹکلین لگائی جاتی تھین اور انھین ذریعون سے علوم انبیا و اوصیاء متقدمین معلوم ہوجاتے تھے اسکے علاوہ اونکے پاس ایک اور قرآن بھی تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نازل ہوا تھا اور قرآن رسول کا ایک حرف بھی اوس مین نہ تھا چنانچہ اصول[2] کافی کی حدیث کا ایک فقرہ جو ہمنے نقل کیا اوسکے بعد یہ ہے۔

ثم قال و ان عندنا المصحف	پھر امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا اور ہمارے پاس مصحف

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۴۶

فائدہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ائمہ کے علوم ایک چمڑے کے برتن میں تھے امامون کے سینون میں نہ تھے۔

فائدہ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن اصلی اور ہے اور یہ قرآن جو رسول اللہ پر نازل ہوا تھا اور ہے۔

فاطمہ علیہا السلام وما یدریھم مامصحف فاطمۃ قال مصحف فیہ مثل قرآنکم ھذا ثلث مرات واللہ ما فیہ من قرآنکم حرف واحد	فاطمہ علیہا السلام ہی وہ کیا جانین کہ مصحف فاطمہ کیا ہی فرمایا کہ ایک مصحف ہی جو تمھارے قرآن سے سہ چند ہی واللہ اوس مین تمھارے قرآن کا ایک حرف بھی نہین

لیجئے اب قرآنِ رسول کے سوا ایک دوسرا قرآن بھی ائمہ کے پاس تھا جو جناب فاطمہ علیہا السلام پر نازل ہوا تھا۔ یہ قرآن رسول کے قرآن سے سہ چند تھا اور بالکل اُس سے جدا تھا ایک حرف بھی رسول کے قرآن کا اوسمین نہ تھا۔ بہر حال ائمہ کے پاس بہت سے ذریعے علم کے ایسے تھے جو علم رسول سے بالکل جدا تھے۔

ممکن ہی کہ ایک ذریعہ اونکے علم کا یہ بھی ہو کہ رسول سے بذریعۂ نقل کے کچھ علم اُن تک پہنچا ہو جو اور علوم کے ساتھ ملکر غیر متمیز ہو گیا اور اب یہ امتیاز مشکل ہو گیا کہ جن روایتوں کی نسبت کسی طور پر یہ اعتماد ہو جاتے کہ یہ تقیہ پر مبنی نہین اور ائمہ جو عمداً اختلاف پیدا کرنے کے لئے مختلف جواب دیا کرتے تھے اُس سے بھی محفوظ ہین اُن مین کونسی باتین علم رسول سے ماخوذ ہین اور کونسی باتین نجوم اور جفر وغیرہ سے مستنبط ہوئی ہین۔

ظاہر یہ ہے کہ علم رسول کی نقل کا ذریعہ اونکے پاس بہت تھوڑا تھا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اور انبیاء سابقین کے زمانے کی واقعات جو وہ بیان کرتی ہین اونمین سند کا سلسلہ اکثر نہین ہوتا جو امام رسول علیہ السلام کے زمانہ سے سو یا ڈیڑھ سو برس کے بعد ہین وہ اُس زمانہ کے واقعات کو اسطرح بیان کر رہے ہین کہ گویا خود دیکھ رہے تھے اگر کسی سند سے اُنکو پہنچے ہوتے تو اوسکا ذکر کرتے بس ظاہر ہے کہ اکثر

وہ علوم اس چمڑے کے تھیلے مین سے بقاعدہ جفر ماخوذ ہوتے تھے یا بحساب نجوم معلوم ہوتے تھے یہ وہ ذریعے ہین جنکو لئے اسلام بھی شرط نہین۔

افسوس کہ ان مقدس ائمہ اہل بیت پر رُواۃ شیعہ نے کیا کیا الزام لگادتے جن سے وہ بزرگوار اہل سنت کے اعتقاد کے بموجب یقیناً مبرا تھے۔

۱۳ **عوام** یہ سُنکر بھی سخت پریشان ہونگے کہ جو لوگ مذہب شیعہ کو ائمہ سے نقل کرتے ہین وہ یہ بھی کہتے ہین کہ ائمہ نے یہ عقائد خفیہ ہم کو سکھادئے تھے اور وہ سب کے سامنے ان عقائد کی مخالفت کرتے تھے مگر ہمسے یہ کہدیا تھا کہ تم جو کچھ ہمسے معلوم کر چکے ہو اُسی پر جمے رہیو اور اُسکے خلاف جو کچھ ہم کہین وہ دفع الوقتی ہی چنانچہ اصول[1] کافی مین نضر خثعمی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

عن نضر الخثعمی قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول من عرف انا لا نقول الا حقا فلیکتف بما یعلم منا فان سمع منا خلاف ما یعلم فلیعلم ان ذلک دفاع منا عنہ	مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سُنا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ہم حق کے سوا اور کچھ نہین کہتے اوسکو چاہیئے کہ جو کچھ ہم سے معلوم کر چکا ہے اوسی پر جما رہے اور اگر ہم سے خلاف اُن باتون کے سُنے جو معلوم کر چکا ہے تو یہ سمجھ لے کہ ہم اُن باتون سے دفع الوقتی کرتے ہین۔

کیا اس روایت کو سُنکر یہ شبہ نہو گا کہ ایسے امامون کا کیا اعتبار ہے کہ خفیہ جو کچھ

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۸

سکھاتے اوسکو اعلان کے ساتھ رد کرتے تھے پس ائمہ کو جو ساقط الاعتبار بنا دین اس سے تو بہتر یہی ہے کہ ان شیعہ راویون کو جھوٹا سمجھ لین جو یہ کہتے ہین کہ مخفی طور پر ائمہ نے ہمکو مذہب شیعہ سکھایا ہی۔ اور یہ کہدیا ہے کہ یہی باتین سچی ہین اسکے علاوہ جو ہم کہین اوسکو جھوٹ سمجھیو۔

سچی باتین وہ ہین جو تم سے کہا کرتی ہین
جھوٹے وعدے ہین جو غیرون سے کیا کرتی ہین

عوام یہ سنکر بھی حیران ہونگے کہ ائمہ کی رائے بھی بدلا کرتی تھی آج کچھ کہتے تھے اور چند روز کے بعد اس قول سے پھر جاتے تھے اور اپنے اصحاب سے اونھون نے کہدیا تھا کہ جب ہم پہلی بات کے خلاف بات کہین تو تم اخیر کی بات مانیو پہلے قول کو چھوڑ دیجیو چنانچہ اصول[1] کافی مین لکھا ہی کہ ہمارے بعض اصحاب سی روایت ہے کہ

عن بعض اصحابنا عن ابی عبد اللہؑ قال ارایتک لو حدثتک بحدیث العام ثم جئتنی من قابل فحدثتک بخلافہ بایھا کنت تاخذ قال کنت اخذ بالاخیر	وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہی کہ اُنھون نے مجھسے کہا کہ تو یہ بتا کہ اگر تو اس سال مین مجھسے ایک حدیث سُنے اور پھر سال آیندہ مین میرے پاس آوے اور ہم تجھسے اُسکے خلاف حدیث بیان کرین ایسی صورت مین تو کونسی حدیث کو مانے گا مین نے کہا کہ مین اخیر کی بات کو مانون گا تو امام نے کہا کہ اللہ تجھپر رحمت کرے۔

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۸

۱ **عوام** یہ سنکر بھی پریشان ہونگے کہ شیعونکی روایتون سے یہ بھی ثابت ہی کہ امام معصوم نے یہ ارشاد فرمایا ہی کہ اگرچہ مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ستر دیکھنا جائز نہین مگر کافر کو برہنہ دیکھنے اور اُسکے ستر پر نظر کرنے کا وہی حکم ہے جو گدھے کے ستر دیکھنے کا حکم ہی فروع کافی مین موجود ہے[۱]۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل نظرک الی عورۃ الحمار	امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ جو مسلمان نہو اُسکے ستر پر نظر کرنا ایسا ہے جیسے گدھے کے ستر پر نظر کرنا۔

نگاہ شوق کو حاصل ہی کیا کیا لطفِ نظارہ
کہ عریان دیکھنا جائز ہے معشوقانِ کافر کو

۱[illegible] **عوام** کو یہ روایت سنکر بھی کمال حیرت ہوگی کہ امام باقر علیہ السلام نورہ لگاکر حمام مین غیر لوگون کے سامنے بالکل برہنہ ہو جایا کرتے تھے اور ستر پوشی کے واسطے صرف نورہ کو کافی سمجھتے تھے چنانچہ فروع کافی مین روایت ہی کہ[۲]

ان ابا جعفر علیہ السلام کان یقول من کان یومن باللہ والیوم الاٰخر فلا یدخل الحمام الا بمیزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما ان اطبقت النورۃ علی بدنہ القی المیزر فقال لہ مولی لہ	امام باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھے وہ حمام مین بغیر ازار کے نجاوے راوی کہتا ہی کہ ایکدن امام حمام مین داخل ہوئے اور نورہ لگایا جب نورہ اُنکے بدن پر لگ گیا تو ازار پھینک دی تب اونکے غلام نے کہا کہ میرے

[۱] فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۲ صفحہ ۱۶ [۲] فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۲ صفحہ ۱۶

فا — [illegible]

فا — [illegible]

بابی انت وامی انک لتوصیا بالمئزر ولزدمه وقد القیته عن نفسک فقال اما علمت ان النورة قد اطبقت العورة	ماں باپ آپ پر قربان ہوں تم تو ہم کو ازار کا اور ہر وقت اُسکے پہننے کا حکم کرتے ہو اور تم نے خود اپنے بدن سے ازار اُتار دی تو امام نے فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ نورہ نے ستر کو ڈھک لیا۔

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائیں کہ کہاں امام علیہ السلام کا تقدس اور کہاں اس بے ستری کی خیالی فحش تصویر۔ رواۃ شیعہ نے کیا کیا تہمتیں ان مقدس بزرگوں پر لگائیں

۱۷ **شاید عوام** کو اسپر بھی تعجب ہو کہ امام معصوم کے ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ اگر انسان بالکل برہنہ ہو جائے اور سامنے کے ستر کو ہاتھ سے چھپالے تو کافی ہی پیچھے کا ستر قدرتی طور پر خود بخود چھپا ہوا ہی وہاں ہاتھ رکھنے کی بھی حاجت نہیں چنانچہ فروع کافی[۱] مین مذکور ہی

عن ابی الحسن الماضی علیه السلام قال العورة عورتان القبل والدبر اما الدبر فمستور بالالیتین واما القبل فاستره بیدک	امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت ہی کہ ستر دو ہین ایک آگے اور ایک پیچھے پیچھے کا ستر دونوں سرینوں مین خود بخود مستور ہی سامنے کے ستر پر ہاتھ رکھ لے۔

۱۸ **کیا عوام** شیعہ کو اسپر تعجب نہو گا کہ روایت صحیح سے ثابت ہوتا ہی کہ ائمہ معصومین شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا کرتے تھے چنانچہ کافی کی کتاب الروضہ[۲] مین مذکور ہی

عن ابی بصیر قال کنت جالسا عند	ابو بصیر کہتا ہی کہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کے

[۱] فروع کافی کی کتاب الزی والتجمل ص۶۱ [۲] کتاب الروضہ ص۲۹

ابی عبد الله علیه السلام اذ دخلت
علینا ام خالد تستاذن علیه فقال
ابو عبد الله علیه السلام ایسرک
ان تسمع کلامها قال فقلت نعم
فاذن لها قال فاجلسنی
معه علی الطنفسة قال
ثم دخلت فتکلمت فاذا
امرءة بلیغة فسالته عنهما
فقال لها تولیهما قالت
فاقول لربی اذا لقیته انک
امرتنی بولایتهما قال نعم
قالت فان هذا الذی معک
علی الطنفسة یامرنی بالبراءة
منهما وکثیر النوا یامرنی بولایتهما
فایهما خیر واحب الیک قال
هذا والله احب الی
من کثیر النوا واصحابه

پاس بیٹھا تھا اتنے مین آئی اونکے پاس ام خالد
اجازت چاہتی تھی اونکے پاس آنے کی تو امام
جعفر صادق علیہ السلام نے (مجھسے) فرمایا کہ کیا
تو اس بات کو پسند کرتا ہی کہ اُسکی باتین سُنے مین نے
کہا ہان تو امام نے اوسے اجازت دی۔ کہا (ابو بصیر نے)
تو بٹھایا مجھے (امام نے) اپنے ساتھ مسند پر کہا
(ابو بصیر نے) پھر وہ آئی اور اُس نے باتین شروع
کین تو وہ عورت بلیغ تھی پھر پوچھا اُس عورت نے اُن
دونون (شیخین) کا حال تو امام نے کہا کہ اُن دونو
سے محبت رکھ۔ اُس عورت نے کہا کہ جب مین اپنے
رب کے سامنے جاؤنگی تو یہ کہدونگی کہ تم نے مجکو اُن
دونون سے محبت رکھنے کا حکم کیا تھا امام نے کہا کہ
ہان۔ اُس عورت نے کہا کہ یہ شخص جو تیرے ساتھ مسند
پر بیٹھا ہی اُن دونون سے بیزاری کا مجھکو حکم کرتا ہی۔
اور کثیر النوا اُن دونونکی محبت کا حکم کرتا ہی تو ان دونون
مین کون تمھارے نزدیک افضل اور احب ہی امام نے
کہا کہ یہ شخص واللہ زیادہ محبوب ہے مجھکو کثیر النوا اور

ان ھذا یخاصمہم فیقول و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ہم الکافرون۔	اور اسکے اصحاب ہی بیشک یہ جھگڑا کرتا ہی اور کہتا ہی "اور جسنے نہ حکم کیا اوسپر جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہین"۔

اس روایت پر غور کرنے کے بعد بڑی وضاحت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ امام نے نہایت تصریح اور تاکید کے ساتھ شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا اور جب اس عورت نے یہ کہا کہ مین قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمھارا حوالہ دونگی کہ تم نے مجھکو شیخین سی محبت رکھنے کا حکم کیا ہے تو امام نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اب اگر محبت شیخین جایز نہ تھی تو یہ لازم آویگا کہ امام نے عمدًا اس عورت کو گمراہ بنایا حالانکہ امام کا کام ہدایت ہی۔ اس عورت پر امام کی اطاعت واجب تھی اگر اس حکم کو نہ مانتی تو گمراہ ہوجاتی اور چونکہ شیعون کے نزدیک تمام جہان پر امام کی اطاعت واجب ہی پس شیعون کو اس حکم مین بھی امام کی اطاعت واجب ہی اگر مخالفت کرینگے تو نافرمانی کے گناہ مین مبتلا ہونگے۔

اور یہ بھی اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ امام کے اصحاب مین سے کثیر النواہی یہی حکم کرتا تھا البتہ ابوبصیر اس قول مین امام کے مخالف تھا۔

شاید حضرات شیعہ اس روایت مین یہ تاویل کرین کہ یہ حکم امام نے بطور تقیہ دیا تھا یعنی مصلحت وقت کی وجہ سے جھونٹ بولا اور عمدًا حکم ناحق بیان کیا اور اس عورت کو گمراہ بنایا اور قرینہ امام کے اس جھونٹ بولنے کا یہ ٹھہرائین کہ امام نے ابوبصیر کو احب فرمایا اور یہ بھی ارشاد کیا کہ ابوبصیر جھگڑا کرتا ہی اور آیت من لم یحکم الخ پڑھا کرتا ہی یعنی شیخین کو (معاذ اللہ) یون کہتا ہی

کہ وہ خلاف ما انزل اللہ حکم کرتے تھے۔

مگر یہ تاویل اس روایت مین ہرگز صحیح نہین ہوسکتی اور کوئی بات کسی طرح نہین بن سکتی اس لئے کہ ایسا صریح جھوٹ بولنا اور خلاف حق حکم دینا اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے حکم ناحق کی ذمہ داری قبول کرنا امام کی شان سے نہایت بعید ہی اُس عورت کا ایسا کیا خوف تھا جسکی وجہ سے امام ایسا جھوٹا حکم بیان کرتے جو لوگ حقانی ہوتے ہین وہ ہر حالت مین اللہ پر توکل کرتے ہین اور کلمۂ ناحق زبان سے نہین نکالتے کیا یہی امام معصوم اور واجب الاطاعت تھے جو اسطرح خلاف حق حکم کیا کرتے تھے اور لوگون کو گمراہ بنایا کرتے تھے۔

قطع نظر اسکے کثیر النوا جو امام کا صحابی تھا وہ بھی شیخین کی محبت کا حکم کرتا تھا اس سے معلوم ہوگیا کہ امام کی تعلیم بھی یہی تھی۔

ابو بصیر جو اس مسئلہ مین امام کا مخالف تھا اور شیخین سے عداوت رکھتا تھا اُس کو اس جلسہ مین امام نے اسی لئے شریک کیا تھا کہ اُسکو اپنی غلطی پر تنبیہ ہو جاتے اور اس اعتقاد فاسد سے توبہ کرے ام خالد کو جو محبت شیخین کا حکم کیا اسمین یہ بھی مقصود تھا کہ ابو بصیر بھی اس حکم کو سُن لے۔ جب اُس عورت نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک کثیر النوا اور ابو بصیر مین خیر اور احب کون ہی تو خیر کے جواب مین امام نے سکوت کیا اور ابو بصیر کو کثیر النوا سے خیر یعنی افضل نہ بتایا البتہ احب کہا اسمین اُسکی تالیف مقصود تھی اس لئے کہ تالیف کی صورت مین انسان حق کو جلد قبول کرتا ہی با این ہمہ (یخاصم) کے لفظ سے اوسکی غلطی پر تنبیہ فرمادی یعنی شیخین کی نسبت جو وہ آیت ومن لم یحکم بما انزل اللہ کو پڑھتا ہی یہ

اوسکا جھگڑا ہی اور یہ بات ظاہر ہی کہ جھگڑا بُری چیز ہے چنانچہ انھین امام جعفر صادق علیہ السلام سے اصول کافی[1] مین منقول ہے۔

لا تخاصموا بدینکم الناس فان المخاصمۃ ممرضۃ للقلب	مت جھگڑا کرو اپنے دین پر آدمیون سے اس لئے کہ مخاصمت دل کو مریض بنا دیتی ہے۔

پس اگر ابو بصیر کا قول امام کے نزدیک حق ہوتا تو اوسکو مخاصمت نفرماتے (یخاصم) کا لفظ جو فرمایا اسی سے ظاہر ہوگیا کہ ابو بصیر کے قلب مین مرض تھا ابو بصیر کی فقط یہی غلطی نہ تھی بلکہ اوسکی عادت تھی کہ امور منہیہ مین مبتلا رہتا تھا اور اہل بیت پر افترا کیا کرتا تھا چنانچہ ایسی مسکرات پیتا تھا کہ جو اہلبیت کے نزدیک مثل خمر کے تھے اور کہتا تھا کہ اہلبیت نے مسکرات کے حلال ہونے کا فتوی دیا ہی اُسوقت بھی امام نے اوسکو تنبیہ کی تھی اور شرب مسکرات اس سے چھُٹایا تھا چنانچہ فروع کافی[2] مین ہی کہ۔ ابوبصیر کا نشہ

عن کلیب بن معاویہ قال کان ابوبصیر واصحابہ یشربون النبیذ ویکسرونہ بالماء فحدثت بذلک اباعبداللہ علیہ السلام فقال لی وکیف صار الماء یحلل المسکر مرھم لا یشربوا منہ قلیلا ولا کثیرا قلت انھم	کلیب بن معاویہ سے روایت ہی وہ کہتا ہی کہ ابو بصیر اور اُسکے اصحاب نبیذ پیا کرتے تھے اور اُسکی تیزی پانی سے توڑتے تھے مین نے یہ حال امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا امام نے فرمایا کہ بھلا پانی نشے کی چیز کو کیسے حلال کردے گا تو اونکو حکم کر کہ اس مین سے نہ پئین نہ تھوڑا اور نہ بہت مین نے کہا

[1] اصول کافی ص۴۸۳　[2] فروع کافی جلد۲ کتاب الاشربۃ ص۱۸۱

يذكرون الرضا من آل محمد يحلله لهم فقال وكيف كان يحلون آل محمد المسكر وهم لا يشربون منه قليلا ولا كثيرا فقلت فامسكوا عن شربه فاجتمعنا عند ابي عبد الله صلواة الله عليه فقال له ابو بصير ان ذا جاءنا عنك بكذا وكذا فقال صدق يا ابا محمد ان الماء لا يحلل المسكر فلا تشربوا منه قليلا ولا كثيرا

کہ وہ کہتے ہین کہ آل محمد سے رضا نے اوسکے حلال ہونے کا اونھین حکم کیا ہے تو امام نے کہا کہ بھلا آل محمد نشے کی چیز کو کیسے حلال کردین گے حالانکہ آل محمد مسکر چیز نہ تھوڑی پیتے ہین نہ بہت تب مین نے (ابوبصیر وغیرہ سے) یہ کہدیا اور وہ اوسکے پینے سے باز رہے پھر جمع ہوئے ہم سب امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تو ابوبصیر نے امام سے کہا کہ یہ شخص تمھاری طرف سے ایسا ایسا حکم لایا ہے تو امام نے کہا کہ وہ سچ کہتا ہے اے ابومحمد بیشک پانی مسکر کو حلال نہین کرتا تم اوسمین سے نہ تھوڑا پیو نہ بہت۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ ابوبصیر ایسا جاہل تھا کہ اوسکو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ائمہ اہلبیت کا یہ مذہب ہے کہ نشے کی چیز تھوڑی اور بہت سب حرام ہوتی ہے بلکہ سب نشے کی چیزین خمر ہین اور اہلبیت پر افترا کرتا تھا کہ وہ حلال بتاتے ہین اس سے بڑھکر اوسکی جہالت یہ ہے کہ جب امام نے اوسکی حرمت کا حکم کہلا بھیجا پھر بھی اوسکو شک باقی رہا اور دوبارہ امام سے استفسار کیا پس جو شخص ایسا جاہل اور مفتری ہو وہ اگر شیخین سے عداوت رکھے تو کیا بعید ہے اور امام نے جسطرح شرب مسکر سے اوسکو تنبیہ کی اور منع کیا اسی طرح عداوت شیخین سے بھی اوسکو اسطرح منع کیا کہ ابوبصیر کے سامنے ام خالد کو محبت شیخین کا

حکم کیا تاکہ ابوبصیر بھی سن لے اور ابوبصیر جو یہ کہا کرتا تھا کہ شیخین خلاف ما انزل اللہ حکم کرتے تھے اُسکو مخاصمت بتادیا۔ کافی کی اس روایت سے ابوبصیر کا جاہل اور مفتری ہونا ثابت ہوگیا اب امام کی نسبت جو اُسکی بد اعتقادی تھی وہ بھی سُن لیجئے تنقیح[۵۱] مین رجال کشی سے نقل کیا ہے۔

عن محمد بن مسعود قال حدثنی محمد بن عیسی عن یونس قال جلس ابوبصیر علی باب ابی عبد اللہ لیطلب الاذن فلم یؤذن لہ فقال لوکان معنا طبق لاذن فجاء کلب فشغر فی وجہ ابی بصیر	کہا یونس نے کہ ابوبصیر امام جعفر صادق کے دروازہ پر بیٹھا تھا اور اندر جانے کی اجازت چاہتا تھا پھر اجازت نہ ملی تو ابوبصیر نے کہا کہ اگر ہمارے ساتھ خوان آتا تو اجازت ملجاتی اتنے مین ایک کتا آیا اور اُس نے ابوبصیر کے مُنھ مین موت دیا۔

پس جو ابوبصیر امام کو بھی طمّاع سمجھتا تھا اور اُسکو وبال مین کتّے نے اُسکی مُنھ مین موت دیا اگروہ شیخین پر بھی طعن کرے تو کیا تعجب اور یہان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ چونکہ ابوبصیر سامنے بیٹھا تھا اس لئے امام نے اوسکو احب بتادیا کہ وہ کوئی فساد نہ کرے ورنہ جس شخص کے ایسے حالات ہون اُس سے امام ہرگز محبت نرکھتے ہونگے۔

اور نیز تنقیح[۵۲] مین بحوالہ رجال کشی یہ بھی نقل کیا ہے۔

روی الکشی باسنادہ قال سالت ابا الحسن عن رجل تزوج امراۃ لہا زوج ولم یعلم قال	راوی کہتا ہے کہ مین نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کسی شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کرلیا جسکا شوہر موجود ہے اور اس شخص کو یہ حال

[۵۱] تنقیح صفحہ ۱۶۷ [۵۲] تنقیح صفحہ ۱۶۷

ترجم المرءۃ ولیس علی الرجل شئی اذا لم یعلم فذکرت ذلک لابی بصیر المرادی قال فقال لی واللہ جعفر ترجم المرءۃ ویجلد الرجل الحد وقال الظن صاحبنا ما تکامل علمہ۔	معلوم نہ تھا تو کیا حکم ہی امام نے کہا عورت سنگسار کیجاوی اور مرد پر کوئی مواخذہ نہین اسلئے کہ اُسکو معلوم نہ تھا راوی کہتا ہی کہ مین نے یہ قصہ ابوبصیر مرادی کے سامنے بیان کیا تو اُس نے کہا کہ واللہ مجھسے امام جعفر صادق نے کہا تھا کہ عورت سنگسار کیجائے اور مرد پر بھی حد جاری کیجائے پھر ابوبصیر نے کہا کہ میرا گمان یہ ہی کہ ہمارے امام کا علم پورا نہین ہوا۔

آب بہت اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ ابوبصیر ائمہ کو کم علم بھی جانتا تھا اور جب یہ شخص ائمہ کو طماع اور بے علم جانتا تھا تو اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اُنکی امامت کا معتقد نہ تھا۔ یہ ابوبصیر وہ شخص ہی کہ کافی وغیرہ کتب احادیث شیعہ اسی کی روایتون سے مالامال ہین اور مذہب شیعہ کو ائمہ سے زیادہ تر اسی نے نقل کیا ہی۔

ایک بہت بڑی دلیل اس بات کی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ حکم بطور تقیہ کے نہ تھا یہ ہے کہ امام جعفر صادق کو تقیہ جائز ہی نہ تھا چنانچہ عہدنامہ جو اُنکے لئے نازل ہوا تھا اُسکے الفاظ اصول کافی[۵] مین اسطرح مذکور ہین۔

ثم دفعہ الی ابنہ جعفر علیہ السلام ففک خاتما فوجد فیہ حدث الناس	پھر امام باقرؑ نے (وہ کتاب عہد جسپر مہرین لگی ہوئی تھین) اپنے بیٹے جعفر علیہ السلام کے حوالے کی اُنھون نے ایک مہر توڑی تو اُس کتاب مین یہ پایا

ف ابوبصیر امام کو کم علم اور بے علم جانتا تھا

ف امام جعفر صادق کو تقیہ جائز نہ تھا

۵ اصول کافی ص ۱۷۲

وانشتهم واَنشر علوم اهل بیتک صدّق آبائک الصالحین ولا تخافنّ الّا الله عزوجل وانت فی حرز وامان	کہ حدیث بیان کر اور فتوی دے اور علوم اہل بیت کو شائع کر اور اپنے آباء صالحین کی تصدیق کر اور اللہ کے سوا کسی سے مت ڈر اور تو حفاظت اور امن مین ہے۔

پس جب امام صادق کے لئے حکم آچکا تھا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈر اور اللہ انکو خبر دیچکا تھا کہ تم حفاظت اور امن مین رہوگے پھر انکو کسی کا خوف نہ تھا وہ تقیہ کیون کرتے وہ اللہ کی طرف سے حکم دینے اور فتوی بیان کرنے پر مامور ہوئے تھے پس جو حکم انھون نے بیان کیا وہ ضرور واجب العمل ہوگا اور انکے حکم کی نسبت یہ کہنا کہ مصلحت کی وجہ سے انھون نے جھوٹ بولا درحقیقت اونکی امامت کا انکار کرنا ہے۔

۱۹ **کیا عوام** اس خبر سے متحیر نہونگے کہ شیعون کی روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت معصومین کی یہ عادت تھی کہ اللہ جو اپنی نعمتون کی بشارت انکے پاس بھیجا کرتا تھا اسکو کئی کئی بار رد کیا کرتے تھے اور قبول کرنے مین عذر کرتے تھے اور بڑی مشکل سے قبول کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اصول[1] کافی مین ہے۔

عن ابی عبد الله علیه السلام قال ان جبرئیل نزل علی محمد صلی الله علیه وآله فقال له یا محمد ان الله یبشرک بمولود یولد من فاطمة تقتله امتک من بعدک فقال وعلی ربی السلام	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ انھون نے کہا کہ جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور انھون نے کہا کہ اے محمد اللہ تم کو ایک مولود کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ سے پیدا ہوگا تمھاری امت تمھارے بعد اسکو قتل کریگی تو رسول نے کہا اور میرے

رسول اور اہل بیت اللہ کی نعمتون کو رد کیا کرتے تھے

[1] اصول کافی صفحہ ۲۹۰

لاحاجة لی فی مولود یولد من فاطمه
تقتله امتی من بعدی فعرج ثم
هبط فقال له مثل ذلك فقال
یا جبرئیل وعلی ربی السلام لاحاجة
لی فی مولود تقتله امتی من بعدی
فعرج جبرئیل الی السماء ثم هبط
فقال یا محمد ان ربك یقرئك السلام
ویبشرك بانه جاعل فی ذریته الامامة
والولایة والوصیة فقال انی قد
رضیت ثم ارسل الی فاطمه
ان الله یبشرنی بمولود یولد
لك تقتله امتی من
بعدی فارسلت الیه ان
لاحاجة لی فی مولود تقتله امتك
من بعدك فارسل الیها ان الله
قد جعل فی ذریته الامامة والولایة والوصیة
فارسلت الیه انی قد رضیت۔

رب پر سلام ہو مجھکو ایسے مولود کی کچھ حاجت نہین جو فاطمہ سے پیدا ہو اور میری امت اسکو میرے بعد قتل کرے جبرئیل آسمان پر گئے اور پھر اوترے اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا تو رسولؐ نے کہا کہ اے جبریل اور میرے رب پر سلام ہو مجھکو ایسے مولود کی حاجت نہین جسکو میری امت میرے بعد قتل کرے۔ پھر چڑھے جبریل آسمان کی طرف پھر اوترے تو کہا اے محمدؐ بیشک تمہارا رب تمہین سلام کہتا ہی اور یہ بشارت دیتا ہی کہ اللہ اس مولود کی اولاد مین امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کرے گا۔ تب رسول نے کہا مین راضی ہوا۔ پھر فاطمہؓ کو پیغام بھیجا کہ اللہ نے مجھکو ایک بچے کی بشارت دی ہے جو تجھ سے پیدا ہوگا اور میری امت میرے بعد اسکو قتل کرے گی تو فاطمہؑ نے یہ جواب بھیجا کہ مجھکو ایسی اولاد کی حاجت نہین جسکو تمہاری امت تمہارے بعد قتل کردے۔ پھر پیغمبرؐ نے فاطمہؓ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اللہ نے اوسکی اولاد مین امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کی ہی تو کہلا بھیجا فاطمہ نے کہ مین راضی ہوگئی۔

اس روایت سے کئی نتیجے نہایت عجیب ظاہر ہوتے ہین۔

اول یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کو باوجود مرتبہ عبودیت کہ اپنے خالق کی عظمت وجلال کا (معاذاللہ) کچھ بھی ادب نہ تھا اور بڑی جرأت کے ساتھ بار بار اوسکے انعام کو رد کرتے تھے اگر کوئی دنیاوی بادشاہ کسی امیر کو انعام دینا چاہے اور وہ اسطرح رد کرے تو بادشاہ کی بہت بڑی توہین سمجھی جاویگی اور ہر شخص اس امیر کو بڑا گستاخ کہے گا نہ کہ عبد اور معبود کا معاملہ اس سے بڑھکر اور ناشکری کیا ہوگی حالانکہ جنکو قرب الٰہی زیادہ حاصل ہوتا ہے اونکو ادب بھی اوروں سے زیادہ ہوتا ہے اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوروں کے مقابلے مین خوف الٰہی زیادہ تھا۔

دوسرے یہ کہ اللہ نے جس چیز کو رسول اور جناب سیدہ کے لئے موجب نعمت اور رحمت تجویز کیا اور اسکی بشارت بھیجی ان دونون نے اسکو اپنے لئے مصیبت اور قابل رد سمجھا پس معلوم ہوا کہ اللہ کو حکیم اور لطیف اور خبیر نجانا اور اپنی رائے اللہ کی تجویز پر غالب سمجھی اور یہ خیال نہ کیا کہ جس چیز کی اللہ نے بشارت بھیجی ہے وہ ضرور بہت بڑی نعمت ہوگی۔

تیسرے یہ کہ شہادت فی سبیل اللہ مین وہ دونون کچھ بھی فضیلت نجانتے تھے بلکہ شہادت کو نہایت حقیر اور قابل رد سمجھتے تھے۔

چوتھے یہ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ذات مبارک مین (معاذاللہ) کچھ بھی خوبی نہ تھی بلکہ اسوجہ سے کہ اونکی قسمت مین شہادت مقرر ہوچکی تھی اونکی ذات بیزاری کے لایق تھی اور اگر اونکی اولاد مین امامت مقرر نہوئی ہوتی تو ہرگز اونکی ذات قبول نہ کیجاتی۔

پانچویں یہ کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ذات حسینؑ سے بھی زیادہ بیزاری کے لایق تھی اسلئے کہ اونکی قسمت مین بھی شہادت تھی اور اونکی اولاد مین امامت بھی نہ تھی اسیوجہ سے اللہ نے اُنکو بغیر بشارت بھیجنے کے پیدا کردیا ورنہ وہ کسی طرح نہ قبول کئے جاتے اور اُنکے قبول کرانے مین اللہ کو بڑی مشکل پیش آتی - معاذ اللہ -

چھٹے یہ کہ اللہ نے رسول کے پاس تین مرتبہ بشارت بھیجی مگر امر امامت کو اول دو مرتبہ مین ظاہر نکیا شاید اسمین یہ مصلحت تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) فضیلت رد نعمت کو دو مرتبہ حاصل کرلین اور عبد شکور بن جاوین -

ساتوین یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اول بار جناب سیدہ رض کے پاس بشارت بھیجی تو امر امامت ظاہر نہ کیا اس سے بھی شاید یہی غرض تھی کہ ایک مرتبہ سنت رد کو ادا کرلین اے حضرات شیعہ انصاف کرو کہ تمھارے راویون نے کیا کیا افترا کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی تہمتین ناشکری اور بے ادبی وغیرہ کی لگائین - حضرت جبریلؑ کو بار بار آسمان پر چڑھنے اور اُترنے کی کشاکش مین ڈالا -

طرفہ یہ ہے کہ بظاہر مجبور ہوکر اگرچہ جناب سیدہ رض نے رضامندی ظاہر کردی مگر دل مین وہی ناگواری اور بیزاری موجود تھی اور اللہ کی اس بشارت کو اُنھون نے صدق دل سے قبول نہین کیا چنانچہ حمل بھی اُنکو ناپسند تھا اور ولادت حسینؑ کے وقت بھی اس فرزند سے اُنکو سخت بیزاری تھی چنانچہ اصول کافی[۵] مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت مذکور ہے کہ -

---

[۵] اصول کافی ص۲۹۴

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما حملت فاطمہ بالحسین جاء جبریل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ فقال ان فاطمۃ ستلد غلاما تقتلہ امتک من بعدک فلما حملت فاطمۃ بالحسین کرہت حملہ وحین وضعتہ کرہت حملہ ثم قال ابو عبد اللہ علیہ السلام لم تر فی الدنیا ام تلد غلاما تکرھہ ولکنھا کرھتہ لما علمت انہ سیقتل قال وفیہ نزلت ھذہ الایۃ حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا

جب فاطمہ کو حسینؑ کا حمل ہوا تو جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھون نے کہا کہ فاطمہؑ کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جسکو تمھاری امت تمھارے بعد قتل کرے گی پھر جب فاطمہؑ کو حسینؑ کا حمل ہوا تو انکو حسینؑ کا حمل ناپسند تھا اور جب حسینؑ پیدا ہوئے تو اونکا پیدا ہونا بھی ناپسند تھا دنیا مین کوئی ماں ایسی نہین دیکھی گئی کہ اپنے فرزند کی ولادت اسکو ناپسند ہو لیکن فاطمہؑ نے حسینؑ کی ولادت اسوجہ سے ناپسند کی کہ انکو معلوم ہوگیا تھا کہ حسین قتل ہونگے پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انھین کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ حمل مین رکھا اسکو اسکی ماں نے ناپسندیدگی مین اور جنا اسکو ناپسندیدگی مین۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو اس آیت کی تفسیر کی اس سے ظاہر ہوگیا کہ اس آیۃ مین کراہت سے درد اور ایذا کی کراہت مراد نہین ہے بلکہ ناپسندی اور ناگواری طبیعت مراد ہے اور خاص جناب امام حسین علیہ السلام کے حمل اور ولادت اور انکی والدہ ماجدہ جناب سیدہ علیہا السلام کی اس سے بیزاری کا بیان ہے۔
حسینؑ مظلوم کی یہ حالت ہوئی کہ اونکی بشارت کو دو مرتبہ رسولؐ نے اور ایک مرتبہ جناب

جناب فاطمہ علیہا السلام کو حسینؑ کی ولادت سے بیزاری تھی

سیّدہؑ نے رد کیا آخر کو قبول بھی کیا تو جناب سیدہؑ نے دل سے قبول نہ کیا اور اونکی ولادت سے سخت بیزار ہوئین۔

پس جس مظلوم بچے کی ولادت کے وقت ایسی قدر ہوئی اگر اوسکی موت بھی مظلومی سے ہوئی تو (اول را بآخر نسبتے ہست) کا مضمون صادق آگیا۔

حسینؑ نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا

آخر جب حسینؑ غیور پیدا ہوئے تو انھون نے اپنی ماں جناب سیدہ کا دودھ ہرگز نہ پیا اور جب ماں کا دودھ چھوڑا تو کسی دوسری عورت کا دودھ کیون پیتے تب رسولؐ کو اپنے فرزند غیور کے لئے اپنے انگوٹھے سے دودھ نکالنا پڑا چنانچہ کافی[1] کی پہلی روایت جو ہم نقل کر چکے اوسکے آخر مین یہ بھی ہے۔

ولم یرضع الحسین من فاطمة علیها السلام ولا من انثی کان یوتی به النبی صلی الله علیه وآله فیضع ابهامه فی فیه فیمص منها ما یکفیه الیومین او الثلث	حسینؑ نے نہ فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس انکو لاتے تھے تو نبیؐ اپنا انگوٹھا انکے منھ مین رکھدیتے تھے تو وہ اسقدر چوس لیتے تھے کہ دو یا تین دن کو کافی ہو۔

ہائے اے شبیر مظلومی تری
رد ہوئی تیری بشارت تین بار

گرچہ راضی ہو چکین تھین فاطمہ
پھر بھی تھی تیری ولادت ناگوار

کرتی ہی اس رمز کو قرآن مین
حملته امه کرها کی آیت آشکار

تمکو بھی غیرت کا ایسا جوش تھا
دودھ اوس ماں کا نچوسا زینہار

[1] اصول کافی ص ۲۹۵

اب حضرات شیعہ براہ انصاف بیان فرمائین کہ اللہ کی بھیجی ہوئی بشارت کو اسطرح رد کرنا اور اللہ کی نعمت کو مصیبت سمجھنا اور رضامندی کا اقرار کرنے کے بعد پھر اوس سے بیزار ہونا کیسا ہے۔ ع

خدا سے کسکو جائز اسطرح رد و بدل ہوگا
تمہین انصاف سے کہدو یہ عقدہ کیسے حل ہوگا

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ رسولؐ نے جو دومرتبہ اور جناب سیدہؑ نے ایک مرتبہ بشارت حسینؑ کو اس نفرت کے ساتھ رد کیا اور حمل اور ولادت کے وقت بھی جناب سیدہ بیزار تھین جس بیزاری کا قرآن مین بھی تذکرہ ہوا یہ بیزاری فقط اتنے لئے تھی کہ آخر کو حسین علیہ السلام امت رسولؐ کے ہاتھ سے قتل ہونگے اگر یہ قتل ہونا کوئی عیب تھا تو یہ صفت تو جناب امیر اور جناب امام حسن علیہما السلام مین بھی موجود تھی اور یہ دونون بھی آخر مین مظلومی کے ساتھ شہید ہوئے۔ حسین علیہ السلام کے قتل ہونے کا صدمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ علیہا السلام کی حیات مین پیش آنے والا نہ تھا بس اونکی بشارت کو رد کرنا اور اُنکی ولادت سے ناراض ہونا گویا قبل از مرگ واویلا تھا۔ بالفرض اگر اُن دونون کی حیات مین بھی یہ حادثہ پیش آنیوالا ہوتا تو اُنسے بڑھکر جادۂ رضا و تسلیم مین ثابت قدم اور کون ہوسکتا ہی۔ کیا اپنی اولاد کے لئے وہ کوئی ایسا انتظام چاہتے تھے کہ اونکے بعد بھی اونکی اولاد پر کوئی صدمہ نہ آوے حالانکہ یہ بھی معلوم ہوچکا تھا کہ سب سے زیادہ مصائب اہلبیت کے لئے مقرر ہوچکے ہین۔

فا حسین علیہ السلام نے تقیہ کیون نکیا۔

اب ان سب سے قطع نظر کیجئے اور اس امر پر غور کیجئے کہ واقعۂ شہادت حسینؑ مین کیا مصیبت تھی جسکے مقابلے مین اجرِ شہادت کی کچھ وقعت نہ سمجھی گئی اور بشارت حسینؑ کو بار بار رَدّ کیا گیا۔

شہادت حسین علیہ السلام کے واقعات مین سب سے پہلا امر جو باسبابِ ظاہر باعث اس حادثہ کا ہوا یہ تھا کہ جناب امام علیہ السلام نے بیعت یزید کی گوارا نہ کی اور طریقہ انبیاء اور سُنت جنابِ امیر کی مخالفت کی اونکے سامنے جناب امیر نے خلفائے ثلثہ سے اور جناب امام حسنؑ نے امیرِ شام سے بیعت کی تھی۔ پھر جناب امام حسین علیہ السلام کو انکارِ بیعت کی کوئی وجہ نہ تھی جو ایسے وقت مین تقیہ کو جو اُسوقت اونپر واجب تھا ترک کیا۔ کیا مذہب اہلبیت کو چھوڑ کر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے واسطے کوئی نیا مذہب تجویز کیا تھا جو اپنے باپ اور بھائی کا طریقہ چھوڑا۔

شیعون کے مشہور مناظر مولوی حامد حسین صاحب لکھنوی نے اپنے والد ماجد مولوی سید محمد قلی صاحب کا رسالہ تقیہ جو اپنی طرف سے اصلاح اور ترمیم کے بعد چھپوایا ہی اُس مین اس مشکل لاحل کا جواب یُون دیا ہے۔

”شیعیان قایل تقیہ علی الاطلاق فی جمیع الازمنہ والاحوال نیستند وقطع نظر ازین چون اہلِ کوفہ عہود ومواثیق بسیار کردند ونامہ ہاے بیشمار نوشتند واحکام مبنی برظاہر ست لہذا آنجناب عزمِ جہاد فرمودہ بود ہرگاہ بیوفائی وغدرِ اوشان ظاہر شد ہرچند قصد رجوع کرد لیکن ممکن نشد واگر توہم کردہ شود

کہ چرا در آن وقت بیعتِ عمر سعد و ابنِ زیاد نہ نمود پس مدفوع ست
باین کہ غالباً آنحضرت دانستہ باشد کہ آن ملاعنہ از غدر و بیوفائی
باز نہ خواہند آمد اگرچہ آنحضرت بیعت ہم کنند"

اس عبارت کے پہلے فقرے کا حاصل یہ ہوا کہ شیعے ہر وقت مین اور ہر حالت مین تقیہ کے قائل نہین مگر اس شبہ کے جواب مین یہ تقریر محض بے فائدہ ہی اس لئے کہ ہر حالت سے بحث نہین بلکہ فقط حالتِ خوف سے بحث ہی اور جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے اس وقت مین بیشک حالتِ خوف موجود تھی اور وہی حالت تھی جس حالت مین جناب امام حسن علیہ السلام نے تقیہ کرکے امیر شام کی بیعت کی تھی بلکہ اہلِ شام کی قوت اور زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے اور زیادہ خوف کی حالت تھی پس اُنکے لئے تقیہ ضرور واجب تھا۔

اُصول[1] کافی مین ابو عمیر اعجمی سے روایت ہے کہ۔

قال قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ والتقیۃ فی کل شیٔ الا فی النبیذ والمسح علی الخفین۔	وہ کہتا ہی کہ مجھسے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو عمر بیشک دین کے دس حصّون مین سے نو حصّے دین تقیہ مین ہی اور جو تقیہ نکرے اوسکا دین ہی نہین اور تقیہ ہر چیز مین ہے مگر نبیذ مین اور موزون پر مسح کرنے مین۔

[1] اصول کافی ص۴۸۲

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ تقیہ ایک ایسی ضروری چیز ہے کہ نو حصّے دین تقیہ مین ہی اور ایک حصّہ باقی ارکان دین (یعنی توحید اور اور اقرار رسالت و امامت و ادائے فرائض وغیرہ) مین اور جو تقیہ نکرے وہ بے دین ہی پس سخت تعجب ہی کہ امام حسین علیہ السلام نے تقیہ کے ان مناقب اور ترک تقیہ کی اس وعید پر کیون نہ لحاظ کیا اور حکم تقیہ سے فقط دو چیزین مستثنیٰ ہین ایک نبیذ دوسرے موزونپر مسح کرنا۔ ان دونون چیزون مین کسی حالت مین تقیہ جائز نہین انکے سوا سب چیزون مین تقیہ ہے بلکہ تقیہ ایک ایسا عمدہ حیلہ ہی کہ تقیہ کی آڑ مین جناب امیر پر تبرّا کہنا بھی جائز ہی چنانچہ اصول کافی[سلہ] مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی۔

عن مسعدۃ بن صدقۃ قال قیل لابی عبد اللہ علیہ السلام ان الناس یروون ان علیا علیہ السلام قال علی منبر الکوفۃ ایھا الناس انکم ستدعون الی سبی فسبونی ثم تدعون الی البراءۃ منی فلا تبرؤا منی۔ فقال ما اکثر ما یکذب الناس علی علی علیہ السلام ثم قال انما قال ستدعون الی سبی فسبونی ثم

مسعدہ بن صدقہ سے روایت ہی وہ کہتا ہی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ پونچھا گیا کہ لوگ روایت کرتے ہین کہ علی علیہ السلام نے ممبر کوفہ پر یہ فرمایا کہ اے لوگو تم بلائے جاؤگے مجھے برا کہنے کی طرف تو مجھکو برا کہہ لیجیو پھر بلائے جاؤگے مجھسے تبرّا ظاہر کرنے کی طرف تو مجھہ پر تبرا ظاہر مت کیجیو۔ تو فرمایا کہ بہت جھوٹ بولتے ہین لوگ علی علیہ السلام پر پھر فرمایا کہ علی علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ تم بلائے جاؤگے مجھہ برا کہنے کی طرف تو مجھے برا کہدیجیو پھر بلائے

سلہ اصول کافی ص ۴۸۴

ستدعون الی البرائۃ منی وانی لعلی دین محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ ولم یقل ولا تبرؤا منی۔ فقال لہ السائل ان اختار القتل دون البرائۃ فقال واللہ ما ذلک علیہ وما لہ الا ما مضی علیہ عمار بن یاسر حیث اکرھہ اھل مکۃ	جاؤ گے مجھسے بیزاری ظاہر کرنے کی طرف حالانکہ مین دین محمد صلی اللہ علیہ وآلہ پر ہون اور علی علیہ السلام نے یہ نہین فرمایا کہ مجھسے بیزاری ظاہر مت کیجیو۔ تو سائل نے پوچھا کہ اگر وہ قتل ہونا اختیار کرے اور تبرا کہنا گوارا نہ کرے تو فرمایا کہ واللہ یہ اوسپر واجب نہین۔ اور نہین جایز اوسے مگر وہی جو عمار بن یاسر نے کیا جب اہل مکہ نے اوسپر جبر کیا۔

حاصل اس روایت کا یہ ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کسی نے یہ روایت بیان کی کہ جناب امیر نے فرمایا تھا کہ مجھکو برا کہہ لیجیو مگر مجھپر تبرا ست کیجیو اس روایت کو امام جعفر صادقؑ نے جھوٹا بتایا اور یہ اجازت دی کہ حالتِ خوف مین جناب امیر پر تبرا کہنا جایز ہے جیسے عمارؓ نے اہلِ مکہ سے مجبور ہو کر کلمات کفر کے کہے تھے۔

تعجب ہے کہ تقیہ مین جنابِ امیر پر تبرا جایز ہو مگر نبیذ پینا اور موزون پر مسح کرنا جایز نہ ہو۔ بہرحال یزید کی بیعت جناب امیر پر (معاذ اللہ منہا) تبرا کہنے سے بہت سہل تھی پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے اجرِ تقیہ کیون چھوڑا اور سنت اماماین سابقین کی کیون مخالفت کی۔

جناب امام حسین علیہ السلام کے واسطے تو یقیناً حالتِ خوف تھی حالانکہ تقیہ تو بغیر حالت

خوف کے اور بغیر مصلحت دینی کے بھی جائز ہے بلکہ سنت انبیا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف[1] علیہ السلام کے تقیہ سے یہ مضمون بہت اچھی طرح ظاہر ہو چکا۔

یہ کہنا بھی صحیح نہین کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اسوجہ سے تقیہ نہ کیا کہ اُنھون نے اہل کوفہ کے خطوط سے دہوکا کھا کر عزم جہاد کیا تھا اس لئے کہ جب مدینہ مین یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے اُسوقت تک اہل کوفہ کے خطوط نہین آئے تھے پس کوئی وجہ تقیہ چھوڑنے کی نہ تھی۔ قطع نظر اسکے حالت خوف مدینہ مین بلکہ تمام عرب مین موجود تھی اس لئے کہ یہ سب مُلک یزید کی حکومت مین تھا اور جن شیعیان عراق نے خط لکھے تھے اور اُن سے مدد کی امید تھی وہ کوفہ مین تھے ایسی حالت مین تقیہ چھوڑنے کا کیا موقع تھا اور عزم جہاد مانع تقیہ نہ تھا حالت خوف مین تقیہ کر کے بیعت کرتے اور جب سامان جہاد مہیا ہو جاتا جہاد کرتے۔ کیا جناب امام حسن علیہ السلام کی حالت یاد نہ تھی کہ اونھون نے عزم جہاد چھوڑا اور تقیہ کر کے امیر شام کی بیعت کی علاوہ اسکے جناب امام حسین علیہ السلام نے اہل کوفہ کے خطوط پر ابتدا مین ہرگز اعتماد نہین کیا تھا بلکہ امتحان کے لئے حضرت مسلم کو بھیجا جب مُسلم کا خط آگیا اُسوقت عزم جہاد کیا۔ صرف شیعیان کوفہ کی خطوط کو دیکھ کر عزم جہاد کیسے کر سکتے تھے حالانکہ اُنکی بد عہدی پہلے سے معلوم تھی اس لئے کہ جناب امیر اور جناب امام حسن علیہما السلام کو بھی وہ دغا دے

---

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صلا

چکے تھے پھر ایسے دغابازونکی تحریرین کیا قابلِ اعتبار تھین پس اس مین کچھ شک نہین کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام نے بعیتِ یزید سے انکار کیا وہ حالتِ خوف تھی اور ایسی حالت مین تقیہ واجب تھا اور ترک تقیہ کی صورت مین وعید لَادِیْنَ لِمَنْ لَاتَقِیَّۃَ لَہٗ موجود یعنی جو تقیہ نکرے وہ بیدین ہے۔

سب سے زیادہ عجیب یہ قول ہے کہ (اہلِ کوفہ کی بیوفائی ظاہر ہونے کے بعد امام نے ہرچند قصد رجوع کیا مگر رجوع ممکن نہوا)

رجوع ممکن نہونے کی وجہ فقط یہ تھی کہ برادرانِ مسلم رض رجوع پر راضی نہوئے۔ پس جب اُنھون نے امام کے حکم کی اطاعت نہ کی اور نافرمان بنگئے تو امام نے اونکی رائے سے موافقت کیون کی اور تقیہ واجب کو ترک کیا امامین سابقین کی مخالفت کی وعید لَادِیْنَ لِمَنْ لَاتَقِیَّۃَ لَہٗ کا بھی لحاظ نہ کیا۔

مولوی حامد حسین اور اونکے والد ماجد نے جو یہ تحریر فرمایا کہ (ہرچند قصد رجوع کرد ممکن نشد) اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ بعض شیعہ جو امام کے تقیہ نکرنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ (امام کو عزم جہاد کے بعد رجوع جایز نہین) اور بعض یہ کہتے ہین کہ (امام نے اپنے عہد پر عمل کیا جو منزل من اللہ تھا اور اُس مین یہی حکم تھا کہ جاؤ لڑو اور مرو) یہ دونون جواب باطل ہین اس لیے کہ ان دونون صورتون مین امام کو قصد رجوع ہرگز جایز نہوتا حالانکہ امام نے رجوع کی کوشش کی جس مین مخالفت برادران مسلم کی وجہ سے کامیابی نہوئی۔

اب اس امر پر بھی غور کرنا چاہیے کہ شُبہ یہ تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے حالتِ خوف مین تقیہ کیون نہ کیا اسکا جواب صاحب رسالہ تقیہ نے یہ دیا کہ" ہرچند قصد رجوع کیا مگر ممکن نہ ہوا۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ امامؑ نے حتی الامکان رجوع کی کوشش کی مگر رجوع کرنا اونکے اختیار سے باہر ہوگیا اور وہ مجبوری اور بے اختیاری کی حالت مین خلاف اپنی مرضی کے کربلا تک پہنچادئے گئے تب بھی یہ جواب اُس شُبہ کو زائل نہین کرتا اس لئے کہ قصدِ رجوع تقیہ نہین ۔قصدِ رجوع سے یہ مراد ہی کہ جہاد کا قصد ترک کیا تھا۔مگر بیعت نکرنے پر وہی اصرار باقی تھا اور تقیہ کی صورت تو یہ تھی کہ یزید کے یا سرداران یزید کے پاس جاکر یزید کی بیعت کر لیتے بس باوجود قصد کر رجوع ممکن نہ ہونے سے ترکِ تقیہ واجب کا الزام نہین اُٹھ سکتا اسلئے کہ قصد رجوع کیا تھا نہ قصدِ تقیہ۔

کربلا مین پہنچنے کے بعد جب امام کا راستہ روکا گیا اور دو روز تک فریقین مین بحث رہی اُسوقت بھی امامؑ نے تقیہ نکیا اور انکار بیعت پر اصرار رہا اسکا جواب یہ دیا گیا کہ (امام شاید یہ جانتے ہونگے کہ بیعت کرنا کچھ مفید نہو گا اور اہلِ شام کسی صورت مین بیوفائی نہ چھوڑین گے) مگر یہ جواب ہرگز صحیح نہین اس لئے کہ یہ جاننا بطور الہام یا خبر رسول یا جفر و نجوم وغیرہ علوم ائمہ کے ہو گا اُسکا اعتبار نہین اس لئے کہ صاحبِ رسالہ تصریح کرچکے ہین کہ احکام ظاہر حال پر مبنی ہوتے ہین۔ ظاہری حالت جو روایات شیعہ سے ثابت ہوتی ہی وہ یہی ہی کہ گروہِ شام بیعت کا طالب تھا پس ظاہری حجت ختم

کرنا واجب تھی۔ ملا باقر مجلسی نے جو روایتین جلاء العیون مین لکھی ہین اُن سے ظاہر ہوتا ہی کہ عمر سعد وغیرہ آخر وقت تک اس کوشش مین تھے کہ کسی طرح امام بیعت یزید کرلین اور اُنکو امام سے لڑنا سخت ناگوار تھا مگر جب امام نے بیعت نہ کی تب مجبور ہوکر اُنھون نے امام کو شہید کیا۔

امام زین العابدین کا یزید کے سامنے اقرار غلامی کرنا۔

آخر انھین امام حسین علیہ السلام کے خلف الصدق جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے کیسی عاجزی کے ساتھ یزید کی غلامی کا اقرار کیا چنانچہ کافی کی کتاب الروضہ[1] مین ہی

عن یزید بن معاویة قال سمعت ابا جعفر علیه السلام یقول ان یزید بن معاویة دخل المدینة وهو یرید الحج فبعث الی رجل من قریش فاتاه فقال له یزید اتقر لی انك عبد لی ان شئت بعتك وان شئت استرققتك فقال له الرجل والله یا یزید ما انت باكرم منی فی قریش حسبا ولا كان ابوك افضل من ابی فی الجاهلیة والاسلام

یزید بن معاویہ کہتا ہی کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ یزید بن معاویہ مدینہ مین آیا اور اُسکا ارادہ حج کا تھا تو اُس نے قریش مین سے ایک شخص کو بُلایا جب وہ آیا تو اُس سے یزید نے کہا کہ کیا تو میرے واسطے یہ اقرار کرتا ہی کہ تو میرا غلام ہے اگر مین چاہون تو تجھے بیچ ڈالون اور اگر چاہون اپنا غلام بنائے رکھون تو یزید سے اُس شخص نے کہا کہ واللہ اے یزید باعتبار حسب کے تو قریش مین مجھسے زیادہ بزرگ نہین اور نہ تیرا باپ میرے باپ سے افضل تھا نہ زمانہ جاہلیت مین نہ زمانہ

[1] کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ صئلا

وما انت بافضل منی فی الدین
ولا بخیر منی فکیف اقر لك
بما سألت فقال له یزید ان لم
تقر لی والله قتلتك فقال
له الرجل لیس قتلك ایای باعظم
من قتلك الحسین بن علی فامر به
فقتل۔

ثم ارسل الی علی ابن الحسین بن علی
علیہم السلام فقال له مثل مقالة
للقرشی فقال له علی بن الحسین
علیہما السلام ارایت ان لم اقر لك
الیس تقتلنی کما قتلت الرجل
بالامس فقال له یزید لعنه الله
بلی۔ فقال له علی بن الحسین
علیہما السلام انا عبد مکره لك
فان شئت فامسك وان شئت فبع

اسلام مین اور نہ تو مجھسے دین مین افضل ہی اور نہ بہتر
پس مین تیرے لئے ایسا اقرار کیون کرون جو تو چاہتا ہے
تو یزید نے اُس سے کہا کہ اگر تو میرے سامنے ایسا
اقرار نکرے گا تو مین تجھکو قتل کرونگا تو یزید سے اُس
شخص نے کہا کہ تیرا مجھکو قتل کرنا حسین بن علی بن رسول
کے قتل کرنے سے بڑا نہین تو یزید نے اوسکے قتل کا
حکم دیا اور وہ قتل ہوگیا۔

پھر اُس نے امام زین العابدین علیہ السلام کو بلایا اور
اونسے بھی وہی گفتگو کی جو قرشی سے کی تھی۔ تو امام
زین العابدین علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ مجھے
یہ بتا کہ اگر مین تجھسے یہ اقرار نکرون تو کیا مجھکو تو اسی
طرح قتل نہ کرے گا جیسے تونے کل اُس شخص کو قتل
کردیا۔ تو امام سے یزید ملعون نے کہا کہ ہان ایسا ہی کرونگا
تو اُس سے امام زین العابدین علیہ السلام نے کہا کہ
مین مجبوری مین تیرا غلام ہون تو چاہے تو مجھے غلامی
مین رکھ اور چاہے بیچ ڈال۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے حالت مجبوری

مین کس طرح یزید کی غلامی کا اقرار کیا اور اپنی جان بچالی امام حسینؑ نے بیعت نہ کی اور اپنی جان کھوئی۔

اگر بدیر تو اندیشہ تمام کند

آمدم بر سر مطلب اب غور فرمائیے کہ جب شہادت کی وجہ سے بشارت حسینؑ بار بار رد ہوتی تھی اور اونکی ولادت بھی ناگوار تھی وہ ایسی چیز تھی جسکو جناب امام حسینؑ نے باسباب ظاہر اپنے قصد سے اختیار کیا اس لئے کہ تقیہ نکیا اب اس سے بھی قطع نظر کیجئے اور اسکے بعد کے واقعات پر غور کیجئے۔

اگر اُنکی تنہائی اور بیکسی کی مصیبت سخت سمجھی گئی تھی جسکی وجہ سے یہ نفرت تھی کہ رد بشارت تک نوبت پہنچی تو یہ بھی اُنھون نے باختیار خود بڑھائی اور جو فوج اُنکے ساتھ تھی اُسکو رخصت کر دیا چنانچہ مُلّا باقر مجلسی نے حیات القلوب[1] مین لکھا ہے۔

"در تفسیر امام حسن عسکری مسطورست کہ امام فرمود کہ چون امتحان کردہ شد امام حسینؑ و آنہا کہ با آنحضرت بودند بالشکر شقاوت اثر کہ اورا شہید کردند و سر مبارکش را با خود داشتند در آنوقت فرمود بہ لشکر خود کہ شما را حلال کردم از بیعت خود پس ملحق شوید بخویشان و قبیلہا و دوستان خود و باہل بیت خود فرمودہ کہ حلال کردم بر شما بیعت خود را کہ شما تاب مقاومت این جماعت ندارید زیرا کہ آنہا اضعاف شمایند و قوت و تہیہ

[1] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۵۹۳

ایشان زیادہ از ہمت مرا باشان واگذارید کہ حق تعالےٰ مرا یاری خواہد کرد ومرا از نظر نیک خود خالی نخواہد گذاشت پس لشکر آنحضرت مفارقت کردند و خویشان نزدیک آنحضرت ابا کردند وگفتند ما از تو جدا نمی شویم"

اس روایت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جناب امام نے اپنے اختیار سے اپنی جماعت کم کرلی اور لشکر کو خوشی سے رخصت کردیا باینہمہ اونکے عزیز واقربا جو بہتر آدمی تھے آخر وقت تک اونکے ساتھ رہے۔

اسکے علاوہ اللہ کی مدد اونکے لئے نازل ہوئی تھی جسکو اُنھوں نے اپنے اختیار سے قبول نہ کیا اصول[۵] کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ

قال لما نزل النصر علی الحسین بن علی کان بین السماء والارض ثم خیر النصر او لقاء اللہ فاختار لقاء اللہ	امام فرماتے ہین کہ جب نصر حسین علیہ السلام پر نازل ہوا تو زمین اور آسمان کے درمیان مین تھا پھر اختیار دئے گئے حسین کہ اوسکی مدد اختیار کرین یا اللہ کی ملاقات اختیار کرین تو حسین نے اللہ کی ملاقات اختیار کی۔

شارحین کافی نے لکھا ہے کہ نصر نام ایک فرشتہ کا تھا جو امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے نازل ہوا تھا۔

اس روایت سے ظاہر ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر چاہین

---

[۵] اصول کافی صہ ۲۹۵

تو اُس بلا سے نجات پا دین اور اللہ کا فرشتہ اُسی وقت تمام فوج شام کو غارت کر دیتا مگر امام حسین علیہ السلام نے وہ مدد قبول نہ کی اور اللہ کی ملاقات اختیار کی۔ پس جس مصیبت کو باوجود قدرت کے فع نکیا وہ مصیبت ایسی ناگوار کیونکر ہو گئی کہ رسولؐ نے اور جناب سیدہ نے اوسکی وجہ سے بشارت حسین کو رد کیا اور جناب سیدہ کو ولادت حسینؑ ناگوار تھی۔ اس حدیث کا ترجمہ صافی شرح کافی مین اسطرح لکھا ہی۔

"روایت ست از امام باقر علیہ السلام گفت فرستاد اللہ عزوجل فرشتہ را کہ نامِ او نصرست بر امام حسین علیہ السلام در کربلا تا آنکہ ایستاد نصر میانِ آسمان و زمین برسرِ امام حسین علیہ السلام بعد ازان مخیر کرد امام حسین را گفت کہ نصرت براعدا میخواہی یا مرگ و ملاقات تو اللہ تعالی را پس کشتہ شد باختیار خود"

اگر یہ شبہ ہو کہ نصر کی مدد اس لئے اختیار نہ کی کہ اونکے عہد نامہ مین یہ حکم تھا کہ اگر قتل ہو جاؤ تو اسکا جواب یہ ہی کہ

اول تو عہد نامہ کا یہ حکم ہی ماننے کے لایق نہ تھا اس لئے کہ نص قرآنی کے مخالف تھا جسمین صاف یہ حکم ہی کہ اپنے اختیار سے ہلاکت مین نہ پڑو اور جو مضمون قرآن کے مخالف ہو وہ رد کرنے کے لایق ہے۔

دوسرے اگر یہ مان لیا جاوے کہ فی الواقع عہد نامہ کی روایت صحیح ہی اور یہ حکم باوجود مخالفت قرآن کے بھی ماننے کے لایق تھا تو ظاہر ہی کہ دوسرا حکم جو نصر کے ساتھ نازل ہوا کہ اختیار ہی کہ ان دونون صورتون مین سے جس صورت کو چاہو اختیار کرو

اس سے پہلا حکم عہدنامہ کا منسوخ ہوگیا جب دونوں حکم اللہ کی طرف سے تھے تو اعتبار آخر کے حکم کا ہوگا۔

اب اگر یہ شبہ ہو کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے نصر کی مدد اس لیئے اختیار نہ کی کہ تقدیر الٰہی معلوم ہوچکی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام اور بہت سے انبیاء سابقین بڑے شدومد سے اس حادثہ کی خبر دے چکے تھے۔ پس اگر جناب امام شہید نصر کی مدد اختیار کرلیتے تو اللہ کی تقدیر بدلتی اور یہ تمام پیشین گوئیاں غلط ہو جاتیں۔

اسکا جواب یہ ہی کہ امام اپنی جان بچانا اور ہلاکت سے بچنا واجب تھا اور اُسکی وجہ سے جو مشکلات لازم آتیں اُنہیں امام پر کیا الزام تھا۔

قطع نظر اسکے اللہ نے خود ان امور کا لحاظ نہ کیا اور امام کو اختیار دیا کہ دونوں صورتوں میں سے جونسی صورت چاہیں اختیار کرلیں پس اگر یہ امور نا شدنی ہوتے تو اللہ جنابِ امام کو اختیار کیوں دیتا جب اختیار دیدیا تو ان تمام اُمور کا تدارک بھی اللہ کے ذمہ تھا۔

اسکے علاوہ اللہ کو اپنی تقدیر بدلنے کا اختیار تھا وہ لوحِ محفوظ سے جس تقدیر کو چاہتا ہے محو کردیتا ہے اور جسکو چاہتا ہی باقی رکھتا ہی جسطرح اللہ نے خروج مہدی کا وقت سنہ ستّر میں مقرر کردیا تھا اور پھر قتلِ حسین کیوجہ سے ناراض ہوکر وہ وقت بدل دیا اور سنہ ایکسو چالیس ہجری مقرر کردئے اور پھر ناہلوں نے جو یہ حدیث مشہور کردی تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اُسکا وقت ہزاروں برس کے لئے ٹل گیا ائمہ کو بھی اوسوقت کی خبر

نہین دی گئی اس لئے کہ وہ اس راز کو چھپا نہ سکے حالانکہ اسرار دین کا چھپانا نہایت تاکید سے واجب کیا گیا ہی۔ مگر اُنھون نے خلاف مرضی آلہی ہر اہل و نااہل پر اس بھید کو ظاہر کردیا اور اہل و نااہل مین ذرا تمیز نہ کی پس جسطرح خروج مہدی کا وقت دومرتبہ ٹلگیا اور اللہ کی تقدیر دومرتبہ بدلی اور ائمہ معصومین کی پیشین گوئی دومرتبہ غلط ہوگئی۔ اسی طرح وقت شہادت حسینؑ بھی ٹلجاتا اور اس امر مین بھی اللہ کی تقدیر بدل جاتی اور پیشین گوئیون کا ظہور بھی ملتوی ہوجاتا اور پھر وقت ٹلتے ٹلتے قیامت تک ٹل سکتا تھا۔

آخر خروج مہدی کا وقت جو سنہ ستّر مین مقرر ہوا تھا وہ بھی تو شہادتِ حسینؑ کی وجہ سے ہی ٹلا تھا اس سے بہتر تھا کہ شہادت حسین ہی ٹلجاتی۔

اگر امام حسین علیہ السلام نصر کی مدد قبول کرلیتے تو اونکی جان بچنے کے سوا اور بھی کئی فائدے حاصل ہوتے۔

ایک یہ کہ اللہ کو اتنا غصّہ نہ آتا جسکی وجہ سے خروج مہدی کا وقت جو سنہ چالیس مین مقرر ہوچکا تھا بدلنا پڑا۔

دوسرے یہ کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صدمہ نہوتا جسکی وجہ سے بار بار خدا کی بھیجی ہوئی بشارت رد کرنا پڑی تھی۔

تیسرے یہ کہ شیعون پر دو احسان ہوتے ایک یہ کہ سنہ چالیس مین مہدی ظاہر ہوجاتے پس جو بے انتہا مصائب شیعون پر آئے اُس سے نجات ملجاتی اور اوسی وقت سے شیعون کا غلبہ ہوجاتا۔

دوسرے یہ کہ ہر سال جو بغیر حدوث کسی تازہ رنج کے باربار گریہ وزاری اور نوحہ وشیون مین مبتلا ہوتے ہین اس بے وجہ واویلا کی دردسری سے بھی چھوٹتے۔ افسوس کہ جناب امام نے نہ اپنی جان کا لحاظ کیا نہ اپنے ساتھیونکی جان کا۔ نہ یہہ خیال کیا کہ اللہ کا غضب تمام زمین والون پر نازل ہوگا۔ خصوصاً شیعون پر اُس کا اثر زیادہ پُہنچے گا۔ نہ یہ خیال ہوا کہ رسول اللہ صلعم اور جناب سیدہ کی روح مبارک پر وہ صدمۂ عظیم ہوگا جسکی وجہ سے ردِّ بشارت تک نوبت پُہنچی تھی۔ اگر وہ نصر کی مدد قبول کر لیتے تو یہ سب آفتین ٹل جاتین۔

بیان مذکورۂ بالا سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ آخر وقت تک کوئی مجبوری جناب امام حسین علیہ السلام پر نہ تھی پھر یہ واقعہ ایسا ناگوار کیون تھا جسکی وجہ سے اونکی بشارت باربار رد ہوتی تھی۔

اگر یہ گمان ہو کہ جو مصائب جنابِ امام اور اونکے ساتھیون پر بوقت قتل واقع ہوئے وہی ایسے ناگوار تھے جنکی وجہ سے ردِ بشارت تک نوبت پہنچے مثلاً اونکا جسم مبارک زخمون سے چور چور ہوا تیرون سے چھن گیا۔ خنجر کی تیز دھار گردن پر پھیری گئی۔ یہ سختیان ایسی تھین جن کا تصور بھی ناگوار تھا تو اس کا جواب یہ ہی کہ جنابِ امام پر درحقیقت کچھ بھی مصیبت نہ تھی۔ قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج[۱] والجرائح مین لکھا ہی کہ

عن ابی جعفر قال قال الحسین لاصحابہ قبل ان یقتل ان	امام باقر علیہ السلام سے روایت ہی وہ فرماتے ہین کہ امام حسین علیہ السلام نے قتل ہونے سے پہلے اپنے

[۱] الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی ص۱۳۱ فصل الرجعۃ ۱۲

رسول اللہ قال یا بنیَّ انک سنساق الی العراق و انک تستشہد بہا و یستشہد معک جماعۃ من اصحابک لا یجدون الم مس الحدید و تلا قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم یکون الحرب علیک و علیہم بردا و سلاما فابشروا

ساتھیون سے کہدیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اے میرے بیٹے قریب ہی کہ تو نکالا جائیگا عراق کی طرف اور تو وہان شہید کیا جاویگا اور تیرے ساتھ ایک جماعت تیرے ساتھیونکی شہید ہوگی۔ نہ پاوین گے ایذا آہنی ہتھیارون کے زخمونکی اور پھر یہ آیت پڑھی کہ قلنا یا نارُ کونی الخ یعنی ہمنے کہدیا کہ اے آگ ہو جا ٹھنڈک اور سلامتی ابراہیم پر ہو جاوے گی جنگ تجھپر اور اونپر ٹھنڈک اور سلامتی پس تم بشارت پالو۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ کربلا کی تمام سختیان جناب امام حسین علیہ السلام اور اونکے ساتھیون پر آسان ہوگئی تھین پہلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی خبر دیگئے تھے اور جناب امام نے اپنے ساتھیون کو پہلے سے یہ بشارت سُنا دی تھی۔ شاید اسی وجہ سے امام حسین علیہ السلام نے کوئی موقع اپنے بچاؤ کا اختیار نہ کیا اور اللہ کی مدد بھی قبول نہ کی اور خوشی خوشی موت پر راضی ہوگئے اس لئے کہ اُس حالت مین اونپر کوئی سختی نہ تھی بلکہ بہت راحت تھی اور وہی حالت تھی جیسے نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ مین ڈالا تھا اور وہ اونپر گلزار ہوگئی تھی۔

اب اگر یہ خیال ہو کہ شاید بعد قتل اونکی لاشین گھوڑونکی ٹاپون سے روندی گئی ہونگی

یہ مصیبت ناگوار تھی اور اسی وجہ سے بشارت رد کی گئی اور ولادتِ حسین ناگوار تھی سو یہ خیال بھی صحیح نہین چنانچہ اصول کافی[1] مین روایت ہی کہ جب امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے تو قوم نے یہ ارادہ کیا کہ اونکے جسم کو گھوڑون سے روندین حسبِ اتفاق ایک شیر ایک طرف کھڑا ہوا تھا فضہ رضی اللہ عنہا شیر کے پاس گئین تو فضہ نے شیر سے

فقالت یا ابا الحارث فرفع راسه ثم قالت اتدری ما یریدون ان یعملوا غدا بابی عبد الله یریدون ان یوطئ الخیل ظهره قال فمشی حتی وضع یده علی جسد الحسین علیه السلام فاقبلت الخیل فلما نظروا الیه قال لهم عمر بن سعد لعنه الله فتنة لا تثیروها انصرفوا فانصرفوا

کہا کہ اے ابو الحارث تو شیر نے اپنا سر اوٹھایا پھر فضہ نے کہا کہ تجھکو معلوم ہی کہ دشمنون کا کیا ارادہ ہے کہ کل کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا کرینگے اونکا ارادہ ہے کہ گھوڑے اُنکے اوپر دوڑاوین۔ راوی کہتا ہے تو شیر چلا اور اُس نے اپنا ہاتھ حسین[2] کے جسمِ مبارک پر رکھدیا تو سوار آئے جب اُنھون نے شیر کو دیکھا تو اُن سے عمرِ سعد نے کہا کہ یہ فتنہ ہے اسکو مت اُٹھاؤ پھر چلو تو سب پھر گئے۔

اگر یہ خیال ہو کہ اگرچہ جناب امام حسین علیہ السلام پر میدانِ کربلا مین کسی قسم کی تکلیف نہین ہوئی اور نہ اُنکی لاش روندی گئی اور بڑی راحت وعیش مین اُنکی شہادت ہوگئی جیسا کہ جرائح کی روایت سے ظاہر ہو چکا مگر بعد شہادتِ امام جو اہلبیت کو اسیر کرکے یزید کے پاس لے گئے وہانکی سختیان جو اہلِ بیت پر گذرین وہ ناگوار

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۵ ۔ ابو الحارث عرب مین شیر کی کنیت ہے۔

تھین اسوجہ سے بشارت حسینؑ رد ہوتی تھی اور ولادت حسینؑ ناگوار تھی تو ان واقعات کی تفصیل جو مُلّا باقر مجلسی نے جلاء العیون مین تحریر فرمائی ہی اُس کو ہم تنقیح[1] سے نقل کرتے ہین ۔

"یزید گفت اے ہند نوحہ وزاری بکن بر فرزند رسول خدا و بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین در امر او تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم پس اہل بیت را در خانہ او جائے داد و ہر چاشت و شام حضرت امام زین العابدین را بر سر خوان خود مے طلبید"

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ یزید نے اہل بیت کو بہت تعظیم سے رکھا اور بڑی عزت کے ساتھ مہمانی کی اور شہادت حسینؑ سے اپنی بیزاری ظاہر کی اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد دُنیا کے آدمیون مین سب سے پہلے ماتم حسین کا حکم یزید نے دیا اور سب سے پہلے یہ رسم یزید نے جاری کی اور سب سے پہلے یزید کے گھر مین حسین علیہ السلام کا ماتم ہوا۔ ؎

رسم ماتم بنا یزید نمود
ہر کہ آمد بر آن مزید نمود

پھر جلاء العیون مین یہ بھی لکھا ہی۔

"روز ہشتم یزید اہل بیت را طلبید و نوازش و عذر خواہی کرد و تکلیف بماندن شام کرد چون قبول نکردند محملہای مزین برای ایشان

[1] تنقیح صـ ۶۵

ترتیب داد و اموال برائے خروج ایشان حاضر کرد و گفت اینہا

عوض آنست کہ نسبت بہ شما واقع شدہ۔"

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا اور بہت سامان بھی دیا

آپ فرمائے قتلِ حسین مین وہ کونسی مصیبت تھی جسکے لئے بشارت حسینؑ رد ہوتی تھی اور ولادتِ حسین ناگوار تھی اور پھر اولادِ حسین مین امامت کی خبر سُنکر یہ مصیبت گوارا ہوگئی۔ حالانکہ امام حسین علیہ السلام پر جو مصیبت آئی وہ آخرِ عمر مین آئی اور باقی ائمہ تو تمام عمر مصیبت مین رہے۔

کیا شہادت حسینؑ کی یہی مصیبت تھی جسکے لئے ملائکہ مین اور حضرت آدم کے وقت سے تمام انبیاء سابقین مین قبل از مرگ واویلا بلکہ ہزار ہا سال قبل از ولادت واویلائے مرگ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ستارون پر نظر ڈالی تھی اور اُسکے بعد اپنے آپ کو بیمار بتایا تھا جسکا ذکر قرآن مین ہے وہ بیماری اسی شہادتِ حسین کے غم کی تھی چنانچہ اصولِ کافی[1] مین ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قول اللہ عزوجل فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انّی سقیم قال حسب فرای مایحل بالحسین فقال انی

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر مین روایت ہے کہ (پھر نظر ڈالی ابراہیمؑ نے ستارون پر اور کہا کہ مین بیمار ہون) امام فرماتے ہین کہ ابراہیم علیہ السلام نے ستارون کو دیکھ کر نجوم کا حساب کیا

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۴

سقیم لما یحل بالحسین علیہ السلام	تو اُنکو وہ حالت معلوم ہوگئی جو حسینؑ پر آنے والی تھی اس لئے کہا کہ مین بیمار ہون اُس غم مین جو حسینؑ پر گذرنے والا ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ابراہیم علیہ السلام نجوم کے حساب سے واقعات آیندہ کا حال معلوم کیا کرتے تھے۔

اس سی بڑھکر اور سُننے یہی مصیبت حسین جس مین کچھ بھی ایذا نہ تھی قرآن کے حروف مقطعات مین بھی مذکور ہی چنانچہ مُلّای مجلسی حیات القلوب مین فرماتے ہین—

"وبسند معتبر منقول ست کہ سعد بن عبد اللہ از حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ سوالے چند کرد درہنگامیکہ آنحضرت کودک بود و در دامن حضرت امام حسن عسکری نشستہ بود و ازجملہ آن سوال ہا آن بود کہ پرسید از تاویل کہیعص فرمود کہ این حروف از خبرہائے غیب ست کہ مطلع گردانید خدا برآنہا بندۂ خود زکریا را وبعد از ان برائے محمدؐ ذکر کردہ است واین قصہ چنان بود کہ زکریا از پروردگار خود سوال کرد کہ تعلیم او نماید نامہائے آل عبا صلوات اللہ علیہم را پس جبرئیل نازل شد وآن نامہای مقدس تعلیم او نمود پس زکریا ہرگاہ محمد وعلی وفاطمہ وحسن صلوات اللہ علیہم را یاد می کرد اندوہ والم او برطرف می شد وچون نام حسینؑ را یاد می کرد

ف حیات القلوب مطبوعہ لکھنؤ جلد اول ص ۳۴۳

گریہ در گلوئے او گرہ می شد و از بسیاری گریستن نفسِ او تنگ می شد
پس روزے مناجات کرد کہ خاوندا چرا آن چہار بزرگوار را کہ یاد می کنم
غمہا از دلم بیرون میرود و دلم کشادہ می شود و چون حسینؑ را یاد می کنم
دیدہ ام گریان و دلم محزون می شود و نالہ بلند میگردد پس حق تعالی واقعہ
کربلا را باو وحی نمود چنانچہ فرمودہ است کھیعص کہ کاف اشارہ است
بکربلا و ہا بہلاک عترت رسولؐ در آن صحرا و یا یزید علیہ اللعنۃ والعذاب
الشدید کہ ظلم کنندہ بر حسین علیہ السلام ہست و عین عطش و تشنگی آنحضرت ہست
و صاد صبر آنحضرت چون زکریا این را شنید سہ روز از جای نماز
خود بیرون نیامد و منع کرد مردم را کہ نزد او نروند و رو آورد بگریہ و
افغان و نوحہ و مرثیہ می خواند برائے مصیبتِ او و می گفت آیا بدرد
خواہی آورد دل بہترین جمیع خلقت را بمصیبت فرزند او آیا این بلیہ
و محنت را بساحت عزت او فرو خواہی آورد آیا جامہ این ماتم را بر علیؑ
و فاطمہؑ خواہی پوشانید آیا شدتِ این درد و محنت را بعرصۂ قرب و
منزلت ایشان داخل خواہی کرد پس می گفت الٰہی روزی کن مرا فرزندی
باین پیری کہ دیدۂ من باو روشن گردد و چون بمن عطا کنی مرا بہ محبتِ
آن فرزند مفتون گردان پس دل مرا بمصیبتِ او بدرد آور چنانچہ دلِ محمدؐ
حبیبِ خود را بفرزندش بدرد خواہی آورد پس خدا حضرت یحییٰ را بآنحضرت

روزی کرد و مصیبتِ او دلِ او را بدرد آورد۔"

حضرت زکریا علیہ السلام نے ہزارون برس پہلے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا اتنا بڑا ماتم کیا حالانکہ اس شہادت کے واقعہ مین کچھ بھی مصیبت نہ تھی۔

جو صاحبِ انصاف عقلِ سلیم رکھتا ہو اور تعصب سے خالی ہو وہ ان روایتون پر غور کرنے سے معلوم کر سکتا ہے کہ احادیث شیعہ کے راوی ائمہ پر افترا کرنے اور روایات کے تصنیف کرنے مین کیسا یدِ طولی رکھتے تھے۔

بہر حال یہ تعجب کسی طرح رفع نہین ہو سکتا کہ جس شہادت مین کچھ بھی مصیبت نہ ہو اُسکے واسطے حضرت آدم سے لیکر ہمارے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیا مین اتنا بڑا ماتم کیون قایم ہوا۔

اور جنابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جنابِ سیّدہ نے جو بشارت کو بار بار رد کیا اور ولادت بھی ناگوار ہوئی اُسوقت اجرِ شہادت کی فضیلت عظیم پر کیون نہ لحاظ کیا حالانکہ حضراتِ شیعہ کا یہ بھی قول ہے کہ یہی شہادت بخشش اُمتِ رسول کا ذریعہ بنیگی پس اتنی بڑی نعمت کیون رد کیجاتی تھی حالانکہ امام شہید کو اس مصیبت کی اتنی بھی پروا نہوئی کہ اوسکو دفع کی دعا مانگتے۔

اب تصویر کا رُخ بدلو اور یہ فرض کرلو کہ اللہ کی طرف سے فرشتہ بھی امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے نہین اُترا تھا اور نہ اُنکو اُس فرشتے سے مدد لینے کا اختیار دیا گیا تھا اور جو سختیان قتل کی اور ایذا ہتھیارون سے زخمی ہونے کی ہوتی ہے وہ بھی جنابِ امام اور اونکے ساتھیون پر پہنچی۔ اسی طرح شیر نے جو لاش

کی حفاظت کی اور یزید نے جو ماتم کیا اور اہلِ بیت کی مدارات کی یہ بھی غلط ہے
تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ کو خدائی کے کارخانون مین کیا
دخل تھا اللہ کی تقدیر اور حکمت مین بندہ کو کیا چارہ بہت سے انبیا بھی قتل ہو چکے
ہین اور اکثر مقربین پر اس قسم کے مصائب آیا کرتے ہین اللہ جو چاہے وہ کرے اپنی
حکمت اور مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے۔ ایسے مصائب پر کاملین کا فرض ہے کہ طریقہ
صبر و شکر اور تسلیم و رضا اختیار کرین۔ رسولؐ اور جناب سیدہ سے بڑھکر مقرب
بارگاہِ الٰہی اور کون ہوسکتا ہے پھر کیا وجہ کہ تقدیرِ الٰہی پر راضی نہ ہوئے اور رضا
و تسلیم کا طریقہ چھوڑا اور بار بار بشارت رد کی اور جناب سیّدہ کو ولادت حسین بھی ناگوار
ہوئی کیا اُنکی ناگواری سے تقدیر الٰہی ٹل گئی۔ پھر اس بیزاری سے کیا فائدہ ہوا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کو اللہ کے حکم کی بموجب اپنے ہاتھ سے
ذبح کرنے پر راضی ہوگئے تھے بلکہ اُنھون نے اپنی دانست مین اپنے بیٹے کی
گردن پر چھُری پھیر دی تھی جبرئیل نے اسُ چھُری کے تلے بکرے کی گردن پہنچا
دی۔ اور ہمارے رسول اور جناب سیدہ کو اسُ قتل حسینؑ پر صبر نہ تھا جو اُنکی وفات
سے پچاس برس کے بعد ہونے والا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی خواہش
سے یہ مصیبت مول لی اور قتل ہونے کے لئے اللہ سے بیٹا مانگا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت
جو صبر کیا تھا ذرا اسُکو بھی ملاحظہ فرمائیے۔

حیات القلوب مین ایک طویل روایت مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی جناب امیر علیہ السلام سے بحث کرنے لگا اور وہ انبیاے سابقین کا ایک ایک معجزہ ذکر کرتا تھا اور ہر معجزہ کے مقابلہ مین جناب امیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ذکر کرتے تھے۔ منجملہ اُسکے[1] یہ بھی ہے۔

"یہودی گفت کہ ابراہیم فرزندِ خود را خوابانید کہ قربان کند حضرت فرمود کہ از برائے ابراہیم بعد از خوابانیدن فرزند خود گوسفند را خدا فرستاد و ذبح نکرد فرزندِ خود را و محمدُ دروی عظیم تر بدل او رسید در وقتیکہ درجنگِ اُحد بر سرِ عم خود حمزہ آمد کہ شیر خدا و رسول بود و یاورِ دین او بود و او را کشتہ و پارہ و پارہ دید بآن محبتے کہ باو داشت از برائے رضائے خدا بقضائے الٰہی تسلیم و انقیاد نمود نزد امرا و اظہار جزعی نکرد و آہے نکشید و آب از دیدہ جاری نگردانید و فرمود کہ اگر نہ این بود کہ صفیہ محزون میشد و بعد از من سنتی میشد ہرآئینہ او را چنین می گذاشتم کہ درندگان و مرغان او را بخورند و از شکم آنہا محشور شود۔"

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال محبت تھی اور جب وہ غزوۂ اُحد مین شہید ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے اونکی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو کیسا صبر کیا اور قضائے الٰہی پر راضی ہوگئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جی یہ چاہتا تھا کہ لاش اونکی اسیطرح

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۰۱

پڑی رہی اور اُسکو درندی اور وحوش و طیور کھاوین اور قیامت کو حمزہؓ اُن جانورون کے پیٹ مین سے محشور ہون پس تعجب ہی کہ حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوئے تو ایسا صبر کیا اور راضی برضا رہی اور حسین علیہ السلام جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچاس برس بعد شہید ہونگے اونکی شہادت کی خبر سنکر ابھی سے یہ بے صبری ظاہر کی کہ بار بار بشارت رد کی۔

حمزہؓ کی شہادت کا تو ایسا اہتمام کہ منظور تھا کہ اُنکی لاش بھی دفن نہ ہو اور حسینؑ کی شہادت سے پچاس بلکہ چون۵۴ برس پہلے یہ نفرت۔ حالانکہ حسین علیہ السلام شہید ہو کر بھی اُنھین کی مجلس مین اور ابد الآباد کے عیش مین پہنچنے والے تھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے صابر و شاکر تھے کہ اُنھون نے اپنے بیٹے ابراہیم کی موت اپنی خوشی سے گوارا کرلی اور حسین علیہ السلام پر اُسکو فدیہ کردیا۔ چنانچہ ملائی مجلسی نے حیات القلوب[سلہ] مین لکھا ہی۔

"ابن شہر آشوب از ابن عباس روایت کردہ ہست کہ روزے حضرت رسول نشستہ بود و بر ران چپش ابراہیم پسرش را نشاندہ بود و بر ران راست خود امام حسینؑ را نشاندہ بود یک مرتبہ این را می بوسید و یکمرتبہ او را ناگاہ آنجناب را حالتِ وحی عارض شد و چون آن حالت از او زائل گردید فرمود کہ جبرئیل از جانبِ پروردگارِ من آمد و گفت[؟] اے محمدؐ پروردگارت ترا سلام

سلہ جلد دوم حیات القلوب مطبوعہ لکھنؤ ص ۵۶۵

میرساند ومیگوید کہ این ہر دو را برائے تو جمع نخواہم کرد یکے را فدائے دیگران گردان پس حضرت نظر کرد بسوئے ابراہیم و گریست و نظر کرد بسوئے سید الشہدا و گریست پس فرمود کہ ابراہیم مادرش ماریہ است چون بمیرد بغیر از من بر و محزون نخواہد شد و مادر حسین فاطمہ ہست و پدرش علی ست کہ پسر عم من و بمنزلہ جان من و گوشت و خون من ست و چون او بمیرد دخترم و پسر عمم ہر دو اندوہناک می شوند و من نیز براو محزون میگردم و من اختیار میکنم حزن خود را بر حزن ایشان اے جبرئیل فدائے حسین کردم ابراہیم را و بہ فوتِ او راضی شدم پس بعد از سہ روز مرغِ روحِ ابراہیم بجنات نعیم پرواز نمود۔"

اس قصہ مین جو امر سب سے زیادہ عجیب ہو وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے رنج کا تو خیال کیا مگر بیچاری ماریہ جو محض بیکس تھین اور کوئی اونکا والی وارث نہ تھا اُنکے رنج کا کچھ بھی خیال نہ کیا آخر وہ بھی اللہ کی مخلوق تھین انسانی حقوق اُنکو بھی حاصل تھے اور غریب الوطن اور بیکس ہونے کی وجہ سے زیادہ رحم کے قابل تھین۔ حالانکہ جناب ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا بھی وہ مرتبہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کو جو دین رسول کا تمام جہان مین پھیلانے والے تھے قوم ماریہ کی سفارش کی تھی ملا مجلسی نے حیات القلوب مین جہان بیانِ معجزات رسول مین واقعات آیندہ کی پیشین گوئیان لکھی ہین وہان بحوالہ ابن شہر آشوب

یہ روایت[۱] بھی نقل کی ہے۔

"فرمود کہ چون مصر را فتح کنید قبطیان را نکشید کہ ماریہ مادر ابراہیم از ایشان نسبت و فرمود کہ رومیہ را فتح خواہید کرد چون آنرا فتح کنید کلیسائیکہ در جانب شرقی آن واقع است آن را مسجد کنید"

نافعہ بشارات

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر کی فتح کی بشارت کس کو دی اس لئے کہ مصر خلیفہ ثانی کے زمانہ مین فتح ہوا ہی پس ظاہر ہے کہ انھین کو فتح مصر کی بشارت دی تھی انھین سے قوم ماریہ کی سفارش کی تھی انھین کو مسجد بنانے کا حکم کیا۔ پس اگر خلیفہ ثانی کی (معاذ اللہ) وہ حالت ہوتی جو شیعون نے فرض کرلی ہی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ اونکو فتح مصر کی بشارت دیتے نہ اونسے قوم ماریہ کی سفارش کرتے نہ انکو مسجد بنانے کا حکم کرتے اس لئے کہ ایسے لوگون کی بنائی ہوئی مسجد تو مقبول بھی نہین ہوتی۔ پس فتح مصر کی بشارت اور اسکے ساتھ ان دینی کامون کی ہدایت درحقیقت خلافت حقّہ کی بشارت ہی۔ اس قسم کی بہت سی بشارتین خلفا کی خلافت راشدہ کے حق ہونے کی احادیث شیعہ سے ثابت ہین جنکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ مبحث امامت مین مذکور ہوگی۔

آمدم برسر مطلب قدمائے شیعہ نے جو ردبشارت کا الزام رسول اور جناب سیدہ پر لگایا یہ محض تہمت اور افترا ہی اور غرض ان روایتون کی تصنیف کرنے سے یہ تھی

---

[۱] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۹۲

کہ عوام ان روایات کو سنکر ماتم حسینؑ مین جہد بلیغ کرین اور حکم صبر کے نصوص سے
اس ماتم کو مستثنیٰ سمجھین اس لئے کہ جب رسولؐ اور جناب سیدہ نے اس حادثہ کو
سنکر صبر نہ کیا اور ایسی بے صبری کی کہ رد بشارت تک نوبت پہنچی تو امت کو تو اور زیادہ
بے صبری اور جامہ دری اور سینہ خراشی اور سرکوبی چاہئے اونکو صرف ماتم کی فضلیت
ثابت کرنا منظور تھی۔ اس سے انکو کیا غرض کہ ان روایتون کے تصنیف کرنے سے
رسولؐ پاک اور جناب سیدہ علیہا السلام پر کیسے الزام عائد ہوگئے اور خود جناب امام
حسین علیہ السلام کی کیسی توہین ہوئی کہ اونکی والدہ ماجدہ کو اونکی ولادت بھی ناگوار تھی
اسی غرض سے اُنھون نے یہ روایتین تصنیف کین کہ انبیاء سابقین بھی اس غم مین
رویا کرتے تھے بلکہ بعض کی تو یہ حالت تھی کہ روتے روتے بے اختیار ہوجاتے
تھے حالانکہ امام حسینؑ علیہ السلام کی جو مصیبت تھی وہ فقط تین دن مین ختم ہوگئی
اور اسکے بعد وہ ابد الآباد کے عیش مخلد مین پہنچے پس ایسی فانی مصیبت بمقابلہ
ایسے عیش مخلد کے کیا حقیقت رکھتی ہے جو انبیا کی نظر اُس عیش پر نہ جاتی اور اس
فانی مصیبت پر جاتی۔ خصوصًا جب یہ بھی ثابت ہوچکا کہ امام حسین علیہ السلام پر کوئی مصیبت
نہ تھی۔ شریعت مین کوئی نظیر ایسی نہین ملتی کہ کسی کی موت پر یا مصیبت پر رونے
کی شارع نے ترغیب دی ہو بلکہ خلاف اسکے احکام صبر نہایت تاکید کے ساتھ
موجود ہین۔ اور بمقتضائے بشریت اپنی مصیبت پر یا غیر کی مصیبت پر بغیر اپنے
قصد کے جو کیفیت رقت کی طاری ہوتی ہے اسکو شریعت نے جائز رکھا ہے

ماتم حسین کا بیان

اس لئے کہ وہ اختیاری فعل نہین اور اُس مین بھی جہانتک ممکن ہو صبر کا قصد کرنا شرعاً محمود ہے۔

اس مقام پر اگر یہ شبہ کیا جائے کہ بعض روایات سے ثابت ہوا ہی شہادت حسین علیہ السلام کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض صحابہ نے اسطرح خواب مین دیکھا کہ موئے مبارک پریشان اور گرد آلود تھے اور خون کا بھرا شیشہ ہاتھ مین تھا اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ خون حسین کا اور اُنکے ساتھیون کا ہی اس روایت سے فضیلت ماتم حسینؑ کی ثابت ہوتی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ احادیث سے ثابت ہوا ہی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلی صورت خواب مین نظر آتی ہی اور شیطان آپکی صورت مین متمثل نہین ہوتا۔ با این ہمہ خواب کی حالت ایسی شتبہ ہوتی ہی کہ اُسپر احکام شرع مبنی نہین ہوتے اور اگر کوئی حکم خواب مین معلوم ہو تو نصوص شریعت پر اُسکا پیش کرنا واجب ہی اور اگر خلاف نصوص شریعت ہو تو اُسپر عمل کرنا جائز نہین۔

جو قصہ اس خواب مین مذکور ہی وہ ایسے واقعات نہین جو درحقیقت واقع ہوتے ہون۔ نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ مبارک سے باہر نکلکر میدان کربلا مین تشریف لے گئے تھے نہ فی الواقع آپکے ہاتھ مین کوئی شیشہ تھا نہ آپ نے اُس مین خون بھرا تھا بلکہ جو نمونہ کسی حالت کا خواب مین نظر آیا وہ محتاجِ تعبیر ہے اور تعبیر اُسکی یہی ہو سکتی ہے کہ قتلِ حسینؑ ایک ایسا امرِ عظیم تھا کہ اگر یہ حادثہ رسول اللہ صلعم

کی زندگی مین ہوتا تو آپ کو سخت صدمہ ہوتا۔
قطع نظر اسکے یہ خواب اُسوقت دیکھی گئی تھی جسوقت حادثہ شہادت واقع ہوا تھا۔
پس جو کچھ اسکا اثر ہوگا وہ حدوث حادثہ کے وقت سے مختص ہوگا مگر ہزارون
برس پہلے اور سیکڑون برس بعد یہ نوحہ وشیون نہایت عجیب ہی۔

۲۰ **کیا عوام** اسپر تعجب نکرین گے کہ ائمہ علیہ السلام حرام جانور کو حلال بتا دیا کرتے تھے اور لوگون کو حرام گوشت کے کھا لینے مین مبتلا کرتے تھے مگر ائمہ کے لئے تقیہ کی ٹٹی موجود تھی۔ فروع[۵۷] کافی کی کتاب الصید مین ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ

قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول کان ابی علیہ السلام یفتی فی زمن بنی امیۃ اَنَّ ماقتل البازی والصقر فھو حلال وکان یتقیھم وانا لا اتقیھم وھو حرام ماقتل۔	وہ کہتا ہی کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا کہ میرے باپ علیہ السلام بنی امیہ کے زمانہ مین یہ فتوے دیتے تھے کہ باز اور شاہین جس جانور کو قتل کرے وہ حلال ہی اور وہ بنی امیہ سے تقیہ کرتے تھے اور مین بنی امیہ سے تقیہ نہین کرتا اور وہ حرام ہے جو باز اور شاہین نے قتل کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ظاہر کر دیا کہ اونکے باپ امام باقر علیہ السلام

[۵۷] فروع کافی جلد کتاب الصید صفحہ ۸

یہ فتوے دیتے تھے کہ جس جانور کو باز اور شاہین قتل کرے وہ حلال ہی چونکہ امام جعفر صادقؑ اس مسئلہ مین اپنے باپ کے مخالف تھے اس لئے اُنھون نے اپنے والدِ معصوم کی غلطی پر تقیہ کا پردہ ڈالدیا اور یُون فرمایا کہ بنی امیہ کے خوف سے وہ بطور تقیہ ایسا فتوے دیتے تھے۔

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ امام باقر علیہ السلام نے مسلمانون کو مُردار گوشت کھانے کا حکم کیا۔ کیا امامِ معصوم نائبِ رسول کا یہی کام ہی۔ اس مسئلہ کے بیان کرنے مین ایسا کیا خوف تھا سب مجتہدین اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق فتوے دیتے تھے۔ بالفرض اگر امام باقر علیہ السلام کو ایسا ہی خوف تھا تو سکوت اختیار فرماتے اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو اس مسئلہ سے اپنی لاعلمی ظاہر کردیتے مگر حکمِ ناحق زبان سے نہ نکالتے۔ حرام کو حلال نہ بتلاتے۔ مسلمانون کو مُردار نہ کھلاتے۔ آخر اُسی بنی امیہ کے زمانہ مین اور بھی مشاہیر علماء ایسے تھے کہ وہ باز اور شاہین کے مارے ہوئے جانور کی کراہت کا فتوی دیتے تھے چنانچہ ابن کثیر نے تفسیر مین لکھا ہی کہ سعید بن جبیر اور مجاہد اور ضحاک اور سدی اور ابن عمر کا یہی مذہب تھا۔ ان سے اس مسئلہ کی وجہ سے خلفاے بنی امیہ نے کبھی تعرض نہین کیا۔ پس جب اتنے علماء اس مسئلہ مین متفق تھے پھر امام باقر کو تقیہ کی کیا وجہ تھی اس لئے کہ یہ مسئلہ ائمہ اہلِ بیت سے مختص نہ تھا قطع نظر اسکے امام باقر علیہ السلام کے لئے جو عہدنامہ نازل ہوا تھا اُس مین تقیہ کی ممانعت تھی۔ چنانچہ

اصول[لہ] کافی مین ہے۔

ثم دفعه الى ابنه محمد بن علی ففك خاتما فوجد فيه حدث الناس وافتهم ولا تخافن الا الله عزوجل فانه لا سبيل لاحد عليك

امام زین العابدین علیہ السلام نے کتاب عہود ائمہ اپنے بیٹے محمد بن علی کو دی اُنھون نے مُہر توڑی تو اُسمین یہ مضمون پایا کہ لوگون سے حدیث بیان کر اور فتوی دے اور اللہ کے سوا کسی اور سے ہرگز مت ڈر اس لئے کہ تجھپر کوئی قابو نہ پاویگا۔

امام باقر علیہ السلام کو تقیہ کی اللہ کی طرف سے ممانعت تھی۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ امام باقر علیہ السلام کو تقیہ کی اللہ کی طرف سے خاص ممانعت تھی بلکہ اونکو یہ حکم تھا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو اور اُنکا اطمینان کردیا گیا تھا کہ تجھپر کوئی قابو نہ پاوے گا۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ امام باقر علیہ السلام تقیہ کرتے اس لئے کہ اسمین اللہ کے حکم کی مخالفت تھی اور یہی حکم امام جعفر صادق علیہ السلام کے لئے بھی تھا اور یہان سے ثابت ہوگیا کہ ان دونون امامون کے تقیہ کی جتنی روائتین ہین وہ سب باطل اور افترا ہین۔

درحقیقت اس مسئلہ مین ان دونون امامون مین ایساہی اختلاف تھا جیسا کہ مجتہدین مین ہوتا ہے۔ احادیث شیعہ کے راویون نے ائمہ معصومین کے اختلاف کو سخت مشکل سمجھا اس لئے کہ مسئلہ عصمت کی جڑ اُکھڑتی ہے لہذا تقیہ کا طرہ ملادیا اور یہ خیال نکیا کہ اس تقیہ مین امام معصوم پر کیا کیا الزام عائد ہوتے ہین۔

لہ اصول کافی صـ۱۷۰

شیعہ راویون نے اسی مضمون کی ایک اور روایت بھی تصنیف کر لی جو فروع کافی کے باب صید البزاۃ مین سب سے پہلے مذکور ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ہمارے والد یعنی امام باقر علیہ السلام بطور تقیہ کے فتوی دیتے تھے اور اُسوقت ہمکو شکار باز اور شاہین کے مسئلہ مین خوف تھا لیکن اب ہمکو کچھ خوف نہین باز اور شاہین کا شکار بغیر ذبح کے حلال نہین اور حضرت علی علیہ السلام کی کتاب مین بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ اس مسئلہ مین جو قرآن کی آیۃ نازل ہوئی ہے وہ کتّے کے شکار سے مختص ہی۔

اس روایت مین حضرت علی علیہ السلام کی کتاب کا حوالہ اور بڑھایا گیا تاکہ سکو یقین ہو جاے کہ امام باقر علیہ السلام کو یہ مسئلہ ضرور معلوم تھا کہ باز اور شاہین کا شکار بغیر ذبح کے حرام ہی اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی کتاب مین مذکور تھا مگر اُسکے حلال ہونیکا جو فتوی دیتے تھے یہ مصلحت وقت کے سبب سے جھونٹ بولتے تھے اور حکم ناحق بیان کرتے تھے۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کتاب علی علیہ السلام کیا چیز ہے اس کتاب کا نام جامعہ بھی ہی اور صحیفہ بھی ہی۔ اصول[۵۱] کافی مین چند روائتین اس مضمون کی ہین کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس جامعہ ہی اور وہ ایک صحیفہ ستر ہاتھ لمبا ہی اور اتنا چوڑا ہی جیسے بکری کی کھال اور لپیٹ کر اتنا موٹا ہی جیسے اونٹ کی ران۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تباتے جاتے تھے

---

۵۱ اصول کافی صفحہ ۱۴۶

ماشیہ نمبر ۵۱ [illegible]

اور حضرت علیؑ لکھتے جاتے تھے۔ اُس مین سب حرام وحلال کے مسائل اور ہر چیز کا حکم ہی جسکی لوگون کو حاجت ہوتی ہی یہانتک اگر کوئی کسی کے خراش لگادی تو اُسکی سزا بھی اُس مین مذکور ہے۔

حضرات شیعہ اتنا بھی غور نہین فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو تو غیر مرتب چھوڑا جو جُدا جُدا کاغذ کے پرچون اور لکڑیون اور ہڈی کے ٹکڑون وغیرہ پر لکھا ہوا تھا اور کتاب علی ستر گز لمبے کاغذ پر مرتب کرادی۔

ایمہ علیہ السلام نے جیسا کہ اصلی قرآن مین شیعون سے بخل کیا ویسا ہی اس کتاب سے اُنکو محروم رکھا نہ اصلی قرآن کی نقل شیعون کو دی نہ اس کتاب کی۔ اور حضرت صاحب الامر ایک بغل مین قرآن۔ اور دوسری بغل مین کتاب علی اور مصحف فاطمہ۔ ایک ہاتھ مین جفر کا تھیلہ اور دوسرے مین ہتھیارونکا صندوق لیکر سامرہ کے غار مین تشریف لے گئے۔ شیعون مین یہ لیاقت ہی نہ تھی کہ قرآن یا کتاب علی اونکو دیجاتی۔ ایک مرتبہ جناب زرارہ صاحب کی نظر اس کتاب پر پڑگئی تھی اوسکی نسبت جو انھون نے اپنی راے صائب ظاہر فرمائی ہے اُسکا بیان بھی لطف سے خالی نہ ہوگا۔

اول یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ زرارہ صاحب کون ہین۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین[له] مین بہت سے مناقب زرارہ کے نقل کئے ہین جن مین سے چند فقرات بطور نمونہ یہان مذکور ہوتے ہین۔ زرارہ کے حالات

له مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۴۷ مجلس پنجم۔

"زرارہ بن اعین الشیبانی الکوفی درکتاب ابن داؤد مذکورست کہ او از راویان حضرت امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ و امام موسی کاظمؑ بود و اصدق اہل زمان خود و افضل ایشان بود و حضرت امام جعفر صادق دربارۂ او فرمودند۔

لولا زرارۃ نقلت ان احادیث ابی سیذھب	اگر زرارہ نہوتا تومین سمجھتا کہ میری باپ کی حدیثین گمُ ہوجاونگی۔

اور نیز مجالس المومنین مین بحوالہ کتاب کشی یہ بھی منقول ہے۔

"وازفضل بن عبدالملک روایت نمودہ کہ گفت از حضرت امام جعفرؑ صادق شنیدم کہ فرمودند دوست ترین مردم از زندہ و مردۂ شما نزد من چہار کس اند۔ یزید بن معویۃ العجلی و زرارہ و محمد بن مسلم و احول واز آنحضرت نیز روایت نمودہ کہ می فرمودہ اند کہ زرارہ و ابوبصیر و محمد بن مسلم و یزید از جملہ کسانے اند کہ خدا تعالے دربارۂ ایشان فرمودہ السابقون السابقون اولئك المقربون"

یہ مناقب جنکو تھے اب اونکے جوہر دیکھئے
یاد تھے کیا کیا انھین جادو کے منتر دیکھئے

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ جناب زرارہ صاحب کے مناقب کتب شیعہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہین حالانکہ یہ بھی ثابت ہوچکا ہی

کہ امام جعفر علیہ السلام کی یہ بھی عادت تھی کہ بمقتضائے مصلحت جھوٹ بولا کرتے تھے پھر ایسے شخص کی تعریف کا کیا اعتبار ہے۔

آمدہم بر سر مطلب ان زرارہ صاحب کی نظر ایک مرتبہ کتاب علی پر پڑی تھی اوسکی نسبت جو اُنھون نے اپنا خیال ظاہر فرمایا اوس سے اُس کتاب کی حالت بہت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے مگر جناب زرارہ صاحب کی وہ ریویو جو کتاب علی پر ہے درحقیقت ایک کہ مکرنی ہے کہ سب کچھ کہدیا اور بات بنادی کتاب کی واقعی حالت ظاہر کردی اور پھر مومن پاک اعتقاد بن گئے۔ فروع[1] کافی کی کتاب المواریث مین روایت ہے کہ عمر بن اذینہ زرارہ سے نقل کرتا ہے۔

عن زرارة قال سالت ابا جعفر علیه السلام عن الجد فقال ما اَجِدُ احداً قال فیه الا برأیه الا امیر المومنین علیه السلام قلت اصلحك الله فما قال فیه امیر المومنین	زرارہ کہتا ہے کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میراث مین دادا کو کتنا حصہ ملتا ہے تو امام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کے سوا اور جس کسی نے دادا کی میراث کا مسئلہ بیان کیا ہے اپنی رائے سے بیان کیا ہے۔ (زرارہ کہتا ہے) مین نے کہا کہ اللہ تمھاری حالت درست کرے فرمائیے کہ امیر المومنین نے اس مسئلہ مین کیا کہا ہے

ف زرارہ صاحب نے جو امام باقر علیہ السلام کو دعا دی اُس سے ظاہر ہوگیا کہ وہ امام باقر علیہ السلام کی حالت موجودہ کو قابل اصلاح جانتے تھے۔

---

[1] فروع کافی جلد ثالث کتاب المواریث صفحہ

فقال اذا کان غداً فالقنی حتی اقرئکہ فی کتاب۔	امام باقر علیہ السلام نے زرارہ سے فرمایا کہ کل صبح کو مجھسے ملیو مین تجھکو کتاب مین پڑھادونگا۔

ف یہ مضمون روایات شیعہ سے بتواتر ثابت ہوا ہے کہ تمام ائمہ کو اپنا دین چھپانے مین حد سے زیادہ اہتمام تھا خصوصًا نااہل سے اخفائے اسرار دین مین اور زیادہ کوشش تھی اور یہ بھی کافی کی روایتون سے ثابت ہی کہ امام دوست دشمن کو بخوبی پہچان لیتے تھے کبھی دہوکا نہین کھاتے تھے۔ چنانچہ اصول[1] کافی مین ایک باب اسی بیان مین باندھا ہے پھر تعجب ہی کہ جناب امام باقر علیہ السلام نے زرارہ کو کتاب علیؑ کیون دکھائی۔ حال آنکہ وہ اُس کتاب کو دیکھکر اُسکا انکار کرے گا جس سی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امام کی امامت کا بھی معتقد نہ تھا۔

قلت اصلحک اللہ حدثنی فان حدیثک احب الی من ان تقرئنیہ فی کتاب فقال لی الثانیۃ اسمع ما اقول لک اذا کان غداً فالقنی حتی اقرئک فی کتاب	(زرارہ کہتا ہی کہ) مین نے کہا کہ اللہ تمھاری حالت درست کرے مجھسے زبانی بیان کردیجیے کتاب مین پڑھانے سے مین تمھاری باتون کو زیادہ پسند کرتا ہون تو امام علیہ السلام نے مجھ سے دوبارہ فرمایا کہ جو مین تجھسی کہتا ہون اُسکو سُن کل مجھسے ملیو مین تجھکو کتاب مین پڑھادونگا۔

ف زرارہ کو اتنی بڑی دولت ملتی تھی کہ امام علیہ السلام نے کتاب علی دکھانیکا اُس سے وعدہ کیا حضرت علیؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب کی زیارت نصیب ہوتی جو

[1] اصول کافی صفحہ ۲۷۰

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلی تھی اور زُرارہ نے تو صرف ایک مسئلہ میراث جد کا پوچھا تھا اُسکے طفیل مین ساری کتاب پر نظر پڑجاتی اور دین کے تمام مسائل ایسے معتمد ذریعے سے معلوم ہوجاتے جسمین کوی شک نہین رہ سکتا تھا۔ مگر جناب زرارہ صاحب کو اتنی بڑی دولت کی ذرا بھی پروا نتھی اور اُسکے دیکھنے سے انکار کرتے تھے یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہی کہ اُسکا قلب ایمان اور اسلام سے بالکل خالی تھا۔

فاتیتہ من الغد بعد الظھر وکانت ساعتی التی کنت اخلو بہ فیما بین الظھر والعصر وکنت اکرہ ان اسالہ الا خالیا خشیۃ ان یفتینی من اجل من یحضرہ بالتقیہ

(زرارہ کہتا ہی) تو آیا مین دوسرے دن ظہر کے بعد اور تھا میرا وقت جسمین تنہائی کرتا تھا مین امام سے ظہر اور عصر کے درمیان اور جبتک تنہائی نہو اُسوقت تک مین سوال کرنا پسند نہین کرتا تھا اس خوف سے کہ اور لوگون کی وجہ سے امام تقیہ کا جواب دین گے۔

ف زُرارہ صاحب ظہر اور عصر کے درمیان مین امام سے تخلیہ کی ملاقات کیا کرتے تھے اور کسی دوسرے کے سامنے سوال امام سے نہین کرتے تھے اس خیال سے کہ بلحاظ مصلحت امام جھونٹ بولدین گے۔

زُرارہ کو امام کے ساتھ جب ایسا تخلیہ نصیب ہوتا تھا اور امام بغیر تقیہ کے اونسے باتین کرتے تھے تو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ مومن پاک اعتقاد اور مخلص امام تھا

با این ہمہ اُس نے امام کے قول کی تکذیب کی اور کتاب علی کو باطل سمجھا جیسا کہ آگے بیان ہوگا اس سے ظاہر ہی کہ تکذیب امام ایمان اور خلوص عقیدت کے منافی نہ تھی اور باوجود اس انکار اور بے اعتقادی کے زُرارہ ایسے مخلصین مین تھا کہ امام نے اُس سے تقیہ توڑ دیا تھا۔ پس جب امام ایسے سنکرون سے تقیہ نہین کرتے تھے تو اور کس سے تقیہ کرتے ہونگے۔

اگر حضرات شیعہ تعصب کو چھوڑ کر ذرا انصاف کی طرف توجہ فرمائین تو یہین سے ظاہر ہوتا ہی کہ مذہبِ شیعہ کیونکر ایجاد ہوا۔ یہی چند چالاک شخص اس مذہب کے موجد ہین۔ جیسے اَبوبصیر اور زُرارہ اور دونون ہشام اور ابوجعفر احول صاحب الطاق، وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ اُسی کمیٹی کے ممبر تھے جو عبداللہ بن سبا کے وقت سے قایم ہوئی تھی انھین بزرگوارون نے ائمہ سی عقائد مذہبِ شیعہ نقل کئے۔ امامت کا مسئلہ ایجاد کیا۔ جناب امیر علیہ السلام سی بیمثل دلاور کرار غیر فرار خیبر شکن صاحبِ ذوالفقار کو باوجود حکم قتال و جہاد کے جو قرآن مین مذکور ہے خلفا کے مقابلہ مین سخت مجبور بناکر گھر مین بٹھایا اور پھر رسّی گلے مین باندھکر کھنچوایا۔ جناب سیّدہ علیہا السلام کو جہاد خلفا کے لئے گھر سے باہر نکالا اور یہانتک افترا کیا کہ جناب سیدہ علیہا السلام اور عمر رضؓ مین ہاتھا پائی کرادی چنانچہ اصُول کافی[۱] مین موجود ہی کہ جناب سیّدہ نے عمر کا گریبان پکڑ کر عمر کو اپنی طرف کھینچ لیا (معاذ اللہ منہا) پھر افترا مین اس سے بھی ترقی کر کے قتل جناب سیدہ اور غصب

---

[۱] اصول کافی صـ۲۹۱

ام کلثوم تک نوبت پہنچائی۔

اسی زرارہ نے غصب ام کلثوم کی روایت کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے ایسے فحش[1] لفظون مین ذکر کیا کہ کسی مسلمان کو اہل بیت کرام کی نسبت اُن الفاظ کے استعمال کی جرات نہوگی نہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو (معاذ اللہ منہا) محمد بن یعقوب کلینی شیخ المحدثین شیعہ کی ہی خوش اعتقادی تھی کہ اہل بیت کی اس توہین اور ان فحش الفاظ کو نہایت تعظیم سے قبول کرکے اپنی کتاب کافی مین داخل کیا اور آجتک مجتہدین شیعہ اُسکی درس تدریس کو عبادت سمجھتے ہین۔ حد سے زیادہ بے ادبی تو فقط غصب کے ہی لفظ سے ظاہر ہے اور پھر جس چیز کا غصب بتایا ہی وہ نہایت شرمناک مضمون ہی۔ کیا یہ مضمون مہذب لفظون مین ادا نہین ہوسکتا تھا مگر زُرارہ کو تو اہل بیت کی توہین مقصود تھی اسی واسطے گالی کا لفظ اختیار کیا۔

دیکھو اسی مضمون کو قاضی نور اللہ شوستری نے کس چالاکی کے ساتھ مناقب جناب امیر مین شامل کرلیا۔ چنانچہ مجالس[2] المومنین مین اُنھون نے لکھا ہی۔

"اگر او (نبی) بوقت عجز لغار فرار[3] نمود این (علی) بوقت منع وعجز در خانہ بر روئے خود فراز کرد اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد"

---

[1] فروع کافی کتاب النکاح صـ۱۴۱ [2] مجالس المومنین مجلس سوم ترجمہ مقداد صـ۸۹ مطبوعہ طہران۔ [3] یہ ادب بھی شوستری صاحب کا داد دینے کے لایق ہی کہ رسولؐ کے لئے تو یہ کہا کہ (فرار نمود) اور جناب امیر کے لئے لفظ فراز نہ لکھا بلکہ دروازہ بند کرلینے کا مضمون اختیار کیا۔ فرار کی نسبت رسول کی طرف ہوجائے تو مضایقہ نہین جناب امیر کی طرف نہو مگر اسکا کیا علاج کہ جناب سیدہ نے جناب امیر سے مخاطب ہوکر (مثل خائنان در خانہ گریختہ) فرمادیا۔ ۱۲

انھین نازک خیال خوش مزاج ظریفون نے جنکی نازک خیالی اور خوش مزاجی اور ظرافت کی تمام قوت اہلِ بیت کے ساتھ ہی صرف ہوتی تھی یہ بھی تصنیف کرلیا کہ ان تمام ناگوار حوادث کو جناب امیر نے بڑی رضامندی کی نگاہ سے دیکھا اور کچھ بھی جوش و حرکت نہ کی۔

جب جناب سیّدہ جہادِ خلفا سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائین تو اپنے گھر مین جناب امیر پر بھی اُنکو جہاد کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اپنے شوہر بزرگوار سے بھی اُنھون نے وہی معاملہ کیا جو عمرؓ وغیرہ سے کیا تھا اور کیون نہ کرتین ثقلین کے ساتھ تمسک کرنے کی رسولؐ نے وصیت کی تھی ثقلین سے قرآن اور عترت رسول مراد ہین جناب امیر نے ان دونون کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ اونکے سامنے قرآن مین تحریف ہوئی اور بڑی خوشی سے دیکھتے رہے اور اصلی قرآن کو چھپا لیا اور اہلِ بیت کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ جناب سیدہ علیہا السلام کو تنہا مخالفون کی فوج سے لڑنے کے لئے گھر سے باہر بھیجدیا اور بذاتِ خود ذرا بھی مدد نہ کی اور کُنجِ عافیت سے قدم باہر نہ نکالا۔ اس جلن مین خلفا کے جہاد سے واپس آکر جناب سیدہ نے جناب امیر پر جہاد شروع کیا اور جوشِ غضب مین جو گفتگو کی ہے اُسکا ترجمہ فارسی جناب ملای مجلسی نے حق الیقین[۱] مین بڑی فصاحت و بلاغت سے ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"حضرت امیر المومنین علیہ السلام انتظار معاودت او می کشید چون بمنزل

[۱] حق الیقین صفحہ ۲۳۳۔

قرار گرفت خطاب ہای درشت با سید اوصیا نمود کہ مانند جنین[۱]
در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائنان[۲] در خانہ گریختہ۔
بعد ازانکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب اینان گردیدہ
اینک پسر ابو قحافہ بظلم و جبر بخشیدہ پدر مرا و معیشت فرزندانم
از من می گیرد و بہ آواز بلند با من مخاصمہ و لجاج میکند و انصار مرا یاری
نمی کنند و مہاجران خود را یکنار کشیدہ اند و سائر مردم دیدہ ہا را
پوشیدہ اند نہ دافعے دارم و نہ مانعے و نہ یاورے و نہ شافعے خشمناک
بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ در روزیکہ دست از
سطوت خود برداشتی گرگان می درند و می برند و تو از جائے خود حرکت
نمی کنی کاش پیش ازین مذلت و خواری مردہ بودم وا ے برمن در ہر صبح
و شامے محل اعتماد من مرد و یاور من سست شد۔"

اس عبارت سے جو جو فوائد ثابت ہوتے ہین وہ اپنے محل پر مذکور ہونگے اور ملّائی
مجلسی نے جو مصلحت کی تاویلین کی ہین اونکی حقیقت بھی ظاہر کیجاے گی۔
حضرات شیعہ نے یہ بھی تو غور نہ کیا کہ جناب سیدہ نے صبر واجب کو کیون
ترک کیا اور تقیہ چھوڑ کر عمرؓ سے ہاتھا پائی کیون کی اور گریبان پکڑ کر عمرؓ کو اپنی

جناب سیدہ نے تقیہ ترک کیا اور جناب امیرؑ سے سخت بیان کی اور اون سے بھی مخالفت کی۔

---

۱ جنین وہ بچہ جو ماکے پیٹ مین ہو ۲ خائبان خائب کی جمع ہی اور اوسکے معنی ہین ذلیل اور نامراد اور بعض نسخون مین خائنان لکھا ہی اور جناب مولوی سید محمد صاحب مجتہد لکھنوی کی یہ تحقیق تھی کہ یہ لفظ خایفان ہی۔ مگر ہم نے جس نسخے سے لکھا ہی اس مین خائبان لکھا تھا ۔۔ ۱۲

طرف کیون کھینچا مسئلہ تقیہ مین میان بی بی مین اختلاف کیون ہوا میان پردہ نشین ہوکر گھر مین بیٹھے بی بی نے باہر نکلکر بذاتِ خود تنہا جہاد کیا بلکہ جناب امیر کو گھر مین بیٹھ رہنے پر سخت ملامت کی اب فرمائے کہ ان دونون معصومون مین جو یہ مذہبی اختلاف تھا ان مین کسکا مذہب صحیح تھا کسکا غلط۔

جنابِ سیدہ علیہا السلام نے جو وصیتِ رسولؐ کے خلاف عمل کیا اور صبر واجب چھوڑا تقیہ توڑا۔ جناب امیر سے مخالفت کی۔ تنہا بذاتِ خود میدانِ جہاد مین قدم رکھا اور عمرؓ سے ہاتھا پائی کی۔ یہ تمام جانفشانیان اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے نہ تھین جو اصل مقصود جہاد ہے بلکہ اس لئے تھین کہ پورا باغِ فدک فقط اونھین کو کیون نہ دیا اور مال موقوفہ ٹھیراکر تمام بنی ہاشم پر اُسکی آمدنی کیون تقسیم کی جسمین جناب سیّدہ کا حصہ تھوڑا رہ گیا۔ سب آمدنی فقط اونھین کو نہ ملی۔ حالانکہ اُسوقت جناب سیّدہ علیہا السلام کو یہ بھی معلوم تھا کہ اب اُنکی زندگی فقط دو ڈھائی مہینے کی باقی ہے۔ اسکے علاوہ جناب سیدہ کچھ محتاج نہ تھین بڑی دولتمند تھین۔ کافی[1] مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات گانون بلا شراکت غیرے جناب سیدہ کے قبضہ مین تھے اور ان ساتون گانون کے نام یہ ہین۔ دلال۔ عفاف۔ حسنی صافیہ۔ مالِ امِ ابراہیم۔ مبیت۔ برقہ۔ ان ساتون گانون مین حضرت عباس رض نے میراث کا دعوی کیا تھا۔ مگر جناب سیدہ نے ایک حبہ بھی اونکو نہ دیا اور وہی جواب دیا جو خلیفہ اول نے فدک کے معاملہ مین کیا تھا یعنی یہ کہدیا کہ یہ وقف ہین

---

[1] فروع کافی ج ۳ صفحہ ۲

انمین میراث جاری نہ ہوگی اور حضرت علی علیہ السلام نے گواہی دی کہ یہ گانون فاطمہ پر وقف ہین۔ اور ان ساتون گانون کی نسبت جناب سیدہ ایک وصیت نامہ لکھ گئین تھین کہ میرے بعد انپر علیؑ قابض رہین اُنکے بعد حسنؑ پھر حسینؑ پھر جو حسینؑ کی اولاد مین بڑا ہو۔ مقداد اور زبیر کی اوسپر گواہی ہے حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ ہے جسکی نقل کافی مین موجود ہے۔ اولاد حسن کو جناب سیدہ اس جائداد سے محروم کر گئین۔

اس جاگیر کے علاوہ خلیفہ اول نے بھی تمام مال اپنا نہایت التجا کے ساتھ جناب سیدہ کے سامنے حاضر کر دیا تھا کہ جتنا چاہو لے لو۔ چنانچہ حق الیقین[1] مین ہے کہ جب جناب سیدہ مطالبہ فدک کا خطبہ پڑھ چکین تو خلیفہ اول نے بہت سی مناقب جناب سیدہ کے بیان کئے اور بہت سی معذرت کے بعد یہ کہا۔

"واموال واحوال خود را از تو مضائقہ نمی کنم آنچہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد و حکم تو نافذ ست در اموال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتہ پدر تو نمی توانم کرد"

قطع نظر اسکے نفقہ اُن کا اور اونکی اولاد کا جناب امیر کے ذمہ تھا جو صاحب جائداد کثیر تھے جسکی تفصیل اونکے وصیت نامہ سے ظاہر ہے۔ جو فروع[2] کافی کی جلد ثالث مین مذکور ہے۔ ان سب اسباب ظاہری سے اگر قطع نظر کی جائے تو اللہ کی رزاقی پر کافی اعتماد ہو سکتا تھا۔

---

[1] حق الیقین صہ ۲۳۱۔ [2] فروع کافی جلد ثالث کتاب الوصایا صہ ۲۵۔

ہمارے زمانے مین بھی خاندان شرفا مین جن مفلس محتاج بیوہ دکھیون کو اس قسم کی شکایت ہوتی ہو وہ نہایت صبر کے ساتھ اپنے گھرون مین ہی بیٹھی ہوئی اپنے دُکھڑے رویا کرتی ہین۔ جناب سیّدہ پر تو یہ افترا باندھا گیا کہ اُنھون نے باوجود کمال دولتمندی اور سامان رزق کے ایک باغ کی شکایت مین گھر سے باہر نکل کر نامحرمون سے ہاتھا پائی شروع کردی (العیاذ باللہ)

کیا یہی مقتضائے محبت اہل بیت ہو کہ بلا سوچے سمجھے اہلبیت کی ایسی توہین کو مان لیا جاوے۔ استغفراللہ جن لوگون نے ایسے واقعات کو تسلیم کرلیا درحقیقت اُنھون نے کچھ بھی اہلبیت کی وقعت نہ سمجھی اور جسطرح شجاعت اور غیرت کی صفت سے جناب امیر کو پاک کردیا اسیطرح صبر اور قناعت اور رضا وتسلیم اور توکل کی صفت سے جناب سیدہ کو معرا کو بنا دیا۔ (معاذاللہ منہا)

یہ عقاید شیعہ اس موقع پر نہایت اجمال کے ساتھ بیان ہوئے ہین آیندہ انکی پوری تفصیل مذکور ہوگی۔ یہ بدنما تصویر اسی کمیٹی کی بنائی ہوئی ہو جس کے پریسیڈنٹ جناب زُرارہ صاحب تھے۔ ان مطالب کو اس کمیٹی کے سب ممبر ائمہ سے روایت کرتے تھے مگر چالاکی یہ تھی کہ ائمہ تو مدینہ مین تھے اور یہ روایتین انکی کوفہ وغیرہ دور و دراز ملکون مین بیان ہوتی تھین۔ مگر وہان بھی ایسے مسلمان ضرور ہوتے تھے جو ائمہ سے مِل چُکے تھے۔ اونکی باتین سُن چکے تھے۔ اونکے حالات سے واقف تھے وہ ان عجیب روایتون کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے

تھے کہ ہم بھی ائمہ سے ملے ہین اونکے عقائد اہل سنت کے عقائد کے مطابق ہین وہ ہرگز یہ باتین نہین کہتے جو تم کہتے ہو تو یہ چالاک راوی ذریات ان سے باتون بات بناتے تھے کہ ائمہ سب کے سامنے بغرض مصلحت جھوٹ بولا کرتے ہین اور سنّی بن جایا کرتے ہین۔ مگر تنہائی مین ہم سے یہ رواتین بیان کرتے ہین جو ہم کہتے ہین۔ ظاہر مین وہ سنّی ہین۔ باطن مین شیعہ۔ بلکہ شیعون کے امام۔ وہ اپنے دل کی باتین صرف ہمین چند آدمیون سے کہتے ہین کسی اور سے نہین کہتے اور ہمکو بھی ان باتون کے چھپانے[1] کی حد سے زیادہ تاکید کی ہے۔ اور ان اسرار کے ظاہر کرنے والے کو قاتل ائمہ کہا ہے۔ چنانچہ ابو بصیر سے اصُول[2] کافی مین روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھسے یہ کہدیا ہے کہ جس نے ہمارے امر مین سے کوئی بات ظاہر کردی اوس نے ہمکو عمداً قتل کیا۔ کبھی یہ کہدیتے تھے کہ ائمہ اپنے مخلصین[3] شیعہ مین بھی اختلاف ڈالا کرتے ہین اور ہر ایک سے نئی بات کہدیتے ہین۔ ہمکو ائمہ[4] نے یہ باتین خفیہ سکھائی ہین اور کہدیا ہے کہ ہم سے اسکے خلاف سنو تو اوسکو دفع الوقتی سمجھیو۔ کبھی کہدیتے تھے کہ ائمہ[5] ہر شخص کی آواز سنکر معلوم کرلیتے ہین کہ یہ نجات پانے والا ہے یا ہلاک ہونے والا ہے بس جیسا شخص ہوتا ہے ویسا ہی اوس کو جواب دیتے ہین اور اس قول کا حاصل ظاہر ہی ہے کہ جسکو ناجی سمجھتے ہین اسکو ایمان سکھاتے ہین اور جسکو ناری سمجھتے ہین اوس کو کفر سکھاتے ہین۔

---

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صہ ۲ [2] اصُول کافی صہ ۴۸۵ [3] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صہ ۵ [4] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صہ ۱۳ [5] اصول کافی

اگر کوئی اونسے کہتا کہ ائمہ ہمیشہ اہل سنت کے جنازون مین شریک ہوتے
ہین اونکی نمازین پڑھتے ہین اگر وہ اہل سنت کو برا سمجھتے تو اونکے جنازون مین
کیون شریک ہوتے اس کا جواب دیتے تھے کہ ہمیشہ رسول کی اور ائمہ کی یہ عادت
تھی کہ منافقین اور نواصب کے جنازون مین شریک ہوتے تھے اور باطن مین
دنکے لئے بد دعا کرتے تھے۔ رسول اور ائمہ کا ظاہر اور تھا باطن اور تھا
اگر کوئی اونسے کہتا کہ مجبوری جناب امیر اور جہاد جناب سیدہ اور قتل فاطمہ
در غصب ام کلثوم اور ارتداد تمام صحابہ وغیرہ وغیرہ جو کہانیان تم بیان کرتے
د- یہ ایسی عجیب اور خلاف ظاہر ہین کہ کسی طرح عقل بھی اونکو قبول نہین کرتی نقل
می اسکے خلاف ہے- اور بہت سے دلائل اور قرائن اسکی تکذیب کرتے ہین تو اسکا
اب دیتے کہ ائمہ نے کہدیا ہے کہ پیغمبر یہ کہہ گئے ہین کہ آل محمد کی باتین
یسی مشکل ہوتی ہین کہ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین اور مومنین کامل کے سوا کسی
ور کو اونپر یقین نہین آتا پس تم کو چاہئے جو بات سمجھ مین آوے اوس کو مانو جو
سمجھ مین نہ آوے اس کو اللہ اور رسول اور امام کی طرف رد کردو۔
گر کوئی ان سے کہتا کہ تم تمام صحابہ کو مرتد بتاتے ہو حالانکہ قرآن کی اکثر
یت سے تمام صحابہ- مہاجرین و انصار اور اصحاب بیعت رضوان کی اور
یت غار سے خلیفہ اول کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہوتی ہے تو جواب دیتے
قرآن کو ائمہ کے سوا اور کوئی نہین سمجھ سکتا اور یہ قرآن تو محرف ہے اصلی قرآن

دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۵ اصول کافی صفحہ ۲۵۴-

ائمہ کے پاس ہی جو آخر کو سامرہ کے غار مین پہنچ گیا۔

اگر کوئی کہتا کہ تمھاری روایتین کیونکر مانی جاوین تم مین نہ امانت ہی[1] نہ عہد ہی نہ صدق ہے۔ نہ وفا ہے پھر ایسے لوگون کی بات کیونکر معتبر ہوگی تو جواب دیتے کہ اصحاب ائمہ اور شیعونکی خاص نشانی یہی ہی اور با این ہمہ یہی لوگ بخشے جاوین گے۔ اور امانت اور عہد اور صدق اور وفا کی صفتین تو سُنیون مین ہوتی ہین جنھین نجات نصیب نہ ہوگی۔

سمجھنے والے یہین سے سمجھ سکتے ہین کہ مذہب شیعہ کیونکر ایجاد ہوا اور ائمہ پر کسطرح افترا کئے گئے اور جو روائتین اہتمام تقیہ اور اخفائے دین کی تصنیف کی گئین ان تصنیف کرنے والون کا ان روایتون سے کیا مقصود تھا۔

یہی چند چالاک شخص ائمہ پر افترا کرتے تھے اور ان افتراؤن پر جو اعتراض وارد ہوتے تھے اونکے جواب اُنھون نے یہی جادو کے فقرے تجویز کر لئے تھے۔ یہ سب روایتین جو اُنھون نے اپنے جوابون کے لئے تجویز کی تھین کتب احادیث شیعہ خصوصًا کافی مین مذکور ہین اور انھین سے مذہب شیعہ کی ایجاد کا سراغ مل گیا۔

اس سے بڑھکر اور لُطف سنئے یہ لوگ ائمہ پر افترا کرکے جو باتین دوسرون کو سکھاتے تھے اونکے خود معتقد نہ تھے۔ مثلًا اوروں کو تو اُنھون نے سکھایا کہ ائمہ مثل انبیا کے معصوم ہین کوئی خطا اُن سے ممکن نہین اور بہت سی

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ ص۔

روائتین اس مضمون کی تصنیف کردین۔ ایسی تصانیف اور ایجادات مین وہ بڑے مشاق تھے مگر خود ان چالاک اصحاب ائمہ کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ ائمہ معصوم ہین اسکا پتا بھی احادیث شیعہ مین بہت اچھی طرح موجود ہے۔ ملا سے مجلسی نے حق الیقین[سلہ] مین جو شہید ثانی کا قول اصول ایمان کے بیان مین نقل کیا ہے اُس مین اعتقاد عصمت ائمہ مین شیعون کے اختلاف کی تفصیل ہے اوّل قول تو یہ لکھا ہے کہ ائمہ معصوم ہین اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ ائمہ معصوم نہین۔ اسکی دلیل یہ لکھی ہے

"از احادیث ظاہر می شود کہ جمعے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بہ عصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علمائے نیکو کار می دانستہ اند چنانکہ از رجال کشی ظاہر می شود و مع ذالک ائمہ علیہ السلام حکم بایمان بلکہ عدالت ایشان مے کردہ اند"

لیجئے اب تو عصمت کا پردہ بہت اچھی طرح ٹوٹ گیا اور ثابت ہوگیا کہ اعتقاد عصمت ائمہ ائمہ کے زمانہ مین نہ تھا اور خود اصحاب ایمہ عصمت ایمہ کے معتقد نہ تھے اور ائمہ کو امام نہین سمجھتے تھے بلکہ علمائے نیکو کار جانتے تھے اور ائمہ اونکے اس اعتقاد پر راضی تھے اور اونکو مومن بلکہ عادل جانتے تھے اور ظاہر ہے کہ جو معصوم نہ ہو وہ امام مفترض الطاعت کیسے ہوسکتا ہے۔

غور کرو کہ جو اصحاب ائمہ مذہب شیعہ کے روایت کرتے تھے اُنھون نے اس مذہب کو کن کن چالاکیون سے نقل کیا ہے اور وہ خود اس مذہب کے معتقد نہ تھے

[سلہ] حق الیقین صفحہ ۴۹۶

یہ تمام تفصیل شیعون ہی کی کتابون سے ملی ہے کہ ان چلتے پرزون نے کس طرح مذہب شیعہ کو ایجاد کیا۔ ؎

صیاد نے لگائے ہین پھندے کہان کہان
سارے پتے عیان ہین اسی سبز باغ مین

جو لوگ عقل سلیم رکھتے تھے وہ ان فریبون اور چالاکیون کو سمجھ گئے بعض سادہ لوح اس مغالطے مین پھنس گئے اسیطرح مذہب شیعہ کا سبز باغ مرتب ہوگیا۔

آمدم برسر مطلب اس تمہید کے بعد یہ سمجھ لو کہ زرارہ نے جو یہ کہا کہ مین بعد ظہر امام سے تخلیہ کی ملاقات کیا کرتا تھا اور عام مجلس مین اُن سے کوئی سوال نہین کرتا تھا اس لئے کہ مجکو یہ خوف ہوتا تھا کہ وہ بنظر مصلحت جھوٹ بولدین گے یہ قول اُسکا وہی جادو کا فقرہ تھا جس سے مذہب شیعہ ایجاد ہوا۔

امام باقر علیہ السلام کا ظاہر اور باطن ایک تھا جو اونکے دل مین تھا وہی اونکی زبان پر تھا یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ اونکے دل مین کچھ اور ہو اور زبان پر کچھ اور۔ اونکے واسطے تو بالتخصیص اللہ کا حکم یہ نازل ہوا تھا کہ تم احکام دین کے ظاہر کرنے مین اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو کوئی تمپر قابو نہ پائے گا پھر وہ تقیہ کیون کرتے۔

پس یقین جان لو کہ زرارہ امام باقر علیہ السلام پر افترا کا قابو ڈہونڈھنے کے لئے یہ ظاہر کیا کرتا تھا کہ امام کی باتین عام مجلس مین اَور ہوتی ہین اور وہ بالکل

جھوٹی باتین ہوتی ہین جو بنظرِ مصلحت بیان کیا کرتے ہین اور سچی باتین وہ ہوتی ہین جو تخلیہ مین مجھسے کہا کرتے ہین۔

اسکے بعد اب پھر اُسی روایت کی طرف توجہ کرو کہ زرارہ نے حضرت علی علیہ السلام کی کتاب کیونکر دیکھی

فلما دخلت علیہ اقبل علیّ ابنہ جعفر فقال اقرء زرارۃ صحیفۃ الفرائض ثم قام لینام فبقیت انا وجعفر فی البیت فقام فاخرج الی صحیفۃ مثل فخذ البعیر فقال لست اقرءکہا حتی تجعل لی اللہ علیک ان لا تحدث بما تقرء فیہا احدا ابدا حتی آذن لک ولم یقل حتی یاذن لک ابی

(زرارہ کہتا ہی) جب مین امام باقر علیہ السلام کے پاس گیا تو اونکے بیٹے جعفر میرے پاس آئے تو امام نے فرمایا کہ زرارہ کو فرائض کی کتاب پڑھاؤ پھر امام باقر علیہ السلام سونے کے لئے اوٹھ گئے اور اُس مکان مین فقط مین اور جعفر رہ گئے۔ تو جعفر کھڑے ہوئے اور ایک کتاب میرے لئے نکالی جو اونٹ کی ران کی برابر موٹی تھی تو جعفر نے کہا کہ مین یہ کتاب اُسوقت تک تجھکو نہ پڑھنے دونگا جب تک تو اللہ کی قسم کھاکر مجھسے یہ نہ کہدے کہ جو کچھ اسمین پڑھے اُس کو کبھی کسی سے بیان نکرے جبتک کہ مین تجھکو اجازت نہ دون اور اُنھون نے یون نہ کہا کہ جب تک میرے باپ اجازت نہ دین۔

قلت اصلحك الله لم تضيق على ولم يامرك ابوك بذلك فقال لى ما انت بناظر فيها الا على ما قلت لك	(زرارہ کہتا ہی) کہ مین نے جعفر سے کہا کہ تم مجھپر اتنی تنگی کیون کرتے ہو حالانکہ تمھارے باپ نے اسکا تم کو حکم نہین کیا۔ تو جعفر نے مجھسے کہا کہ تو اس کتاب کو دیکھ نہین سکتا جبتک کہ اس شرط کو پورا نکرے جو تجھسے مین نے کی ہی۔
فقلت فذاك لك	(زرارہ کہتا ہی) تب مین نے کہا کہ مین اس شرط کو بھی تمھارے لیئے قبول کرتا ہون۔
وكنت رجلا عالما بالفرائض والوصايا بصيرا بها فلما القى الى طرف الصحيفة اذا كتاب غليظ يعرف انه من كتب الاولين فنظرت فيها فاذا فيها خلاف ما بايدى الناس من الصلة والامر بالمعروف الذى ليس فيه اختلاف واذا عامته كذلك	(زرارہ کہتا ہی) کہ مین فرائض اور وصایا کا عالم اور بصیر تھا۔ جب میرے سامنے اس مکتوب کا کنارہ ڈالا گیا تو مین نے دیکھا کہ وہ ایک موٹی کتاب ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرانی کتاب ہے مین نے اس کتاب کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ جو احکام صلہ اور امر بالمعروف کے لوگون کو معلوم ہین جن مین کسی کا اختلاف نہین اونکی مخالف باتین اوس مین لکھی تھین اور وہ ساری کتاب ایسی ہی تھی

ف کتاب علیؑ پر جو زرارہ نے ریویو بیان کی یہ اسکا پہلا فقرہ ہے زرارہ نے اول اپنا کمال علمی ظاہر کر دیا اور اپنے آپ کو احکام شرعیہ کا عالم اور بصیر بتا دیا

اسکے بعد زرارہ کہتا ہی کہ جو مسائل مسلمانون مین اجماعی اور اتفاقی تھے جن مین کسی کا بھی اختلاف نہ تھا اونکے مخالف باتین کتاب علی مین لکھی ہوئی تھین۔
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اول سے آخر تک اُس کتاب مین دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین کا بیان تھا۔

فقراتہ حتی اتیت علی آخرہ بخبث نفس وقلۃ تحفظ واسقام رای	مین نے اُسکو اول سے آخر تک خباثت نفس کے ساتھ دیکھا اور یاد کرنے کا قصد کم کیا اور غلط سمجھا

ف اخبث نفس ہر جگہ زرارہ کے ساتھ تھا اسی لیئے کتابِ علی کو بھی اُس نے خبث نفس کے ساتھ دیکھا اور اُسکے مسائل کو ایسا غلط سمجھا کہ یاد کرنے کا قصد بھی نہین کیا۔

وقلت انا اقراہ باطل حتی اتیت علی آخرہ ثم ادرجتھا ودفعتھا الیہ ثم لقیت اباجعفر علیہ السلام فقال لی اقرات صحیفۃ الفرائض فقلت نعم فقال کیف رایت ما قرات قال فقلت باطل لیس بشئی ھو خلاف ما الناس علیہ	اور اول سے آخر تک پڑھ کر مین نے اُسکو باطل سمجھ لیا پھر مین نے اُسکو لپیٹ کر اونکے حوالے کر دیا۔ پھر مین امام باقر علیہ السلام سے ملا تو اُنھون نے مجھسے پوچھا کہ کیا تو نے فرائض کی کتاب کو پڑھ لیا۔ مین نے کہا ہان پڑھ لیا تو امام نے فرمایا کہ تو نے جس کتاب کو پڑھا کیسا پایا۔ زرارہ کہتا ہی کہ مین نے کہا کہ وہ تو جھوٹی کتاب ہی کچھ قابلِ اعتبار نہین اور جو مذہب سب آدمیونکا ہی

او سکے خلاف ہے۔

قال فان الذی رایت واللہ یا زرارۃ ھو الحق الذی رایت املاء رسول اللہ صلی اللہ والہ وخط علی علیہ السلام بیدہٖ فاتانی الشیطان فوسوس فی صدری فقال وما یدری انہ املاء رسول اللہ وخط علی بیدہ۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زرارہ جو کتاب تونے دیکھی ہو واللہ وہی حق ہے۔ تونے جو کتاب دیکھی ہے اُسکو بتایا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اور لکھا ہے علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے (زرارہ کہتا ہی) کہ میرے پاس شیطان آیا اور اُس نے میرے دل مین وسوسہ ڈالا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے بتایا ہے اور حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہی۔

ف شیطان تو اب آیا ہے زرارہ انکار پہلے ہی سے کر رہا تھا بس جو پہلے سے زرارہ کا قول تھا وہی شیطان نے تعلیم کیا پھر شیطان کے وسوسے کا ذکر فضول تھا۔

فقال لی قبل ان انطق یا زرارۃ لاتشکن ود الشیطان واللہ انک شککت

تو امام علیہ السلام نے میرے کلام کرنے سے پہلے ہی کہدیا کہ شیطان کا دوست بنکر شک مت کرو اللہ تونے شک کیا۔

ف زرارہ تو ایسا منکر تھا کہ امام کے قول کو اُس نے نہ مانا۔ امام کے ولیعہد جعفر صادق علیہ السلام نے نہایت تاکید کے ساتھ اخفا کا عہد وقسم لیکر وہ کتاب

اسکو دکھائی اسپر بھی اُس نے اعتماد نہ کیا آخر امام کو قسم کھانا پڑی پھر بھی زرارہ کی صورت سے ظاہر تھا کہ اُس منکر کو قسم پر بھی یقین نہین ہوا اور امام کے قول و قسم کو اُس نے جھوٹ سمجھا۔ منکر کی صورت سے ہر شخص انکار کی علامتین سمجھ سکتا ہے اسی وجہ سے امام بغیر اُسکے کچھ اور کہنے کے اُسکی صورت کے قرائن ہی سمجھ گئے کہ وہ امام کے قول کو باوجود قسم کے بھی جھوٹا سمجھتا ہے اور ظاہر ہے کہ اوسکے کچھ اور کہنے کی کیا حاجت تھی وہ تو اُس کتاب کو پہلے ہی باطل کہہ چکا تھا۔ آخر مین اپنے شک کو زرارہ نے وسوسہ شیطانی کی طرف منسوب کیا گرچہ یہ تو ثابت نہین ہوا کہ زُرارہ وسوسہ شیطانی کو بُرا سمجھتا تھا شاید اُسکا اعتقاد یہی ہو کہ وسوسہ شیطانی مثل الہام کے ہوتا ہے چنانچہ اہل جاہلیت کا اعتقاد یہی تھا۔

وکیف لا ادری انه املاء رسول الله وخط علی بیدہ وقد حدثنی ابی عن جدی ان امیرالمومنین علیه السلام حدثه ذلک	اور مجھے کیسے خبر نہ ہو کہ اس کو رسولؐ نے بتایا ہے اور علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے حالانکہ ہمسے میرے باپ نے میرے دادا سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اُنسے یہ قصہ بیان کیا تھا۔

ف امام کا قول زُرارہ نے نہ مانا۔ قسم زرارہ نے نہ مانی۔ بار بار تاکید کیا تب بھی زرارہ نہ مانا اور جب امام نے اوسکی صورت دیکھکر قراین سے یہ

سمجھ لیا کہ اس کو یہ شک ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کتاب رسول نے بتائی ہے اور علی نے اپنے قلم سے لکھی ہے تب مجبور ہوکر امام نے سند بیان کی مگر کیا زرارہ جانتا نہ تھا کہ مصلحت کے لئے جھونٹ بولنا امام کا خاص شیوہ ہے اور بالفرض اگر امام باقر علیہ السلام سچ کہتے ہوں تو ائمہ سابق کی بھی یہی عادت تھی پھر ایسی سند کا کیا اعتبار خصوصًا جب راوی اُس سند کے ایسے ہوں جو مصلحتی کذب کو واجب سمجھتے ہوں اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسے قصے نقل کرتے ہوں کہ اونھوں نے اپنی خواہش پوری کرنیکے لئے بغیر ضرورت دینی کے ایسا جھونٹ بولا کہ بیگناہوں پر چوری کا الزام لگایا۔

ان لوگوں مین دروغ مصلحت غیروں سے مختص نہ تھا بلکہ آپس مین بھی ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے چنانچہ اصول[۱] کافی سے ثابت ہے کہ سلمانؓ اور ابوذرؓ آپس مین ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے اسکا ذکر انشاءاللہ قریب آنے والا ہے۔

قال قلت لا کیف جعلنی اللہ فداك وندمت علی ما فاتنی من الکتاب ولو کنت قرأتہ دانا اعرفہ لوددت ان لا یفوتنی منہ حرف	(زرارہ کہتا ہے) مین نے کہا کہ مجھکو شک نہین اور مین آپ پر قربان ہون مجھے کیونکر شک ہو سکتا ہے اور مجھے ندامت ہے کہ مین نے اُسے یاد نہ کرلیا اور اگر مین اُسکو پہچانتا تو ساری کتاب یاد کرلیتا ایک حرف مجھسے چھوٹنا

ف دیکھئے زرارہ کی چالاکی۔ امام کا قول نہ مانا قسم نہ مانی۔ اب جو امام نے

[۱] اصول کافی صفحہ ۲۵۴

سند بیان کی حالانکہ زرارہ کو اُس سند کا حال خوب معلوم تھا کہ اُسکے راوی کیسے ہین اور جھونٹ سے کہانتک بچتے ہین مگر امام سے کہدیا کہ اب مجھکو شک نہین اور اُسکے ساتھ یہ بھی کہدیا کہ مجکو ندامت ہی کہ مین نے تمام کتاب کو یاد کیون نہ کرلیا اگر مین پہلے سے اُسکو پہچانتا ہوتا تو ساری کتاب مجکو یاد ہوگئی ہوتی۔

زرارہ نے جواب بات بنائی اور ندامت ظاہر کی یہ دروغ مصلحت آمیز تھا حال آنکہ اگر یہ ندامت سچی ہوتی تو دوبارہ امام سے کتاب مانگ لیتا امام نے تو اُس وقت بھی اوسے کتاب دکھائی تھی۔ جب اوسکے دل مین انکار تھا اور کتاب دیکھنا پسند نہین کرتا تھا اور اب تو بظاہر تصدیق کرنے لگا اسوقت تو امام اُسکو کتاب دکھانے مین اور زیادہ اہتمام کرتے۔ اس بات بنانے سے زرارہ کا مقصود یہ تھا کہ آیندہ امام تک رسائی باقی رہے اور تہمت و افترا کا سلسلہ بند نہو جاتے۔

بہرحال کچھ ہو مگر یہ ظاہر ہوگیا کہ اُس کتاب کے مطالب مسائل اجماعیہ اور اتفاقیہ کے خلاف تھے اور تمام مسلمانون کا جو مذہب تھا اُسکے مخالف مضامین اُس مین مندرج تھے۔

افسوس کہ ائمہ نے یہ کتاب بھی شیعون کو نہ دی بھلا قرآن مین بخل کیا تھا تو یہ کتاب تو حوالے کرجاتے۔

البتہ ائمہ اپنے مخلصین شیعہ کو بعض علوم حقہ کا پتا ہندؤن[1] مین بتا گئے گئے ہین بعض کا ذکر بطور نمونہ تھا شاید اشارہ یہ ہو کہ جسطرح ایک علم حق ان مین ملیگا

---

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صـــ۲۶

اسیطرح اور علوم حقہ بھی اونھین مین ڈھونڈو۔

تعجب ہی کہ حضرات شیعہ اتنا بھی غور نہین کرتے کہ اگر ائمہ کے پاس کوئی دوسرا قرآن ہوتا یا فی الواقع اس کتاب علیؑ کا کوئی وجود ہوتا تو وہ اپنے مخلصون کو کیون نہ دیجاتے یہ شبہ لاحل تھا مگر زرارہ وغیرہ ممبران کمیٹی معلومہ نے جسطرح ائمہ کی امامت اور اونکے پاس ایک دوسرے قرآن اور کتاب علی وغیرہ کی روایتین تصنیف کین اُسی کے ساتھ اس لاحل شبہ کا جواب بھی تصنیف کردیا یعنی تمام شیعون کو رجعت خیالی کا منتظر بنا گئے اور یہ سمجھا دیا کہ حضرت صاحب الامر کبھی غار مین سے نکلین گے اور قیامت سے پہلے بہت سے مُردے زندہ ہوجاینگے اور بڑا جماؤ ہوگا شیعونکی سلطنت ہوگی وہ ظالمون کو زندہ کرکے سزا دینگے قسم قسم کے تماشے ہونگے۔ یہ ناول شیعون کو ایسا دلچسپ معلوم ہوا جسکی دلفریبی نے اس شبہ لاحل کو اونکی نگاہون مین حل کردیا اور اس معاملہ پر غور کامل کرنے سے روکدیا۔

یہ زرارہ ایسا منکر امام تھا کہ ایک مرتبہ امام باقر علیہ السلام سے بحث کررہا تھا اور اونکے قول کو بار بار رد کرتا تھا اور ہرگز نہین مانتا تھا اور چاہتا تھا کہ امام کو قائل کردے آخر اس نے اپنے دل مین جو کچھ خیال باندھ لیا وہ اصول کافی[1] مین اسطرح مذکور ہے۔

عن زرارۃ قال قلت فی نفسی شیخ لاعلم لہ بالخصومۃ زرارہ کہتا ہی کہ مین نے اپنے دل مین

---

[1] اصول کافی صفحہ ۵۵

کہا (یہ بوڈھا ایسا ہے کہ مناظرہ کا طریقہ جانتا ہی نہین)
خلیل قزوینی نے صافی[1] شرح کافی مین اسکا ترجمہ یوں کیا ہے۔
"این پیر بے دماغ شدہ نمے داند روش گفتگو با خصم" حالانکہ اسکے بعد جب امام نے بدلیل اس کو الزام دیا اسوقت زرارہ نے اپنی جہالت کا اقرار کیا لیکن جب تک الزام نہ کھایا تب تک نہ مانا اور امام کے قول کو حجت نہ سمجھا اسکی وجہ یہی تھی کہ زرارہ امام باقر علیہ السلام کی امامت کا معتقد نہ تھا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ اصحاب ائمہ ائمہ کی عصمت کا اعتقاد نہین رکھتے تھے اور جو معصوم نہین وہ امام بھی نہین۔
ملا باقر مجلسی نے بھی حق الیقین مین یہ قول نقل کیا ہے کہ جو اصحاب ائمہ منکر عصمت ائمہ تھے اُن مین زرارہ اور ابوبصیر بھی شامل تھے چنانچہ عبارت حق الیقین[2] کی یہ ہے
"در باب جماعتے وارد شدہ است کہ اجماع صحابہ بر ضلالت الیشان شدہ است مثل زرارہ و ابوبصیر۔"
اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ زرارہ اور ابوبصیر کی ضلالت اجماعی ہے۔
یہ زرارہ اور ابوبصیر وہ شخص ہین کہ شاید ایک ثلث حدیثین کافی کی انھین کی روایات سے ہین اور یہان سے معلوم ہو گیا کہ اصحاب ائمہ کی کیا حالت تھی اور احادیث شیعہ کے راوی کیسے ہین یہی لوگ ہین جنھون نے مذہب شیعہ کو نقل کیا ہے

---

[1] جلد ثانی صافی کتاب الایمان والکفر صہ ۲۵۵ [2] حق الیقین صفحہ ۵۰۶۔

شیعون نے اصحاب رسول کو معاذ اللہ مرتد سمجھ لیا۔ ائمہ کی حالت ایسی فرض کرلی کہ وہ بغرض مصلحت جھوٹ بولا کرتے تھے۔ جھوٹے مسئلے بیان کیا کرتے تھے۔ اصحابِ ائمہ کی یہ حالت تھی جو مذکور ہوئی۔ اب فرمائیے دینِ رسول حاصل ہونے کا کیا ذریعہ ہی۔

۲۱ **کیا عوام** یہ سُنکر پریشان نہ ہونگے کہ روایات شیعہ سے ثابت ہوتا ہی کہ ائمہ کی یہ عادت تھی کہ عمداً جھُوٹے مسئلے بغیر تقیہ کے بھی بیان کیا کرتے تھے۔ فروع[۱] کافی مین سلمہ بن محرز سے روایت ہی۔

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا ارمانیا مات واوصی الیّ بترکتہ فقال لی وما الارمانی قلت نبطی من انباط الجبال مات واوصی الیّ بترکتہ وترک ابنتہ قال فقال لی اعطھا النصف قال فاخبرت زرارۃ بذلک فقال لی اتقاک انما المال لھا۔	وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص ارمانی مرگیا اور اُس نے اپنے مال متروکہ کا وصی مجھے بنایا تھا امام نے پوچھا ارمانی کسے کہتے ہین مین نے کہا کہ ایک پہاڑی قوم ہی اُن مین سے ایک شخص مرگیا اور مجھے اپنے ترکے کا وصی بنا گیا اور اپنی ایک بیٹی چھوڑی راوی کہتا ہی کہ امام نے مجھسے کہا کہ اُس بیٹی کو نصف مال دیدے۔ راوی کہتا ہی کہ مین نے زرارہ کو اسکی خبر کی تو اُس نے مجھسے کہا کہ امام نے تجھسے تقیہ کیا صحیح یہی ہی کہ

[۱] فروع کافی کتاب المواریث صفحہ ۴۸

قال قد خلت علیه بعد فقلت اصلحك الله ان اصحابنا زعموا انك اتقیتنی فقال والله ما اتقیتك لکنی اتقیت علیك ان تضمن فهل علم بذلك احد قلت لا قال اعطها ما بقی۔

کہ سب مال بیٹی کا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسکے بعد پھر مین امام کے پاس گیا اور مین نے کہا کہ اللہ تیری اصلاح کرے بیشک ہمارے اصحاب گمان کرتے ہین کہ تو نے مجھسے تقیہ کیا۔ امام نے فرمایا کہ واللہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا۔ اور لیکن مین نے تجھکو بچایا تھا کہ کہین تجھپر تاوان نہ پڑے کیا اسکی کسی کو خبر ہو گئی ہے مین نے کہا نہین۔ امام نے کہا کہ بیٹی کو دیدے جو باقی ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور روایت اسی کتاب مین عبد اللہ بن محرز سے ہے۔

سالت اباعبد الله علیه السلام عن رجل اوصی الی وهلك وترك ابنة فقال اعط الابنة النصف واترك للموالی النصف فرجعت فقال اصحابنا لا والله ما للموالی شیء ثم رجعت الیه من قابل فقلت ان اصحابنا قالوا لیس للموالی شیء۔

وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پونچھا کہ ایک شخص نے اپنے مال کا مجھکو وصی بنایا اور وہ مر گیا اور اُس نے اپنی بیٹی چھوڑی تو امام نے فرمایا کہ بیٹی کو آدھا مال دیدے اور غلامون کے لئے آدھا چھوڑ دے۔ جب مین وہان سے آیا تو ہمارے اصحاب نے کہا کہ واللہ غلامون کا کچھ بھی حصہ نہین۔ پھر مین سال آیندہ مین امام کے پاس گیا اور مینے کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہین کہ غلامون کا کچھ

وانما اتقاك فقال لا والله ما اتقيتك ولكن خفت عليك ان توخذ بالنصف فان كنت لا تخاف فاد النصف الاخر الى ابنة فان الله سيودى عنك	بھی حصہ نہین اور بیشک امام نے تجھسے تقیہ کیا تو امام نے فرمایا کہ واللہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا اور لیکن مین نے تجھپر خوف کیا کہ کہین تجھسے نصف کا مواخذہ نہو پس اگر تجھکو خوف نہو تو دوسرا نصف بھی اُسکی بیٹی کو دیدے پس بیشک اللہ تجھسے ادا کردیگا

صحیح مسئلہ یہ ہی کہ جب بیٹی کے سوا کوئی اور وارث نہین ہی تو سب مال بیٹی کو ملیگا۔ غلامون کو میراث مین کچھ نہین ملتا مگر امام نے یون بتادیا کہ بیٹی کو آدھا مال دے اور باقی غلامون کے واسطے رکھ یہ حکم سراسر غلط اور باطل تھا آخر زرارہ وغیرہ نے امام کی غلطی پکڑی اور سال آیندہ مین جب وہ سائل پھر امام کے پاس گیا اور یہ سارا قصہ بیان کیا تب امام کو اپنی غلطی پر تنبیہ ہوئی اور یہ بھی خیال آیا کہ سب مین رسوائی ہوگی اس لئے یہ بھی پوچھا کہ کسی کو اس مسئلے کی خبر تو نہین ہوئی سال بھر تک سائل غلطی مین پڑا رہا بڑی خیر ہوئی کہ امام کے قول پر عمل نہین کیا۔ ورنہ غلامون کو آدھا مال دیدیتا اور وہ خورد برد کرجاتے تو کیسی حق تلفی ہوتی۔ یہان تقیہ کا احتمال بھی نہین کہ سب مسلمانون کا مذہب یہی ہی کہ ایسی صورت مین کل مال بیٹی کو ملتا ہی۔ اُسوقت خلفا کے فیصلے بھی اسی کے مطابق ہوتے تھے پھر امام کو سچا مسئلہ بتانے مین جان کا خوف کیا تھا جو تقیہ کرتے۔

قطع نظر اسکے امام نے قسم کھاکر کہا کہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا۔ اس کے سوا

امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہدنامہ مین تقیہ کی ممانعت تھی - اس سب کے علاوہ پوچھنے والا شیعہ خالص مخلص تھا اُس سے تقیہ کیون کرتے -

اب حضرات شیعہ فرمائین کہ کیا انھین ائمہ کی اطاعت واجب تھی جنکو ایسے مشہور مسئلے بھی معلوم نہ تھے جب امام کو اپنی غلطی پر تنبیہ ہوئی تو رفع ندامت کے واسطے سائل کے سامنے یُون تاویل کی کہ مین نے جھوٹا مسئلہ اس لیئے بتا دیا تھا کہ کہین غلام تجھسے جھگڑا نکرین اور تجھے تاوان نہ پڑے یہ کیسی غلط تاویل تھی - جب غلامون کا کچھ حق نہین تو پھر وہ کس بنا پر جھگڑا کر سکتے - بالفرض یہ بھی خیال ہوتا تب بھی امام کو جھوٹا مسئلہ بتانا جائز نہ تھا - اور غلامون کا شر دفع کرنے کے لیئے حکام کی عدالتین موجود تھین -

ف امام جعفر صادق علیہ السلام [illegible]

زرارہ اگر امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام جانتا تو اسطرح اونکی غلطی پکڑ کے اونکو رسوا نکرتا بلکہ اونکے جھوٹے فتوے کو بھی سچا جان لیتا - اس اعتراض مین زرارہ کے ساتھ اور بھی اصحاب ائمہ شریک ہوئے اس سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ اصحاب ائمہ ائمہ کو معصوم نہین جانتے تھے - بالفرض اگر ان معترضین کو امام کے تقیہ کا احتمال ہوا تھا تو تقیہ کے راز کو فاش کیون کیا - یہ راز فاش کرنا ایسا گناہ تھا جیسے امام کو عمداً قتل کرنا - بہرحال زرارہ اور دیگر اصحاب ائمہ جنھون نے امام کی غلطی پکڑی یا منکر امام تھے یا امام کے ایسے دشمن تھے جیسے قاتل -

عوام یہ سنکر بھی حیران ہونگے کہ ائمہ اپنی امامت کا فقط ممبران کمیٹی سبائیہ

کے سامنے اقرار کیا کرتے تھے انکے سوا اوروں کے سامنے انکار کرتے تھے

چنانچہ مجالس المومنین[1] مین لکھا ہے۔

"در کتاب مختار از سعید منقول ست کہ گفت روزے در خدمت امام جعفر علیہ السلام بودم کہ دو کس در مجلس اذن دخول طلبیدند و انحضرت ایشان را اذن کرد چون بہ نشستند یکے از ایشان از اہل مجلس پرسید کہ آیا در شما امام مفترض الطاعۃ ہست آن حضرت فرمودند کہ چنین کسے درمیان خود نمی شناسیم او گفت در کوفہ قومے ہستند کہ زعم ایشان آنست کہ درمیان شما امام مفترض الطاعۃ موجود ست و ایشان دروغ نمی گویند زیرا کہ صاحب ورع و اجتہاد اند و از جملہ ایشان عبد اللہ یعفور و فلان فلان اند۔ پس انحضرت فرمودند کہ من ایشان را باین اعتقاد امر نکردہ ام گناہ من درآن چیست و مقارن این گفتار بر رخسار مبارک او آثار احمرار[2] و غضب بسیار ظاہر شد و چون آن دو کس او را در غضب دیدند از مجلس برخاستند و چون از مجلس بدر شدند آنحضرت باصحاب خود فرمود کہ آیا می شناسید این دو مرد را گفتند بلے ایشان از زیدیہ اند و گمان آن دارند کہ شمشیر حضرت رسول نزد عبد اللہ بن الحسن ست پس انحضرت فرمود کہ دروغ گفتہ اند دو سہ بار بر ایشان لعنت فرستاد"

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۴۲ مجلس پنجم ذکر سعید [2] احمرار یعنی سُرخی مراد یہ ہے کہ غصہ میں امام کا چہرہ سُرخ ہو گیا

یہ عبارت ہمنے بقدر ضرورت نقل کی اسکے بعد یہ ہے کہ جب وہ دونون سائل چلے گئے تو امام نے اپنی امامت کی نشانیون کا ذکر شروع کردیا۔ اب یہ فرمائیے کہ امام نے اُن دونون پر کیون لعنت کی وہ محض بے قصور تھے اور امام مفترض الطاعت کی خبر سنکر کوفہ سے امام کی تلاش مین آئے تھے امام نے خود اپنی امامت سے انکار کردیا اب اونکی کیا خطا ہے اگر قیامت کے دن اُن سے یہ سوال ہوا کہ تم اپنے زمانہ کے امام پر ایمان کیون نہ لائے تو اونکے پاس معقول جواب موجود ہے کہ امام صاحب نے خود اپنی امامت سے انکار کیا تھا۔ ایسی امامت کا کیا اعتبار جب کا کسی کے سامنے اقرار اور کسی کے سامنے انکار۔

امام نے صاف کہدیا کہ نہ مجھکو امام مفترض الطاعت کی خبر نہ مین نے عبداللہ بن یعفور وغیرہ اہل کوفہ کو یہ حکم کیا کہ مجھکو امام مفترض الطاعت سمجھین اگر وہ اپنی طرف سے کہتے ہین تو اس مین میرا کیا گناہ ہے۔

اب فرمائیے کہ یہ قول امام کا سچ تھا یا جھوٹ۔ امام کو تو یہ خبر سنکر ایسا غصہ آیا کہ اونکا مونھ سرخ ہوگیا۔ یہ غصہ عبداللہ بن یعفور وغیرہ پر تھا جنھون نے اپنی طرف سے امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام مفترض الطاعت بتایا تھا۔

یہ حدیث اصول کافی[له] مین بھی موجود ہے چنانچہ جو مضمون ہم لکھ چکے ہین اوسکے بعد کا حصہ جو کافی مین موجود ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ امام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تلوار ہمارے پاس ہے عبداللہ بن حسن نے بلکہ اسکے باپ نے بھی

له اصول کافی صـ۱۴۳

کبھی اُسکو نہ دیکھا ہوگا اگر وہ دونون سچے ہین تو اس تلوار کی علامتین بتادین
پھر امام نے فرمایا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلعم کی زرہ اور خود اور مغفر اور علم
ہے اور ہمارے پاس الواح موسی اور عصای موسی اور خاتم سلیمان ہے اور ہمارے
پاس وہ اسم اعظم ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانون اور مشرکون کے درمیان
کردیتے تھے تو مشرکون کا تیر مسلمانون تک نہین پہنچتا تھا اور ہتھیار ہم مین امامت
کی نشانی ہے جسکے پاس ہتھیار نہین وہی امام ہے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ امام نے اپنے امام مفترض الطاعت ہونے کا انکار
کیا اور آخر مین مطلق امامت کا اقرار کیا جسکے معنی فقط پیشوا کے ہین اور ایسی امامت
اُن مین سنیون کو بھی تسلیم ہے۔ پس ان دونون قولون مین تناقض نہین اور
اگر اخیر قول کے یہ معنی سمجھے جاوین کہ آخر مین امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے
آپ کو امام مفترض الطاعۃ بتایا تو اس سے لازم آوے گا پہلے جو امام نے انکار
کیا تھا وہ صریح جھوٹ بولا تھا جو بڑے شرم کی بات ہے۔

افسوس کہ حضرات شیعہ امام کے قول کو جھوٹا سمجھنے پر بڑے دلیر ہین کچھ بھی
شرم نہین کرتے اور باین ہمہ اُن کو مفترض الطاعت بھی سمجھتے ہین جسکا امام خود
انکار کرتے ہین۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو تو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اس لئے کہ اللہ انکو حکم
کرچکا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو اور تم حفاظت اور امان مین رہوگے

قطع نظر اسکے جب اونکے پاس انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی موجود تھی تو ہر شخص کو مسخر کر سکتے تھے اونکے پاس عصائے موسی موجود تھا جو اژدہا بنکر سب دشمنوں کو نگل جاتا اونکے پاس اسم اعظم موجود تھا جسکی برکت سے کوئی آسیب نہ پہونچتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو بذریعہ نجوم وجفر وغیرہ علوم ائمہ کے یہ بھی معلوم تھا کہ ان دونون شخصون سے اونکو کوئی مضرت نہ پہنچے گی۔ پھر امام کو کیا خوف تھا اور کیون جھوٹ بولتے۔

اگر امام ان آثار انبیار سے کچھ کام نہین لے سکتے تھے تو بیکار یہ چیزین اونکو کیون دیگئی تھین اور جب وہ ڈر کے مارے جھوٹ بولتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار اُن کو کیون ملے تھے۔

چون تقیہ شعار ایشان بود
بر ائمہ سلاح جنگ چہ سود

اور جب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے مفترض الطاعت ہونے سے انکار کردیا اور یہ بھی فرمادیا کہ مین نے کسیکو یہ حکم نہین کیا تو مذہب شیعہ بالکل باطل ہوگیا اب شیعے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس قول مین جھوٹا بناکر اونکو امام مفترض الطاعۃ بتاتے ہین۔

اب اگر یہی فرض کیا جاوے کہ امام نے بہ لحاظ مصلحت جھوٹ بولا تھا تو عبداللہ بن یعفور وغیرہ اصحاب امام نے جو کوفہ مین امام کے اس راز کو فاش کیا

وہ نافرمان اور مرتکب گناہ کبیرہ اور قاتل امام تھے۔

یہیں سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ لوگ کس طرح امام پر افترا کیا کرتے تھے اور امام کو اسکی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ اس روایت کے اول کے انکاری حصہ کے ساتھ آخر کا اقراری حصہ اس لئے تضعیف کیا گیا کہ پہلا حصہ مصلحتی جھوٹ بن جاوے

تعجب ہے کہ عصاے موسیٰ نے معرکہ کربلا مین جناب امام حسین علیہ السلام کو کچھ کام نہ دیا کہ اژدہا بنکر دشمن کی تمام فوج کو نگل جاتا۔ نہ خاتم سلیمان نے دشمنوں کی تمام فوج کو مسخر بنایا اور اس سے بھی اوسی مضمون کی تائید ہوتی ہے جو پہلے مذکور ہوچکا ہے کہ جناب امام حسینؑ نے باوجود قدرت کے بچاؤ کے طریقے اختیار نہ کیے اور قصداً اُس معرکہ مین موت قبول کی۔

موسی کی عصا کا تھا فقط نام تو بیکار ٭ خاتم بھی سلیمان کی ندی کام تو بیکار
جب خوف یہ غالب تھا کہ کہہ سکتے نہ تھے حق ٭ پھر گھر مین پیمبر کی تھی صمصام تو بیکار

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ یہ کیسے امام مفترض الطاعت تھے کہ علانیہ جھوٹ بولا کرتے تھے مکہ مین مشرکین کا کیسا غلبہ تھا مگر کبھی رسول نے مشرکین کے خوف سے بتون کی تعریف نہین کی۔ شرک کو جایز نہین کہا۔ اپنی رسالت سے انکار نہین کیا پھر ائمہ نے علانیہ جھوٹے حکم دینے کا طریقہ کیون اختیار کیا۔ کبھی حرام جانور کو حلال کہدیا۔ کبھی بیٹی کی میراث کا مسئلہ غلط بتادیا۔ حالانکہ اس مسئلہ مین تقیہ بھی نہ تھا محض بے علمی تھی۔ کبھی اپنی امامت سے صاف انکار کردیا۔ عام مجلسون مین

ہمیشہ سُنّی بنے رہے۔ اپنے مخلصین شیعہ مین بھی اختلاف ڈالتے رہے اور ایک سوال اگر تین آدمیون نے پوچھا تو ہر ایک کو جُداجُدا جواب دیا۔

جب بزعم شیعہ بعد رسولؐ کے دین رسول کا مدار ہر زمانے مین ایک امام پر ٹھہرا اور ائمہ کی یہ حالت تھی تو اب فرمائیے کہ ائمہ کا کونسا قول سچّا مانا جاوے ائمہ کو اللہ نے اس لئے امام مقرر کیا تھا کہ بندے اونکے احکام کی اطاعت کرین پس ضرور ہے کہ اللہ اونکی اتنی حفاظت کرے کہ احکام باطل اونکی زبان پر جاری نہ ہون اس لئے کہ احکام باطلہ کا اونکی زبان پر جاری ہونا اللہ کی اُس غرض کے منافی ہے جس غرض سے اونکو امام مفترض الطاعۃ مقرر کیا ہے۔ ملاّ مجلسی نے حیات القلوب[1] مین فرمایا ہے۔

"چون غرض از بعثت ایشان اینست کہ مردم اطاعت نمایند وہرچہ از اوامر ونواہی الٰہی بایشان فرمایند امتثال کنند اگر معصوم (یا محفوظ) نگرداند ایشانرا منافی غرض از بعثت خواہد بود وبر حکیم روا نیست کہ فعلی کند کہ منافی غرض او باشد"

قرآن مین اللہ نے صاف فرمادیا ہے فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ یعنی اُن سے مت ڈرو مجھسے ڈرو۔ اور نیز اللہ نے فرمایا ہے فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ یعنی اگر تم مومن ہو تو اُنسے مت ڈرو مجھسے ڈرو۔ اور نیز اللہ کا حکم پہنچانے والون کی صفت قرآن مین یہ مذکور ہے۔ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ اللہ سے ڈرتے ہین اور اللہ کے سوا کسی سے نہین ڈرتے۔ اس آیت سے صاف

[1] حیات القلوب جلد اول صـ۱۳۱

ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ امامت کا دعوی کرین اور آدمیون سے ڈرکر اللہ کے حکم جھوٹے بیان کرین وہ ہرگز اللہ کا حکم پہنچانے والے نہین

شیعہ کہتے ہین کہ یہ آیتین متروک العمل ہین اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اونپر عمل نہین کیا اور مشرکین سے ڈرکر غار مین جان چھپائی۔

مگر اسکا جواب یہ ہے کہ رسولؐ نے ہمیشہ انھین کے مطابق عمل کیا اور مشرکین سے کبھی خوف نکیا ہمیشہ اونکے سامنے شرک اور بتون کی برائی صاف صاف بیان کرتے رہے کبھی انسے ڈرکر کوئی حکم خلاف حق بیان نہین کیا اور غار مین تشریف لیجانا خوف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ اسوقت تک جہاد کی اجازت نہ تھی۔

البتہ موافق روایات شیعہ ائمہ نے ان آیتون کے خلاف عمل کیا اس لئے کہ مخالفون سے ڈرکر علانیہ جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے اور عام مجلسون مین اپنے آپ کو سنی کہتے تھے خلفا کی تعریف کرتے تھے۔ اللہ پر انکو کچھ بھی توکل نہ تھا۔

اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے کا حکم اگرچہ قرآن مین بھی موجود تھا مگر ائمہ کے واسطے بالتخصیص بھی عہد نامون مین یہی حکم نازل ہوا جن مین امام باقر اور امام جعفر علیہم السلام سے خاص خطاب تھا مگر پھر بھی اونکا خوف زائل نہ ہوا اور ڈر کے مارے جھوٹے مسلے علانیہ بیان کرتے رہے۔ انبیاء سابقین نے

نے کیسی کیسی ایذائین اوٹھائین مگر کلمۂ حق سے کبھی تجاوز نہین کیا۔ ائمہ تو شیعون کے اعتقاد مین انبیاء سابقین سے بھی افضل ہین پھر اُنھون نے جھوٹے مسئلے کیون بیان کیے جب کہ اللہ نے قرآن مین یہ حکم دیا ہی کہ میرے سوا کسی سے نہ ڈرو تو اُسکے ساتھ یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ صالحین کا مددگار اور کارساز ہوتا ہی چنانچہ فرماتا ہی وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ اور اللہ کارساز ہوتا ہے صالحین کا پھر ائمہ کو اس وعدہ پر اعتماد کیون نہ تھا اور جھوٹے مسئلے کیون بیان کرتے تھے۔

جناب سیدہ علیہا السلام نے باوجود عورت ہونے کے اتنا بھی خوف نہ کیا کہ دعوی فدک سے دست بردار ہون بلکہ اتنی جرات کی کہ گھر سے باہر نکلکر عمرؓ سے ہاتھاپائی کی (معاذ اللہ) اور ائمہ پر باوجود مرد ہونے کے ایسی ہیبت چھائی کہ ڈر کے مارے جھوٹے حکم بیان کرنے لگے۔

جناب امام حسین علیہ اسلام نے قتل ہونا گوارا کیا مگر تقیہ نکیا یہ جرات باقی ائمہ کو کیون نہ نصیب ہوئی۔ حال آنکہ ائمہ اگر دعا کرتے ضرور مقبول ہوتی مگر تعجب ہے کہ ائمہ نے اپنے خوف دور ہونے کی دعا بھی نہ مانگی۔ عصای موسی اور خاتم سلیمان جو اونکے پاس تھی اُس سے بھی کام نہ لیا۔ رسول کے ہتھیارون کو معطل کیا اور گھر مین چھپا کر رکھ چھوڑے اُن سے کام لینے کی بھی جرات نہ ہوئی۔

سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ اونکو اپنی موت کا وقت بھی معلوم تھا مرنا

اپنے اختیار مین تھا جو حوادث اُن پر واقع ہونے والے تھے وہ بھی پہلے سے معلوم تھے پھر کیا خوف تھا چنانچہ اصُول[1] کافی مین ایک باب اسی بیان مین باندہا ہے۔

باب ان الایمۃ علیہم السلام یعلمون متی یموتون و انھم لا یموتون الا باختیار منھم	باب اس بیان مین کہ ایمہ علیہم السلام جانتے ہین کہ کب مرینگے اور وہ نہین مرتے مگر اپنے اختیار سے

جن لوگون کو اپنی موت کا وقت معلوم نہ ہو وہ تو موت کے خوف سے ڈرتے ہین ایمہ کو تو اپنی موت کا وقت معلوم تھا اُس سے پہلے ہرگز اونکو موت کا خوف نہین ہوسکتا تھا پھر کیون ڈرتے تھے اور جھُوٹے مسئلے کیون بیان کرتے تھے

ائمہ پر جتنے حوادث آنے والے ہوتے ہین وہ سب اونکو پہلے سی معلوم ہوتے ہین چنانچہ اصُول[2] کافی مین ہے۔

عن ابی بصیر قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام ایّ امام لا یعلم مایصیبہ والی مایصیر فلیس ذلک بحجۃ اللہ علی خلقہ	ابوبصیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس امام کو یہ معلوم نہ ہو کہ اُسکو کیا پہنچنے والا ہی اور اُسکی کیا حالت ہونے والی ہے، وہ مخلوق مین اللہ کی حجت نہین ہے

پس ہر ہر امام کو اپنے حوادث پہلے ہی سے معلوم تھے اُس سے زیادہ کوئی آفت اونپر نہین آسکتی پھر جھوٹے فتوے کیون دیتے تھے۔

[1] اصول کافی صفحہ ۱۵۷ [2] اصول کافی صفحہ ۱۵۸

اب اگر یہ بھی فرض کرو کہ اونکو اپنی جان کا خوف تھا اس لئے جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے تو بھی تعجب ہی کہ انھون نے یہ خیال کیون نہ کیا کہ اگر حق کہنے پر مارے جائین گے تو شہید اکبر ہونگے پھر ایسی موت سے کیون بھاگتے تھے اگر اپنی جان اس لئے عزیز تھی کہ ہدایت کا کام اُنسے متعلق تھا تو یہ بھی معلوم تھا کہ زمانہ امام سے خالی نہین رہتا اونکے مرتے ہی اونکا جانشین قایم ہوجاے گا ظاہری قوت بھی اونکو ایسی تھی کہ پوری فوج تیار کرسکتے تھے اس لئے کہ بہت سے مسلمان اہلبیت کی مدد پر آمادہ تھے بڑی دلیل اسکی یہ ہی کہ سادات نے جب کبھی خروج کیا ایک بھاری فوج اونکے ساتھ ہوتی تھی شکست کی وجہ سوء تدبیر تھی اگر ائمہ بذات خود جہاد کا انتظام کرتے تو غالبًا فتح پاتے اور چونکہ خاندان سادات مین ائمہ سب مین افضل سمجھے جاتے تھے اگر یہ خروج کرتے تو انکے ساتھ جمعیت بھی زیادہ ہوتی اکثر لوگ لشکر زید شہید کے اس لئے بھاگے کہ امام ساتھ نہ تھے انھین کے بھاگنے سے اورون کے پانون اُکھڑ گئے یہی وجہ شکست کی ہوئی چنانچہ مجالس المومنین[۱] مین سلیمان بن خالد کے بھاگنے کی وجہ یہی لکھی ہے۔

امام زین العابدین علیہ اسلام پر خوف وہراس ایسا غالب ہوا کہ باپ کی غیرت کو بھول گئے اور یزید کے سامنے نہایت عاجزی کے ساتھ غلامی کا اقرار کیا مگر جب اونکے مخلصین شیعہ مین سے مختار نے کامل غلبہ پایا اور خون حسینؑ کا پورا انتقام لیا اور کئی برس تک بہت بڑے ملک پر مسلط رہا اوسوقت امام نے

[۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۵۰۔

یہ ہوسکا کہ مختار کو ساتھ لیکر بذاتِ خود جہاد کا انتظام کرتے مجالس المومنین مین لکھا ہے۔

"مختار ابن ابی عبیدہ الثقفی رحمہ اللہ تعالیٰ علامہ حلی اورا از جملہ مقبولان شمردہ۔"

جناب امیر علیہ السلام نے خلافت کا چھن جانا جناب سیدہ علیہا السلام کا گھر سے باہر نکلکر عمر رض سے ہاتھاپائی کرنا اور آخر کو قتل ہونا فدک کا چھن جانا ام کلثوم کا غصب ہو جانا۔ اپنی گردن مین رسّی باندھ کر کھینچا وغیرہ وغیرہ گوارا کیا اور ان ناگوار تلخیون کو شربت کے گھونٹ کی طرح پی گئے۔ مگر جہاد پر کمر باندھنے کی جراءت نہ ہوئی۔ حالانکہ عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمان اور لشکر جنات اور اختیار اظہار معجزات کے علاوہ شجاعت ذاتی۔ اور تمام جوانان بنی ہاشم اور قبیلہ بنو حنیف جان نثاری کے لئے موجود تھے۔ مجالس[۵] المومنین مین لکھا ہے۔

"بنو حنیف طائفہ از عرب بادیہ اند کہ در زمان حضرت رسالت پناہ مسلمان شدند و رئیس آن قوم مالک بن نویرہ بود کہ از ارادف ملوک و شجاعان روزگار بود و شرف صحبت حضرت رسالت پناہ دریافتہ بود و ہمگی ایشان از جملہ محبان اہل البیت بودند"

اسکے بعد مجالس المومنین مین یہ قصہ لکھا ہے کہ مالک بن نویرہ ابو بکر رض کے خلیفہ ہو جانے کی خبر سنکر مدینہ مین آیا اور مسجد مین جاکر ابو بکر رض سے لڑا اور نص امامت جناب امیر یاد دلائی اور دونون طرف سے سخت کلامی واقع ہوئی پھر ایک جماعت نے لکد کاری

[۵] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۵۲

کرکے مالک کو نکالدیا اور اسکے بعد ابو بکرؓ نے خالد کو فوج جرار کے ساتھ مالک سے لڑنے کے لئے بھیجا۔

اگر جناب امیر اس قوم کو ساتھ لیکر جہاد کرتے تو اچھی خاصی فوج اونکے واسطے موجود تھی غضب تو یہ ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کی حمایت کی وجہ سے جب مسجد مین مالک کی لکد کاری ہوئی اُسوقت بھی جناب امیر نے مالک کی ذرا بھی مدد نہ کی اور جب خلیفہ اول کی فوج غضب الٰہی کی طرح قوم بنو حنیف پر پہنچی اُسوقت بھی جناب امیر نہایت رضامندی کے ساتھ یہ تماشا دیکھتے رہے اور اپنے جان نثارون کی ذرا بھی معاونت نہ کی ورنہ اگر اُس قوم کو حسن تدبیر کے ساتھ لڑاتے تو کیا عجب تھا کہ فتح پاتے جس طرح رسولؐ کے زمانہ مین فقط ایک جناب امیر کی جنگ سے بڑی بڑی معرکے فتح ہو گئے۔ کیا تعجب تھا کہ مالک کی فوج مین بھی جناب امیر کی شراکت وہی جلوہ دکھاتی بلکہ جناب امیر نے یہ کیا کہ جب اُس قوم کے قیدی گرفتار ہو کر آئے تو اُن مین سے ایک باندی خولہ اپنے حرم سرا مین داخل کرلی جو محمد بن حنفیہ کی مان ہے۔ اس الزام کو مٹانے کے لئے شیعون نے عجیب عجیب روایتین تصنیف کرلی ہین۔

اس کے علاوہ اگر جناب امیر کوشش کرتے تو تمام انصار کو اپنے ساتھ کرلیتے اس لئے کہ انصار کے قبیلہ خزرج کا سردار سعد بن عبادہ جناب امیر کی امامت کا معتقد تھا اور نص رسولؐ کے خلاف عمل کرنا نہین چاہتا تھا اسی وجہ سے خلافت اُس نے

قبول نہ کی مجالس[ملہ] المومنین مین لکھا ہے :-

شیخ فاضل حسن بن علی بن محمد الطبری در کتاب کامل بہائی کہ آنرا بنام صاحب اعظم خواجہ بہاء الدین جوینی نوشتہ ذکر نمودہ کہ سعد بن عبادہ رئیس قبیلہ خزرج واز اتقیائے انصار بود چون مردم در بیعت ابو بکر شروع کردند انصار گفتند چون ترک نص خدا و رسول کردید واتباع ہوا می کنید یکے از دیگرے اولے نیست ما کہ انصاریم سعد بن عبادہ را رئیس وخلیفہ خویش می کنیم سعد چون این سخن شنید گفت من دین خدا را بدنیا نمی فروشم و خدا و رسول را خصم خود نکنم واین کار قبول نکنم تا میان من و دیگران پیش خدا تعالی فرقی باشد چون سعد چنین گفت کار ابو بکر قوتے گرفت و مردم میل برآن طرف کردند واز سعد بیعت طلب نمودند اباکرد وگفت این دروغ بخود نخواہم بدیگرے ہم نخواہم واز برائے خاطر دیگران بدوزخ نروم وسعد بر ابو بکر بیعت نکرد وبزمان عمر الحاح کرد او قبول نکرد واز قوت وکثرت قوم وے با وے اکراہی نمود نتوانستند کرد وزہرہ اجبار او نداشتند لاجرم با وے بظاہر می ساختند ودر تحصیل بیعت او مسلماہی پرداختند تا آنکہ قیس پسر سعد روزے عمر را نصیحت کرد وگفت نصیحت من قبول کن واز سخن مفتتان بشنو کہ سعد سوگند یاد کردہ کہ بر تو بیعت نہ کند واز وے بجبر بیعت نتوان گرفت الا بعد از قتل وے وقتل وے منوط بقتل جملہ خزرج وقتل خزرج منوط ست بقتل اوس وقتل اوس منوط

[ملہ] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۰۱ ۵۲ ابامیبنی انکار ۱۲

بقتل مبتلہ بطون بین واین مقدور شما نباشد وبیش از وسع شما ست ۔"

پس اگر جناب امیر عزم جہاد کرتے تو سعد بن عبادہ ضرور اونکے ساتھ ہوتے اور سعد کی وہ قوت تھی کہ خلفا باوجود اپنی شان وشوکت کے سعد پر غالب نہین ہو سکتے تھے تمام انصار سعد کے ساتھ ہو کر جناب امیر کے شریک ہو جاتے ۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ جناب امیر کے شریک تھے جیسے خالد بن سعید۔ مقداد۔ ابوذر۔ سلمان۔ بریدہ اسلمی۔ عمار۔ ابو الہیثم ابن تیہان۔ عثمان بن حنیف خزیمہ بن ثابت۔ ابی بن کعب۔ ابو ایوب انصاری۔ بلال۔ اسامہ بن زید عباس مع تمام بنی ہاشم کے جن مین عباس کے چارون بیٹے اور جعفر اور حمزہ کی اولاد اور عقیل اور اونکی اولاد وغیرہ شامل تھی۔ قنبر اور جناب امیر کے چند غلام جناب امیر کے ساتھ تھے اور ان مین سے ہر ہر شخص کے ساتھ دو چار آدمی تابعین مین سے بھی تھے ۔ بنی ہاشم کے غلامون کی بہت بڑی جماعت تھی ۔

ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[1] مین لکھا ہے کہ بارہ ہزار اصحابی ایسے تھے جو محب اہلِ بیت اور خالص مخلص تھے عبارت اوسکی یہ ہے ۔

"(ابن بابویہ) بہ سند حسن از حضرت صادق روایت کردہ است کہ اصحاب رسول خدا دوازدہ ہزار نفر بودند ہشت ہزار نفر از مدینہ و دو ہزار از اہلِ مکہ و دو ہزار از رہا وآزادہ کردہا و یکے از ایشان قدری نبود ونکہ بجبر قایل باشند و مرجی نبودند کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم ست حروری

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۸ ۔

نبودند کہ امیر المومنین را ناسزا گویند و معتزلی نبودند کہ گویند خدارا در عمل بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا بہ رائے خود سخن نمے گفتند و در شب و روز گریہ می کردند و مے گفتند خداوندا روحہائے مارا قبض کن پیش ازانکہ خبر شہادت حضرت امام حسین بشنویم۔"

پس یہ بارہ ہزار آدمی حضرت علیؓ کے ساتھ تھے جن میں سے آٹھ ہزار خاص مدینہ مین موجود تھے۔ علمائے شیعہ یہ بھی کہتے ہین کہ ان صحابہ کا نام اس وجہ سے معلوم نہین کہ جن کتابون مین انکا ذکر تھا وہ کتابین مفقود ہوگئین چنانچہ مجالس[۱۵] المومنین مین لکھا ہے۔

"متقدمین اصحاب مانند شیخ اعظم محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی کتابہا در ذکر رجال اخیار اصحابہ سید مختار نوشتہ اند اگرچہ فی الحال ازآنہا اثرے نیست و بواسطہ سوختن و شستن مخالفان خبرے نہ۔"

یہ سب لوگ فقط اسوجہ سے مجبور ہوگئے کہ جناب امیر پر خلفا کی ہیبت ایسی چھا گئی تھی کہ باوجود اتنی قدرت کے انھون نے جہاد پر کمر نہ باندھی۔ گواہ چست مدعی سست کا حساب ہوگیا۔

حال آنکہ جناب امیر مین ذاتی شجاعت ایسی تھی کہ وہ تنہا بڑی بڑی فوجون پر غالب آتے تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ صلعم وسلم جناب امیر کو اپنی بستر پر سلا کر غار ثور مین تشریف لے گئے تو صبح کو تمام کفار قریش نے جمع ہوکر جناب

۱۵ مجالس المومنین مطبوعہ طہران ص ۱۱

امیر پر حملہ کیا اُس وقت تنہا جناب امیر نے لشکر کفار کو شکست دی اور غالب آئے۔ حیاتُ القلوب[۱] مین لکھا ہے۔

"چون صبح طالع شد کفار قریش ہمہ برخاستند و شمشیرہا کشیدند و بر سر امیرالمومنین دویدند و خالد بن ولید در پیش ایشان بود۔ پس آن شیر خدا از جا برجست و روبایشان دوید و خالد را گرفت و دستش را پیچید و او مانند شتر فریاد مے کرد پس شمشیر خالد را گرفت و رو براایشان آورد و ہمہ گریختند و چون ہمہ را بیرون کرد شناختند کہ امیرالمومنین ست گفتند مارا با تو کارے نیست محمد کجاست حضرت فرمود کہ شما او را بمن سپردہ بودید شما خواستید او را بیرون کنید او خود بیرون رفت۔"

جب کہ اکیلے جناب امیر نے تمام کفار مکہ کو عاجز کر دیا تو اس سے ظاہر ہے کہ اُن کو کسی دُوسرے کی مدد کی ضرورت نہ تھی وہ اگر تنہا بھی لڑتے تو کفار پر فتح پالیتے کفار نے حملہ اسوجہ سے کیا تھا کہ جناب امیر کو پہچانا نہ تھا اگر جناب امیر اپنی ذات کو ظاہر کر دیتے تو کفار کا گروہ ہٹ جاتا اُنسے کچھ سروکار نہ کرتا جناب امیر نے بلا ضرورت جنگ کی حالانکہ اُسوقت تک جہاد کی اجازت نہین ہوئی تھی اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ کے ہجرت کی ورنہ جناب امیر رسولؐ سے زیادہ بہادر نہ تھے رسُول کی موجودگی مین کبھی اونکو ایسی جنگ کرنے کا شوق نہ ہوا۔ جناب امیر نے غضب کیا کہ رسولؐ کے باہر چلے جانیکی صاف صاف

[۱] حیات القلوب صفحہ ۳۰۹۔

خبر دیدی جبھی تو کفار نے بیرون مکہ رسول کی تلاش شروع کی اُسوقت رسُول مکہ کے قریب غار مین موجود تھے اگر جناب امیر ایسی تصریح سے خبر نہ دیتے تو شاید کفار کو یہ گمان ہوتا کہ رسُول اسی شہر مین کسی کے گھر ہونگے باہر کی طرف اونکا خیال کم جاتا۔ اس قسم کی غلطیان جناب امیر سے اکثر ہوتی تھین یہی وجہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو اپنے ساتھ نہ لیا اور سفر ہجرت مین رفاقت کے لئے ابوبکرؓ کو منتخب کیا افسوس کہ جناب امیر کو بلا ضرورت تو جنگ ناجائز کا ایسا شوق اور ضرورت کے وقت خلفا کے مقابلے مین ایسی گریز کہ بی بی جنگ کے لئے گھر سے باہر نکلے اور خود پردہ نشینی اختیار فرمادین غصب ام کلثوم کے وقت بھی کچھ حس و حرکت نکرین بلکہ غصب ام کلثوم کو اس وجہ سے غنیمت اور مصلحت سمجھین کہ داماد بن جاوینگے تو اُسکے بعد عمرؓ جبر نہ کرین گے چنانچہ علامہ شوستری نے مجالس المومنین مین کتاب مشفی مصنفہ سید مرتضی سے ابوالحسن علی بن اسمعیل کا یہ قول نقل کیا ہی۔

"پرسیدند کہ چرا آنحضرت دختر بہ عمر بن الخطاب داد گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود بزبان و اقرار فضل حضرت امیر مے کرد و در آن باب اصلاح غلظت[۱] و فظاظت او نیز منظور بود۔"

دیکھئے جناب امیر کی فطرت کہ عمرؓ کو داماد بنا کر راضی کر لیا حالانکہ جن عمرؓ سے جناب امیر ایسے مجبور تھے کہ اب اونکو داماد بنانے کی ضرورت پڑی یہ وہی عمرؓ ہین جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے کہ اونکی صورت دیکھکر بدحواس ہو جاتے تھے چنانچہ حیات القلوب[۲] مین ہے

[۱] غلظت بمعنی سختی فظاظت بمعنی درشت خوئی یعنی یہ بھی منظور تھا کہ داماد ہوجانے کی وجہ سے عمرؓ کی درشت خوئی کی اصلاح ہو جاوے گی ۱۲ [۲] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۳۴۷

(علی بن ابراہیم) از ابو وائلہ روایت کردہ است کہ گفت روزے باعمر بن الخطاب
براہے میرفتم ناگاہ اضطرابے در او یافتم و صداے از سینۂ او شنیدم مانند کسیکہ
از ترس مدہوش شود گفتم چہ شد ترا اے عمر گفت مگر نمی بینی شیر بیشۂ شجاعت را
و معدن کرم و فتوت را و کشندہ طاغیان و باغیان را و زنندۂ شمشیر و علمدار
صاحب تدبیر را چون نظر کردم علی بن ابیطالب را دیدم گفتم اے عمر این علی
بن ابی طالب ست گفت نزدیک من بیا تا شمہ از شجاعت و دلیری و بسالت او برائے
تو بیان کنم۔ بدانکہ حضرت رسولؐ در روز احد از ما بیعت گرفت کہ نگریزیم و ہر کہ از
ما بگریزد گمراہ باشد و ہر کہ کشتہ شود شہید باشد و پیغمبر ضامن بہشت باشد برائے
او چون بجنگ ایستادیم ناگاہ دیدیم کہ صد نفر از شجاعان و صنادید قریش رو
بما آوردند کہ ہر یک صد نفر یا بیشتر از دلیران با خود داشتند پس مارا از جای خود
کندند و ہمہ گریختیم در آنجا علی را دیدیم کہ مانند شیر ژیان کہ بر گلہ موران حملہ کند
بر مشرکان حملہ میکرد و از ایشان پروائی کرد چون مارا دید کہ میگریزیم گفت قبیح و
پارہ پارہ و بریدہ و خاک آلود باد روہاے شما کجا میگریزید بسوے جہنم میشتابید
چون دید کہ ما بر نمیگردیم بر ما حملہ کرد و شمشیر پہنے در دست داشت کہ مرگ از آن میچکید
و گفت بیعت کردید و بیعت را شکستید واللہ کہ شما سزاوار ترید بکشتہ شدن از آنہا
کہ من میکشیم چون بدیدہاش نظر کردیم مانند دو کاسہ روغن زیت کہ آتش در آن
افروختہ باشند میدرخشید و مانند دو قدح پُر خون از شدت غضب سرخ شدہ بود

من جزم کردم کہ ہمہ مارا بیک حملہ ہلاک خواہد کرد پس من از سائر گریختگان بہ نزدیک او رفتم و گفتم ای ابوالحسن بخدا ترا سوگند میدہم کہ دست از ما برداری زیرا کہ عرب کار شان اینست کہ گاہ میگریزند و گاہ حملہ می کنند ننگ گریختن را برطرف میکنند گویا از روی من شرم کرد و دست از ما برداشت و بر کافران حملہ کرد و تا این ساعت ترس او از دل من بدر نرفتہ ہست و ہر گاہ کہ او را می بینم چنین ہراسان می شوم"

تعجب ہی کہ رسولؐ کی وفات پاتے ہی وہ ہیبت عمرؓ کے دل سے کیون نکلگئی بلکہ جو حالت پہلے عمرؓ کی علیؑ کے سامنے ہوتی تھی اب وہ علیؑ کی عمرؓ کے سامنے ہونے لگی اور جناب امیر اُس طرح آنکھین لال پیلی بنا لینے کی تدبیر کیون بھول گئے جس سے تمام صحابہ پر ہیبت بیٹھ جاتی۔ اور جناب امیر کی خلافت کا کوئی مزاحم نہ ہوتا یہ تو ایسی تدبیر تھی کہ بغیر جنگ کے کام بن جاتا۔ مگر افسوس کہ جناب امیر کے دل پر ایسی ہیبت بیٹھ گئی تھی کہ اونکو اب اُس طرح آنکھین لال بنا لینے پر قدرت نہ رہی۔ دستور ہے کہ جب سپاہی کے اوسان بگڑ جاتے ہین پھر اُس سے کچھ بھی نہین ہو سکتا اور سارے حربے جو اُسکے پاس ہین بیکار ہو جاتے ہین۔

اسی ہیبت زدگی کی حالت مین جب کبھی اپنی پرانی شجاعت جناب امیر کو یاد آجاتی تھی تو حکم صبر کو فراموش کر کے لپٹ پڑتے تھے اور دشمن کو پچھاڑ لیتے تھے مگر ضعف قلب کی وجہ سے ہیبت غالب آجاتی تھی اور حکم صبر کا یاد آجانا جنگ سے گریز کرنیکا

حیلہ ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے بنا بنایا کام بگڑ جاتا تھا چنانچہ ملای مجلسی حق الیقین مین فرماتے ہین۔

"پس حضرت امیرالمومنین بیتاب شد و برجست و گریبان عمر را گرفت و برزمین زد و گردنش راپیچید کہ آنرا بکشد بخاطر آورد وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ اورا امر بصبر ونہی از مقابلہ ایشان فرمودہ بود دست برداشت"۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جتنی دیر تک جناب امیر عمرؓ سے کشتی لڑتے رہے اوتنی دیر حکم رسول کی مخالفت کے مرتکب تھے شاید اُس وقت عصمت زایل ہو گئی ہو گی۔

دوسری بار پھر بھی اتفاق ہوا چنانچہ حق الیقین مین ہے۔

"پس عمر برخاست کہ بر سلمان حملہ کند حضرت امیرالمومنین برجست و گریبان آنرا گرفت و اورا برزمین زد و گفت اے پسر صحاک حبشہ اگر نہ آن باشد کہ پیش نوشتہ شدہ وعہدے کہ از حضرت رسول پیشتر شدہ ہر آئینہ بتو می نمودم کہ کیست کہ یاورش ضعیف ترست و عددش کمترست۔"

اس مرتبہ بھی جناب امیر نے صبر چھوڑا اور حکم رسُول کی مخالفت کی حالانکہ عہد یاد تھا پس اسوقت بھی صفتِ عصمت زائل ہو گئی تھی اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جناب امیر ظاہری قوت اور عدد رفقا کی کثرت مین بھی اپنے آپ کو مقابلہٗ خلفا کے غالب سمجھتے تھے اور یہ خیال کہ جناب امیر کا کوئی یار و مددگار نہ تھا محض باطل ہے

یہ بھی ظاہر ہے کہ صبر کا حکم ضعف اور بیکسی کی صورت مین تھا اور جب قوت حاصل ہو رفقا مدد کے لئے موجود ہون تو ہرگز صبر کا حکم نہ تھا ورنہ حضرت علیؑ امیر شام کے مقابلے مین بھی صبر کرتے۔

جناب امیر اگر خلفا کے مقابلے مین عہد صبر پر عمل کرتے تو بار بار کشتی کیون لڑتے اس لئے کہ عہد مین یہی تھا کہ غصہ مت کیجو۔ اصول کافی[1] مین ہے۔

علی الصبر منک علی کظم الغیظ } تیری طرف سے صبر چاہئے غصہ کو پی جانے مین۔

پس جب غصہ کرنا بھی منع تھا تو کشتی لڑنا بدرجہ اولی منع ہوگا۔

اگر روایات شیعہ پر نظر ڈالی جاوے تو ظاہر ہوگا کہ جناب امیر نے بڑی بڑی قوتین اپنی خلفا کے مقابلے مین ظاہر کی ہین قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج[2] والجرائح مین لکھا ہے۔

ان ابا بکر امر خالد بن الولید ان یقتل علیا اذا سلم من صلوۃ الفجر بالناس فاتی خالد وجلس الی جنب علی ومعہ سیف فتفکر ابو بکر فی صلوتہ فی عاقبۃ ذلک فخطر ببالہ ان بنی ہاشم	ابو بکر نے خالد بن الولید کو یہ حکم کیا تھا کہ جب علی فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر سلام پھیرین اسوقت انکو قتل کردے تو خالد تلوار لیکر علی کی برابر آبیٹھا پھر ابو بکر نے اپنی نماز مین اس کے انجام کی فکر کی تو اسکے دل مین یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اگر علی مارے گئے تو بنی ہاشم مجھکو قتل کر ڈالین گے جب ابو بکر تشہد سے فارغ ہوا تو سلام پھیرنے سے پہلے خالد

[1] اصول کافی صفحہ ۱۷۳ [2] کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۲۳

ستاونی ان قتل علی فلما فرغ من
لتشهد التفت الی خالد قبل ان
لم قال لا تفعل ما امرتك به ثم
ال السلام علیکم فقال علی لخالد
نت ترید ان تفعل ذلك
ال نعم فمد یده الی عنقه وخنقه
باصبعیه حتی کادت عیناه
سقطان من راسه وناشده
لله ان یترکه وشفع الیه
ناس فخلاه ثم کان خالد بعد
ذلك یرصد الفرصة والفجاءة
قتل علیا غرة فبعث بعد ذالك عسکر
مع خالد الی موضع فلما خرجوا من المدینة
کان خالد مدججا وحوله شجعان قد
امروا ان یفعلوا کلما یامرهم خالد فرای علیا
یجی من ضیعته منفردا بلا سلاح فلما
دنا منه وکان فی ید خالد عمود ا

کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ مین نے تجھے جو حکم کیا تھا
اوسپر عمل مت کیجیو اُسکے بعد ابوبکر نے نماز کا سلام
پھیرا۔ پھر علی نے خالد سے کہا کہ کیا تو ایسا کرنا
چاہتا تھا تو خالد نے کہا کہ ہان۔ تو علی نے اوسکی
گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دو اُنگلیون سے
اُسکا گلا اس زور سے گھونٹا کہ اُسکے سر سے اُسکی
آنکھین نکلی پڑتی تھین اور اُس نے اللہ کی قسمین دلانا
شروع کین کہ مجھے چھوڑ دو اور لوگون نے علی سے
اوسکی سفارش کی تب علی نے اُسکو چھوڑا۔
خالد اسکے بعد موقع اور گھات کا منتظر تھا کہ علی کو
دہوکے مین قتل کرے۔ تو اسکے بعد خالد کے
ساتھ لشکر کسی جگہ کو بھیجا گیا جب شہر سے باہر نکلگئے
اور خالد ہتھیار باندھے ہوئے تھا اور اُسکے گرد
بہادر لوگ تھے اُن سب کو یہ حکم تھا کہ خالد جو حکم کرے
اُسی کی تعمیل کرین۔ تو خالد نے دیکھا کہ علی اپنے
کھیت سے آتے ہین اکیلے نہتّے اور خالد کے ہاتھ
مین لوہے کا ایک عمود تھا اُسے علی کے سر پر مارنے

من حدید فرفعه لیضرب به
على راس على فانتزعه على من یده
وجعله فى عنقه وفتله کالقلادة
فرجع خالد الى ابى بكر فاحتال
القوم فى كسره فلم يتهيأ لهم ذلك
فلما علموا حاله قالوا على هو الذى
تخلصه من ذلك كما جعله
فى جيده وقد الان الله له
الحديد كما الانه لداؤد فشفع
ابو بكر الى على فاخذ القلادة ففكه
بعضه من بعض باصبعه فبهتوا

کے گئے اوٹھا یا علی نے اُسکو خالد کے ہاتھ
سے چھین لیا اور گلوبند کی طرح موڑ کر خالد کی گردن
مین ڈالدیا تو خالد لوٹ کر ابو بکر کے پاس آیا سب
لوگون نے اُسکے توڑنے کی تدبیر کی مگر وہ نہ ٹوٹ سکا
جب اونھون نے اُسکا حال جان لیا تو یہ کہنے لگے
کہ فقط علی وہ شخص ہے کہ اُسی طرح اُس کو نکالے گا جیسے
خالد کی گردن مین ڈالا ہے اللہ نے لوہا اُسکے ہاتھ
مین ایسا نرم کر دیا ہے جیسا داؤد کے ہاتھ مین نرم
کر دیا تھا تو ابو بکر نے علی سے سفارش کی تب علی نے
اُس گلوبند کو پکڑا اور ایک اُنگلی لگا کر جا بجا سے
توڑ دیا تو سب حیران ہو گئے۔

ف بفرض محال اگر کوئی شخص جناب امیر کے قتل کا حکم دیتا (معاذاللہ) تو عمدہ موقع اُسکا حالت نماز مین بلکہ عین سجدہ مین تھا اس روایت کے تصنیف کرنے والے نے سلام پھیرنے کے بعد قتل علی کی تجویز اس لئے تصنیف کی کہ قبل سلام ابو بکر کی باتین کرنے کا جوڑ ملا دے۔

یہ قتل کا حکم اُس شخص کی نسبت تصنیف کیا گیا جو نماز مین جناب امیر کا امام تھا اور چونکہ جناب امیر ہرگز مجبور نہ تھے پوری قوت رکھتے تھے اس لئے یہ اقتدا

تقیہ پر محمول نہین ہو سکتا۔

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ابو بکر اپنی خلافت کے زمانے مین بھی بنی ہاشم سے ڈرتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ بنی ہاشم علیؓ کے ساتھ ہین۔

جناب امیر کی وہ قوت تھی کہ دو انگلیون سے اُنھون نے خالد کا گلا گھونٹ لیا مسجد مین بہت سے لوگ موجود تھے خلیفہ بذات خود موجود تھا مگر سب ملکر اپنی قوت سے علیؓ کو دفع نہ کرسکے اور مجبور ہو کر علی کی خوشامد کرنا پڑی نہ اسکے بعد خلیفہ کسی طرح اسکا بدلہ علیؓ سے لے سکا۔

جناب امیر خالد پر اُسوقت بھی غالب آئے جب وہ ایک بھاری فوج کے ساتھ تھا اور وہ کُل فوج خالد کی مطیع تھی ایسی حالت مین جناب امیر نے لوہے کے عمود کو موڑ کر طوق کی طرح خالد کے گلے مین ڈالدیا جو پھر کسی تدبیر سے نہ نکل سکا آخر مجبور ہو کر ابو بکر خلیفۂ وقت نے جناب امیر کی خوشامد کی تب جناب امیر نے ایک انگلی کے اشارے سے اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اسکے بعد بھی خلیفۂ وقت کو یہ جرات نہوئی کہ اپنی خلافت کی قوت کو صرف کرکے اس حرکت کا جناب امیر سے بدلا لیتے۔

اگرچہ قتل کا حکم فسخ ہو چکا تھا مگر پھر بھی جناب امیر نے خالد کا گلا گھونٹ دیا اور حکم صبر کی مخالفت کی۔

کبھی کبھی جناب امیر نے خلفا کے مقابلے مین عصائے موسی سے بھی کام لیا ہے

کتاب[1] الخرایج مین ہے۔

من سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال ان علیا بلغہ عن عمر ذکر شیعتہ فاستقبلہ فی بساتین المدینہ وفی ید علی قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکرک شیعتی فقال اربع علی ظلعک فقال انک لہاھنا ثم رمی بالقوس علی الارض فاذا ھو ثعبان کالبعیر فاغر فاہ وقد اقبل نحو عمر لیبتلعہ فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لا عدت بعدھا فی شیٔ وجعل یتضرع الیہ فضرب بیدہ الی الثعبان فعادت القوس کما کانت	سلمان فارسی سے روایت ہی کہ علی کو یہ خبر پہونچی کہ عمرؓ نے علیؑ کے دوستون کا کچھ ذکر کیا پھر مدینہ کے باغون مین عمرؓ سے سامنا ہوگیا اور علیؑ کے ہاتھ مین تلوار تھی۔ تو علی نے کہا کہ اے عمرؓ مجھے تیری یہ خبر ملی ہے کہ تو نے میرے دوستون کا ذکر کیا تو عمر نے کہا کہ اپنے اوپر رحم کرو تو علی نے کہا کہ اسی جگہ ٹھہرے رہو پھر اپنی کمان زمین پر پھینکدی تو دفعتًا وہ ایک اژدہا اونٹ کی برابر بن گئی پھر وہ اژدہا منہ پھیلاکر عمر کی طرف دوڑا کہ اُسکو نگل جاوے تو عمر نے چیخنا شروع کیا کہ خدا کے واسطے اے ابوالحسن بچاؤ اب مین کسی امر مین تمھاری مخالفت نکرونگا اور علیؑ کے سامنے عاجزی شروع کی تب علی نے اُس اژدہے پر ہاتھ مارا تو وہ پھر کمان بنگئی جیسی پہلے تھی

پس جبکہ جناب امیر معجزات کی قوت سے بھی خلفا کے مقابلے مین کام لیتے تھے تو پھر ہرگز خلفا سے کمزور نہ تھے۔

تعجب یہ ہے کہ اکیلے عمرؓ کے مقابلے مین ہاتھ پانوؤن کی قوت نے کام ندیا

[1] کتاب الخراج صفحہ ۲۰۔

اور اپنے آپ کو مغلوب سمجھ لیا تب مجبور ہو کر کمان کو اژدہا بنانا پڑا۔

اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ غصب خلافت اور غصب ام کلثوم اور غصب فدک کے وقت اس کمان کو اژدہا کیون نہ بنایا جب گردن مین رسّی باندہ کر کھینچے گئے اُسوقت بھی کچھ حس و حرکت نہ کی اور ہیبت کے مارے مُردہ بدست زندہ کی کیفیت ہوگئی۔ آخر جناب سیّدہ اپنے بچون کو لیکر وادیلا مچاتی ہوئین مسجد مین تشریف لائین اور جناب امیر کی جان بچا کر گھر مین لیگئین۔ جب جناب سیدہ کے شکم پر دروازہ گرایا گیا جو باعث شہادت دو معصوم ہوا (معاذ اللہ منھا) اُس وقت بھی جناب امیر کمان کو اژدہا بنانے کا عمل بھول گئے۔ جس وقت مجبور ہو کر ابو بکرؓ کی بیعت کی اُس وقت بھی کمان کا اژدہا نہ بن سکا۔

ان سب قوّتون کے علاوہ جناب امیر کو ایک قوت یہ بھی حاصل تھی کہ جب چاہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک سے باہر بلا لیتے تھے اور جو چاہتے تھے کہلوا دیتے تھے۔ حیات القلوب[۵۱] مین لکھا ہے۔

"وایضًا بہ سند ہای بسیار از حضرت صادق روایت کردہ اند کہ چون ابوبکر از حضرت امیر المومنین غصب خلافت کرد حضرت باو گفت کہ آیا رسول خدا ترا امر نکرد کہ مرا اطاعت نکنی آن گفت نہ واگر مرا امر می کرد میکردم حضرت فرمود کہ اگر الحال پیغمبر را ببینی و ترا امر کند باطاعت من آیا خواہی کرد گفت آرے حضرت فرمود کہ با من بیا بہ سوے مسجد قبا چون بہ مسجد قبا

۵۱ حیات القلوب جلد دوم صـ ۲۶۹ ۔ ۵۲ یا ع مکرھا حیث لم یجل اعوانا یعنی علیؑ کو جب مددگار نہ ملے تو اونھون نے حالت مجبوری مین بیعت کرلی ۔ کتاب الروضہ صـ ۱۲۹

رسیدند ابو بکر دید کہ حضرت رسول خدا ایستادہ است و نماز میکند چون حضرت از نماز فارغ شد حضرت امیر المومنین گفت یا رسول اللہ ابو بکر انکار میکند کہ تو اورا امر باطاعتِ من کردہٗ حضرت رسُول با بوبکر گفت کہ من مکرر ترا امر کردہ ام باطاعتِ او برو اورا اطاعت کن۔"

یہ روایت کتاب الخرائج والجرائح مین بھی متعدد سندون سے مروی ہے افسوس کہ جناب امیر نے فقط ایک ابو بکر کے سامنے مسجد قبا مین یہ کرشمہ ظاہر کیا اگر مسجد نبوی مین عام مجمع صحابہ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کردیتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس حکم کو سُنکر اور اس معجزۂ عجیب کو دیکھ کر تمام صحابہ جناب امیر کے ساتھ ہوجاتے۔

شجاعت ذاتی اور معجزات کی جتنی قوتین تھین وہ جناب امیر کی طرح تمام ائمہ کو برابر حاصل تھین۔ رفقا اور معاونین کی قوتین بھی باقی ائمہ کو کچھ کم نہ تھین اس لئے کہ بلاد بلاد سادات خروج کرتے تھے اور ہمیشہ اونکے ساتھ ایک بھاری فوج ہوتی تھی پس جناب امیر سے لیکر آخر وقت تک ائمہ کبھی مجبور نہین ہوئے۔ تعجب ہر کہ ان ائمہ نے باوجود قوت کے خلافت کیون نہ طلب کی جسکی طلب اونپر واجب تھی۔ اور جھوٹے مسئلے بیان کرکے لوگون کو کیون غلطی مین ڈالا۔ جناب امیر نے ایسی ناگوار باتین کیون گوارا کین۔

حضرت سلمان کی ہی حالت ملاحظہ فرمائیے کہ اُنھون نے کیسی سختیان جھیلین مگر

تقیہ نکیا۔ حیاتﷺ القلوب مین تفسیر امام حسن عسکری سے نقل کیا ہی کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان یہودیون مین پہنچ گئے تھے اُن مین کچھ وعظ و تلقین کی۔ یہودیون نے کہا کہ ہم تمکو مارتے ہین تم اپنے رب سے دعا مانگو کہ وہ ہمکو نہ مارنے دے سلمان نے یہ دعا نہ مانگی بلکہ توفیق صبر کی دعا مانگی یہودیون نے اتنے کوڑے مارے کہ مارتے مارتے تھک گئے آخر تھک کر اُنھون نے چھوڑا اور وہ تعجب کرتے تھے کہ اتنی مار پر سلمان زندہ کیسے رہے تھوڑی دیر کے بعد یہودیون نے کہا کہ یا تو محمدؐ کا انکار کرو ورنہ ہم پھر مارتے ہین۔ سلمان نے کہا کہ مین ہرگز محمدؐ کا انکار نکرونگا پھر یہودیون نے کوڑے مارنے شروع کئے یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گئے مگر سلمان نے اب بھی محمد سے انکار نکیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر یہودیون نے تیسری بار پھر کوڑے مارنے شروع اور اس حالت مین بھی سلمان صبر کی دعا مانگتے رہے۔ آخر یہودیون نے سلمان سے کہا کہ تم کو محمدؐ نے تقیہ کی اجازت دی ہے تم تقیہ کرکے محمد کا انکار کیون نہین کردیتے اور کوڑونکی ضرب کیون جھیلتے ہو۔ سلمان نے جواب دیا کہ تقیہ اگرچہ اللہ نے جائز کیا ہے مگر واجب نہین کیا اور اولی یہی ہی کہ تقیہ نہ کرے صبر کرے اس لئے مین تقیہ نکرونگا۔ چنانچہ اصل عبارت حیات القلوب کی یہ ہے۔

"پس آن کافران گفتند اے سلمان واے بر تو ایا محمد ترا رخصت نداده است که از برائے تقیه از دشمنان خود بگوئی کفرے را که خلاف آن چیزیست

ﷺ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۱۲۔

که در خاطر تست و اعتقاد بآن داری پس چرا نمی گوئی انچه را جبر می کنیم ترا
بآن از برائے تقیه۔ سلمان گفت که خدا مرا رخصت داده است که درین
امر تقیه کنم و بر من واجب نگردانیده است۔ بلکه جائز ساخته است از برائے
من که بگویم انچه شما مرا بآن جبر مے نمائید و صبر کنم بر آزارہا و مکروہات شما
واین را بہتر گردانیده از انکه از روی تقیه انچه گوئید بگویم و من غیر ازین اختیار
نه خواہم کرد۔"

اسکے بعد پھر یہودیون نے اتنے کوڑے مارے کہ سلمان کے بدن سے خون جاری
ہو گیا پھر وہ ظالم بطور تمسخر کے سلمان سے کہنے لگے کہ "تم اللہ سے یہ دعا کرتے ہو
کہ ہمارے ضرر سے تمھین بچاوے نہ بطور تقیہ پیغمبر کے منکر ہوتے ہو کہ ہم تم کو چھوڑ
دین اب تم یہ دعا مانگو کہ ہم ہلاک ہو جاوین اس دعا سے بھی سلمان نے انکار کیا
اور کہا کہ شاید تم مین کوئی ایسا ہو جو اسکے بعد ایمان لاوے تب یہودیون نے
کہا کہ تم یون دعا مانگو کہ اے اللہ جسکو تو یہ جانتا ہو کہ کفر پر مرے گا اُس کو ہلاک کر دے
اُسوقت اُس مکان کی ایک دیوار پھٹ گئی اور سلمان نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سامنے موجود ہین اور سلمان سے کہتے ہین کہ انکے ہلاک ہونے کی دعا مانگ
آخر سلمان نے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد ان کافرونکی خواہش
کے موجب ایسی دعا مانگی کہ ہر ایک شخص کے ہاتھ مین جو کوڑا تھا وہ دو مونھ کا سانپ
بنگیا ایک منھ سے اُس کافر کا سر اور دوسرے منھ سے اُسکا دست راست پکڑ کر

اوسکی ہڈیان توڑکر اُس کو نگل گیا۔ اسیطرح وہ سب کا فران سانپونکے پیٹ مین پہنچ گئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت اس قصہ کی صحابہ کو خبر دی۔ وہ سانپ وہان سے نکلکر مدینہ کی گلی کوچون مین پھرتے تھے آخر رسول کی دعا سے دوزخ کے سانپون مین شامل ہو گئے۔

افسوس کہ ائمہ کو وہ صبر واستقلال بھی نصیب نہوا جو حضرت سلمان کو حاصل تھا۔ سلمان نے کیسی ایذا اوٹھائی مگر تقیہ گوارا نہ کیا اور کلمۂ ناحق زبان سے نہ نکالا۔ ائمہ کو نہ کوئی ایذا دیتا تھا نہ چھری گردن پر رکھتا تھا صرف خیالات اور توہمات کی بنیاد پر اُنھون نے جھوٹے مسئلے بیان کرنے شروع کردئے بلکہ ایسی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ اپنے مخلصین شیعہ سے بھی تقیہ کرتے تھے۔ امام جعفر صادق ؑ نے سلمہ بن محرز کو بیٹی کی میراث کا مسئلہ غلط بتادیا حال آنکہ سلمہ مخلص شیعہ تھا اسوقت کس نے امام پر جبر کیا تھا۔ شکار باز و شاہین کی حرمت مین کوئی وجہ خوف کی نہ تھی جسکو امام باقر علیہ السلام نے حلال کمدیا۔ کیا ہر وقت کوئی جلاد شخص چھری لئے ہوئے اونکے ساتھ رہتا تھا کہ جب شکار باز کو حرام کہین اُسی وقت اونکو ذبح کردیا جائے۔ امام جعفر ؑ نے اپنی امامت سے انکار کردیا۔ کیا اُن دونون سائلون نے امام پر جبر کیا تھا۔ سلمان پر کوڑے پڑرہے تھے مگر وہ مستقل تھے ائمہ پر کوئی جبر نہ تھا مگر ڈر کے مارے جھوٹے مسئلے ہر وقت زبان پر جاری تھے حال آنکہ ہر ایک قسم کی قوت اونکو حاصل تھی تقیہ اونکو جایز بھی نہ تھا۔

سلمان رضی اللہ عنہ نے تقیہ کے مسئلے کی خوب تشریح کردی کہ حالت اکراہ مین بھی تقیہ واجب نہین بلکہ جائز خلاف اولے ہے۔ سلمان کا یہ قول مع تمام قصہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا اور آپ نے سلمان کے اس قول مین کوئی غلطی نہ بتائی پس بہ تقریر رسول حکم مسئلہ تقیہ کا ثابت ہوگیا اور جناب سیدہ اور سلمان اور امام حسین علیہ السلام کا فعل بھی اسی کے مطابق تھا اس لئے کہ سلمان اور امام حسین علیہ السلام نے حالت اکراہ مین تقیہ نہین کیا اور جب ایسا نازک وقت تھا جبکہ جناب امیر ڈر کے مارے گھر مین چھپ کر بیٹھے تھے اُسوقت جناب سیدہ نے عمرؓ سے ہاتھا پائی کی اور ہرگز تقیہ نکیا چنانچہ اصول[1] کافی مین امام باقر اور امام جعفر علیہما السلام دونون سے روایت ہے کہ۔

اخذت بتلابیب عمرؓ ثم جذبتہ الیہا۔	فاطمہ علیہا السلام نے عمر کا گریبان پکڑ لیا پھر عمر کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

اس تحقیق کے بعد ظاہر ہوگیا کہ وجوب یا اولویت تقیہ کا قول صحیح نہین اور حالت اکراہ مین تقیہ جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ تقیہ نکرے اور روایات وجوب تقیہ اور فضائل تقیہ باطل اور موضوع ہین۔

جناب امیر کا ایک اور قسم کا تقیہ ہے جو حد سے زیادہ عجیب ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب امیر نے اپنے خلافت کے زمانہ مین بھی تقیہ کیا حالانکہ تمام عرب مین اونکی حکومت تھی اور ہزارہا آدمی اون پر جان نثاری کے لئے موجود تھے اور اونکی طرف سے

[1] اصول کافی صفحہ ۲۹۱۔

سے لڑکر اونکے دشمنون کو قتل کرتے تھے اور خود بھی قتل ہوتے تھے وہ تقیہ یہ تھا کہ احکام ظلم و جور اور امور منہیہ جو بزعم شیعہ سابق سے جاری تھے اُسی طرح جاری رکھے حالانکہ بادشاہ جو عمداً ظلم روا رکھے وہ اُسکے نامۂ اعمال مین لکھا جاتا ہی۔ کافی کی کتاب[۱] الروضہ مین ایک طویل خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا منقول ہی جسمین بعد حمد و صلوٰۃ اور بہت سی تمہید اور ذکر فتن کے یہ مذکور ہی۔

ثم اقبل بوجھہ وحولہ ناس من اھل بیتہ وخاصتہ وشیعتہ	پھر سامنے کیا اپنا رُخ اور اونکے گرد آدمی تھے اونکے اہل بیت مین سے اور خاصون مین سے اور شیعون مین سے۔

ف اس سے ظاہر ہی کہ اصل خطاب جناب امیر کا اپنے اہل بیت اور شیعون اور خاص لوگون سے تھا اوضمن کی جناب امیر کو یہ شکایت تھی کہ اگر مین احکام جور کو مٹاونگا تو تم میرا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جاؤگے۔

فقال قد عملت الولاۃ قبلی اعمالا خالفوا فیھا رسول اللہ متعمدین لخلافہ ناقضین لعھدہ مغیرین لسنتہ ولو حملت الناس علی ترکھا وحولتھا الی مواضعھا والی ما کانت فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لتفرق عنی جندی	تو فرمایا کہ جو حکام مجھسے پہلے تھے اونھون نے ایسے کام کئے ہین جنمین جان بوجھکر رسول کی مخالفت کی اور عہد رسول کو توڑا اور سنت رسول کو بدل دیا اور اگر برانگیختہ کرون مین لوگون کو اُن اعمال کے چھوڑنے پر اور بدل دون اُن اعمال کو اونکے مواقع کی طرف اور اُسطرف جیسی کہ عہد رسول مین تھے تو البتہ میرا لشکر سب مجھسے متفرق ہوجائے گا۔

[۱] کتاب الروضہ صفحہ ۲۹۔

ف اس قول سے ظاہر ہی کہ جناب امیر نے امر معروف اور نہی منکر کا فرض اپنی خلافت کے زمانہ مین چھوڑ دیا تھا اور جو امور مخالف سنت تھے اونکے ترک کی ترغیب اسوجہ سے نہین دیتے تھے کہ اونکے لشکر کے لوگ اُن سے جُدا ہو جائینگے تو خلافت چھن جائیگی پس سلطنت کی اونکو طمع ایسی تھی جسکی وجہ سے حکم حق کی اونھون نے زبان بند کر لی تھی اور مخالفت رسول اور تغیر سنت کو گوارا کیا تھا (معاذاللہ) اسکے بعد جناب امیر نے بہت سے امور کی تفصیل بیان کی ہی کہ اگر مین ان امور کو بدل دُون تو تم مجھسے جدا ہو جاوٴگے ہم اُن مین سے بنظر اختصار بعض احکام کو ذکر کرتے ہین۔

لو رددت فدك الى ورثة فاطمة عليها السلام وامضيت قطائع اقطعها رسول الله صلى الله عليه واله لاقوام لم تمض لهم ولم تنفذ

اگر مین واپس کر دُون فدک کو فاطمہ علیہا السلام کے وارثون پر اور جاری کر دون مین جاگیرین جنکو مقرر کر دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قومون کے لئے نہین جاری ہوئین اونکے لئے اور نہ نافذ ہوئین۔

ورددت قضايا من الجور قضى بها ونزعت نساء تحت رجال بغير حق فرددتهن الى ازواجهن

اور رد کر دُون مین ظلم کے احکام کو جنکا حکم دیا گیا ہی اور نکال لون مین عورتون کو جو بطور ناحق کے مردون کے تحت مین ہین اور رد کر دُون مین اونکو اونکے شوہرون کی طرف۔

وحملت الناس علی حکم القرآن
ومحوت دواوین العطایا واعطیت
کما کان رسول اللہ یعطی بالسویۃ
وحرمت المسح علی الخفین۔
اذا لتفرقوا عنی واللہ لقد
امرت الناس ان لا یجتمعوا فی
شہر رمضان الا فی فریضۃ و
علمتہم ان اجتماعہم فی النوافل بدعۃ
فتنادی بعض اھل عسکری
ممن یقاتل معی یا اھل الاسلام
غیرت سنۃ عمر ینہانا عن الصلوۃ
فی شہر رمضان تطوعا

اور ترغیب دوں میں آدمیوں کو حکم قرآن پہ
اور محو کر دوں میں دفتر عطایا کا اور دوں میں جس طرح
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے برابری کے
ساتھ اور حرام کر دوں میں موزوں کے مسح کو۔
اسوقت البتہ تم جدا ہو جاؤ گے مجھسے۔ واللہ بیشک
حکم کیا میں نے آدمیوں کو کہ نہ جمع ہوں رمضان کے
مہینے میں مگر فرض نماز کے لئے اور میں نے انکو بتا دیا
کہ نوافل کے لئے انکا جمع ہونا بدعت ہے۔
تو ندا کی میرے لشکر سے بعض شخصوں نے وہ ایسے
سے ہیں جو میرے ساتھ ہو کر لڑتے ہیں اے مسلمانو عمرؓ
کی سنت بدل دی گئی رمضان کی نماز نفل سے علیؑ
ہمکو منع کرتے ہیں۔

مجالس المومنین[1] میں لکھا ہے کہ اس زمانہ کے قاضیوں نے جناب امیر سے یہ پوچھا
کہ اب ہم احکام قضا کس طرح جاری کریں تو جناب امیر نے فرمایا۔

اقضوا بما تقضون حتی تکون
الناس جماعۃ او اموت کما
مات اصحابی

تم جیسے پہلے حکم دیا کرتے تھے اوسی طرح حکم دیتے
رہو اوسوقت تک کہ سب آدمی اتفاق کرلیں یا میں
بھی مر جاؤں جیسے میرے اصحاب مر گئے۔

[1] مجالس المومنین ص ۲۴۲

ان روایتون سے دو فائدے حاصل ہوتے۔

ایک یہ کہ جو احکام ظلم کے پہلے سے جاری تھے وہی جناب امیر نے جاری رکھے فدک کو بھی واپس نکیا مسلمانونکی ہیبیان جو ظالمون نے زبردستی چھین کر اپنے قبضہ مین کرلین تھین انکو بھی جناب امیر نے واپس نکرایا یہانتک کہ لوگون کو قرآن کے بموجب عمل کرنے کا حکم بھی جاری نہ کیا موزون پر مسح کرنے کو بھی حرام نہ کیا۔ قاضیون کو حکم دیدیا کہ ظلم کے احکام جیسے پہلے جاری کرتے تھے اوسی طرح اب بھی جاری کرو۔ بیت المال کا روپیہ جسطرح ناجائز طور پر خرچ ہوتا تھا اوسی طرح جاری رکھا۔ یہ تمام امور جناب امیر نے اس لئے اختیار کئے کہ کہین بادشاہت نہ چھن جائے۔ ایسی حکومت پر خاک کیون نہ ڈالی جس مین ظلم کے احکام جاری کرنا پڑتے تھے۔

کیا یہی امام مفترض الطاعت تھے جنھون نے دنیا کی حکومت کو دین پر ترجیح دی جو بادشاہ اپنے قاضیون کو احکامِ جور جاری کرنے کا حکم دے وہ خود ظالم ہے (معاذاللہ منہا) جناب امیر کو حکومت کا ایسا کیا مزا تھا جسکے لئے اجرائے احکام ظلم مین مبتلا ہوئے۔ حال آنکہ بعلم امامت یہ بھی معلوم تھا کہ اسی حالت مین خاتمہ ہونے والا ہے اور باسباب ظاہر بھی اس تقیہ سے باہر نکلنے کی امید نہ تھی اس لئے کہ جو لوگ جناب امیر کے مددگار تھے اور جنکی قوت سے وہ لڑتے تھے وہی ایسے تھے جنکی تالیف کے لئے جناب امیر ظلم کو باقی رکھنے اور ظلم کے احکام جاری کرنے پر

مجبور ہوتے۔

یہ تقیہ جناب امیر کا جان کے خوف سے نہ تھا بلکہ حکومت کے لالچ میں تھا (معاذ اللہ منہا)

دوسرا فائدہ اس روایت سے یہ حاصل ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھی سنت خلفا کو پسند کرتے تھے اور چونکہ ان مین بہت سے صحابی تھے جنھون نے بلا واسطہ رسولؐ سے اسی طرح دین حاصل کیا تھا جیسے جناب امیر نے حاصل کیا تھا پس خلفاے ثلثہ کی وفات کے بعد جو وہ صحابی سنت خلفا کو پسند کرتے تھے یہ دلیل اس امر کی ہی کہ سنت خلفا کو وہ سنت رسول کے مطابق جانتے تھے اور بعض ظلمون کا ان مین شامل کرنا شیعہ راویون کا افترا ہی اس لئے کہ جو لوگ جناب امیر کے مناقب اور فضائل کے معتقد ہین وہ ہرگز اس امر کو قبول نکرین گے کہ جناب امیر معاذ اللہ ظلم کو باقی رکھین۔ یا قاضیون کو اجرائے احکام ظلم کا حکم دین بالغرض اگر جناب امیر مجبور رہتے تو خلافت سے دست بردار ہوکر اس قوم سے جدا ہو جاتے جیسے امام حسن علیہ السلام جدا ہو گئے تھے۔

درحقیقت ممبران کمیٹی سابقہ بانیان مذہب شیعہ پر جب مسلمانون نے یہ اعتراض کیا کہ فدک کو اگر خلفا نے (معاذ اللہ منہا) غصب کیا تو جناب امیر نے جناب سیدہ علیہا السلام کے وارثون کو واپس کیون نہ کیا اسیطرح اگر موزون پر مسح کرنے کو اور نماز تراویح کو جناب امیر جائز نہین سمجھتے تھے تو اپنی خلافت کے زمانہ مین ان چیزون سے منع کیون نکیا اور سیرت خلفائے ثلثہ کو اگر جناب امیر پسند نہین

کرتے تھے تو اُس کو باقی کیون رکھا۔ اس سخت مواخذہ کے جواب مین اُن سحر کارون نے یہ جادو کا فقرہ تصنیف کرلیا کہ فدک اور نماز تراویح اور مسح خفین وغیرہ کا معاملہ تو بڑا سہل تھا۔ جناب امیر نے تو اپنے ساتھیون کی تالیف کے لیے بڑے بڑے ظلم باقی رکھے اور قاضیون کو احکام ظلم کے جاری کرنے کا حکم کیا اگر جناب امیر ایسا نکرتے تو اونکی فوج اونسے جُدا ہو جاتی اسلیئے کہ اُنکے جتنے ساتھی تھے سب سیرت شیخین کے معتقد تھے۔

بھلا حضرات شیعہ کے سوا اور کون اس روایت کو قبول کرے گا کہ جو لوگ جناب امیر کے ساتھ ہوکر اونکے دشمنون کو قتل کرین اور خود بھی قتل ہون اور اپنی جانین جناب امیر پر نثار کرین وہ جناب امیر کا حکم نہ مانتے ہون اگر وہ جناب امیر کے سچے طرفدار نہ ہوتے تو اونکی طرف کیون آتے امیر شام کی طرف جاتے۔

حضرات شیعہ کو جس قسم کی روایتون کی ضرورت ہوتی ہے اوسی قسم کی روایتین تصنیف کر لیتے ہین یہان جناب امیر کے ساتھیون کو نافرمان بنا دیا اور جب شیعون کی کثرت ظاہر کرنی منظور ہوئی تو اونھین نافرمانون کو مخلصین شیعہ بنا دیا۔ دروغ گو را حافظہ نباشد کا حساب ہے۔ مجالس المومنین[1] مین مذکور ہے۔

"آنجماعت کہ با حضرت امیر در قتال ناکثین[2] و قاسطین و مارقین طریق موافقت پیمودہ اند از دل و جان شیعہ با اخلاص او بودہ اند۔"

---

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۴۱۔ [2] ناکثین کے معنی عہد شکن اور اس سے مراد اہل جمل ہین۔ قاسطین بمعنی ظالمین اور اُس سے مراد اہل شام ہین مارقین بمعنی خارجین اُس سے مراد خوارج ہین

سب سے زیادہ عجیب بات روایات شیعہ سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ صحابۂ رسول مین سے پانچ چار شخص جو شیعون کے نزدیک مقبول اور صاحب مناقب کثیر ہین جیسے سلمان اور ابوذر اور مقداد رضی اللہ عنہم انکے عقائد باہم مختلف تھے مگر ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے اور اپنا عقیدہ ایک دوسرے سے چھپاتے تھے۔ ظاہر مین ایک تھے مگر دلون مین اختلاف تھا۔ ابوذر اگر سلمان کے دل کا حال معلوم کر لیتے تو سلمان کو قتل کر دیتے چنانچہ اصول[۱] کافی مین مصعدہ سے روایت ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ذکرت التقیۃ یوما عند علی بن الحسین علیہما السلام فقال واللہ لو علم ابو ذر ما فی قلب سلمان لقتلہ ولقد آخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بینہما فما ظنک لسائر الخلق ان علم العلماء صعب مستصعب لا یحتملہ الا نبی مرسل او ملک مقرب او عبد مومن امتحن اللہ قلبہ للایمان	امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے تقیہ کا ذکر ہوا تو اُنھون نے فرمایا کہ واللہ اگر ابوذر کو معلوم ہو جاتا کہ سلمان کے دل مین کیا ہی تو سلمان کو قتل کر ڈالتا اور البتہ دونون کو بھائی بنا دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے پھر کیا گمان ہے تیرا تمام مخلوق مین بیشک علما کا علم مشکل اور سخت ہے نہین اُٹھا سکتا اُسکو مگر نبی مرسل یا فرشتہ مقرب یا بندۂ مومن جسکے دل کا اللہ نے ایمان کے لئے امتحان کر لیا ہو۔

[۱] اصول کافی صفحہ ۴۲۵-

فقال وانما صار سلمان من العلماء لانہ امرء منا اھل البیت فلذلک نسبتہ الی العلماء۔	پھر فرمایا کہ بیشک ہوگیا سلمان عالمون سے اس لئے کہ وہ ایک شخص ہم اہل بیت مین سے ہو اسی لئے مین نے اسکو علما کی طرف منسوب کیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ سلمان کے اعتقادات باطنی ایسے تھے کہ اگر ابوذر کو اونکی خبر ہوجاتی تو ابوذر سلمان کو قتل کرڈالتے۔ حال آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے دونون کو بھائی بنا دیا تھا پس باوجود اخوت کے اونکے عقائد دلی مین ایسا اختلاف تھا جیسا کہ کفر و اسلام مین ہوتا ہے۔

جب ابوذر کی یہ حالت تھی تو آجکل کے علمار اور مجتہدین اگر سلمان کی باطنی حالت پر مطلع ہوجاوین تو ضرور اونکو مرتد اور لائق قتل سمجھین۔ (معاذ اللہ منہا)

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ کاملین بحسب تفاوت مراتب باہم ایک دوسرے سے تقیہ کرتے ہین اگر ایسا نہ کرین تو ایک دوسرے کو قتل کرڈالے۔ اس قاعدہ کے بموجب رسول بھی جناب امیر سے ضرور تقیہ کرتے ہونگے اور اگر خدانخواستہ جناب امیر کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے اسرار باطنی پر خبر ہوجاتی تو شاید وہی حالت ہوتی جو ابوذر کی حالت سلمان کے ساتھ ہوتی۔

ہر امام بھی اپنے جانشین امام سے ضرور تقیہ کرتا ہوگا ورنہ ہلاکت کا خوف تھا۔ اور جبکہ رسول سے لیکر امام یازدہم تک ایک دوسرے سے تقیہ کرتے رہے اور ہر امام اپنے اصحاب سے تقیہ کرتا رہا تو ایسی حالت مین مذہب حق کا ثابت

ہونے کی کیا صورت ہے۔

اس حدیث کا ترجمہ خلیل قزوینی نے صافی شرح کافی مین یون کیا ہی۔

"اگر میدانست ابوذر آنچہ را کہ در دل سلمان بود ہر آئینہ بکشتن میداد سلمان را بوسیلہ فاش کردن سراو از کم حوصلگی۔"

ابوذر رضی اللہ عنہ کیسے جلیل القدر صحابی ہین مگر علمای شیعہ کی دلیری دیکھیے کہ اونکو بھی کم حوصلہ بتا دیا (معاذ اللہ منہا)

خلیل قزوینی بیچارہ کیا کرے جب خود امام زین العابدین علیہ السلام نے اس حدیث مین ابوذر کی پوری توہین کردی اور اونکی کم علمی اور کم فہمی کی طرف اشارہ کردیا حالانکہ امام زین العابدین علیہ السلام کو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی زیارت بھی نصیب نہین ہوئی اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے تو بہت بڑا حصہ اپنی عمر کا رسولؐ کی خدمت مین صرف کیا ہی۔

قزوینی نے جو تاویل اس حدیث کی کی ہی وہ حد سے زیادہ عجیب ہی اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ ثانی نے سلمان کو مداین کا عامل مقرر کرکے بھیجا تھا اور خلیفہ ثانی کو اس امر پر بڑا فخر تھا کہ سلمان ہماری طرف سے عامل ہی اسی وجہ سے وہان کے خراج کا روپیہ بھی سلمان سے طلب نہین کرتے تھے مگر سلمان جناب امیر سے سازش رکھتے تھے اور مداین کے خراج کا روپیہ جناب امیر کے پاس بھیجدیتے تھے۔ ابوذر کو یہ راز معلوم نہ تھا اگر ابوذر کو معلوم ہوتا تو اپنی کم حوصلگی کی وجہ سے

خلیفۂ ثانی کو خبر کردیتے اور اس صورت مین خلیفۂ ثانی سلمان کو قتل کردیتے پس ابو ذر اس راز کے فاش کرنے مین گویا سلمان کے قاتل ہو جاتے ۔

اہل انصاف ملاحظہ فرماتین کہ اس جھوٹی کھانی کو اس حدیث سے کیا مناسبت ہے شاید قزوینی حدیث کا مطلب ہی نہین سمجھے قطع نظر اسکے یہ لازم آیا کہ ابوذر اگر سلمان کے اس راز پر خبر پالیتے تو اونکو ہرگز ضبط نہ ہوتا اپنی کم حوصلگی اور کم ظرفی کی وجہ سے فوراً عمرؓ سے چغلی کھادیتے ۔ غور فرمائے کہ کیسی بری خصلت ابو ذر کی طرف منسوب کی ۔ (معاذاللہ منہا)

اگر جناب امیر کو ایسے مال مغصوبہ کا لینا پسند ہوتا تو سلمان کیطرح اپنی اور اپنی اولاد کے لئے بھی اسی قسم کے منصب حاصل کرکے تمام مال غصب کرسکتے تھے ۔

قزوینی کو یہ بھی خبر نہین کہ سلمان کے قلب کی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے سے تھی اور وہ جھوٹی کھانی جو اوس نے نقل کی خلیفہ ثانی کے عہد کی ہے اور جسطرح سلمان کی دلی حالت پر واقف ہونے سے ابو ذر قاتل سلمانؓ بن جاتے اسی طرح اگر مقدادؓ سلمان کے بھید پر واقف ہو جاتے تو مقدادؓ کافر ہو جاتے معاذ اللہ چنانچہ حیات القلوب[سلہ] مین لکھا ہی ۔

"(شیخ کشی) بہ سند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول فرمود کہ ای سلمان اگر علم ترا عرض کنند بر مقداد ہر آئینہ کافر خواہد شد ۔"

اب حضرات شیعہ اس معمے کو حل کرین کہ جب یہ معلوم ہوگیا کہ سلمان کے دل کی حالت

سلہ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۴۳ باب شصت وکیم مناقب مقداد ۱۲

معلوم کرنے سے مقداد کافر ہوجاتے (معاذ اللہ منہا) پس اگر رسول اللہ کے دل کی حالت جناب امیر معلوم کر لیتے تو وہ کیا ہو جاتے اور اگر جناب امیر کے دل کی حالت حسنینؑ یا سلمانؓ وغیرہ معلوم کر لیتے تو کیا بنجاتے اور اگر حسنینؑ کے دل کی حالت باقی ائمہ کو معلوم ہو جاتی تو وہ کیا ہو جاتے اور اگر ائمہ کے دل کی حالت تمام متقدمین و متاخرین شیعہ خصوصًا اس زمانہ کے شیعون کو معلوم ہو جائے تو وہ کیا ہو جائین۔

جنکی ظاہر کی تجلی سے مسلمان ہوئے
اونکے باطن کی خبر آئین تو کافر ہو جائین

اب ہم روایاتِ شیعہ سے اس امر کے قرائن اور آثار ٹٹولتے ہین جس سے یہ پتا چلے کہ سلمان کے دل مین وہ کیا ارتداد تھا جسپر ابوذر اطلاع پاتے تو سلمان کو قتل کر ڈالتے اگرچہ مخلصین جناب امیر مین سلمان کا مرتبہ سب مین عالی سمجھا جاتا ہے مگر بہت سے قرائن ایسے ہین کہ یہ سب باتین ظاہری تھین اور باطن سلمان کا خلفا کی طرف تھا کسی قدر تغیر حالت سلمان کا تو شیعے علانیہ تسلیم کرتے ہین۔ کلینیؒ نے حدیث خطبۃ الطالوتیہ مین روایت کی ہے کہ جناب امیر نے جب اپنی بیعت کرنے والون کو یہ حکم دیا کہ صبح کو سر منڈا کر احجار زیت پر آوین تو فقط ابوذر اور مقداد اور عمار آئے سلمان اُن مین سب سے پیچھے آئے اسی سے ظاہر ہو گیا کہ دل مین وہ جوش نہ تھا کہ اس کام مین سبقت کرتے۔ اور حیات القلوب مین ہے۔

"شیخ کشی بسند معتبر روایت کردہ است کہ ہیچ یک از صحابہ نبود کہ بعد از حضرت رسول حرکتے

ف کتاب الروضہ صفحہ ۱۶ ملک حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۴۳

نکند مگر مقداد بن اسود۔"

اس روایت سے بھی معلوم ہوگیا کہ سلمان اُن لوگون مین تھے جنکو لغزش ہوئی تھی۔ **عجیب بات** یہ ہی کہ سلمان کے دل مین یہ لاحل شبہ پیدا ہوگیا تھا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھکے منافقین کو ہلاک کیون نہین کردیتے چنانچہ حیات القلوب[۱] مین ہی۔

"(کشی) بسند حسن از حضرت امام باقر روایت کردہ است کہ صحابہ بعد از حضرت رسول مرتد شدند (معاذ اللہ منہا) مگر سہ نفر سلمان و ابوذر و مقداد راوی گفت عمار چہ شد حضرت فرمود کہ اندک میلے کردہ بود و برگشت پس فرمود کہ اگر کسے را خواہی کہ ہیچ شک نکرد و شبہ او را عارض نشد او مقداد ست اما سلمان در دل او عارض شد کہ نزد امیر المومنین اسم اعظم الہی ست اگر تکلم نماید بآن ہر آئینہ زمین آن منافقان را فرو می برد پس چرا چنین مظلوم در دست ایشان ماندہ ہست چون در خاطرش گزشت گریبانش را گرفتند و رسنے در گلویش کردند و پیچیدند تا آنکہ کندہ در حلقش بہم رسید پس حضرت امیر المومنین براو گزشت و با او گفت کہ ای ابو عبداللہ این کندہ گلوے تو ازان چیزیست کہ در خاطر تو خطور کرد بیعت کن با ابو بکر پس سلمان بیعت کرد۔"

سلمانؓ جناب امیر مین کثرت مزاح اور خوش طبعی کا عیب لگاتے تھے بلکہ اُنھون نے جناب امیر کے منھ پر صاف کہدیا تھا کہ اسی عیب کی وجہ سے تم خلافت مین سب سے

[۱] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۴۴۔

پیچھے ہوگئے چنانچہ خواجہ نصیر الدین طوسی نے اخلاق ناصری مین لکھا ہے۔

"امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مزاح[1] بودے تا بحدے کہ مردمان او را بدان عیب کردند وگفتند لولا دعابۃ فیہ وسلمان فارسی رضی اللہ عنہ او را گفت در مزاحے کہ باد کرد[2] ہذا اخرک الی الرابعۃ۔"

سلمان رض کو جناب امیر سے مذہبی مخالفت بھی قدیمی تھی چنانچہ مسئلہ تقیہ مین جناب امیر وجوب کے قائل تھے اور سلمان تقیہ کو خلاف اولی سمجھتے تھے۔ سلمان رض حدیث پر عمل کرنے والون کو ملامت کرتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقولہ حسبنا کتاب اللہ سے موافق تھے چنانچہ حیات القلوب[3] مین کشی کی سند معتبر سے بحوالہ امام باقر علیہ السلام یہ نقل کیا ہے۔

"سلمان ہمردم گفت کہ گریختید از قرآن بسوے حدیثہا زیرا کہ قرآن را کتاب رقیقے یافتند درانجا شمارا حساب می نمایند بر نقیر وقطمیر وفتیل یعنی ہر امر خوردی وریزہ و بر قدر دانہ خردے پس تنگی کرد بر شما احکام قرآن پس گریختید بسوی احادیثے کہ کار را بر شما کشادہ وآسان کردہ است۔"

سلمان رض کو خلیفہ اول کے ساتھ خلوص اور عقیدت قدیمی حاصل تھی اور جس وقت سلمان مسلمان ہوئے تھے تو بہت سے مناقب اور فضائل خلیفہ اول کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کئے تھے اور یہ کہا تھا کہ ابو بکر مسلمان ہوگئے تو تمام اہل عرب مسلمان ہوجائین گے چنانچہ مجالس المومنین[4] مین لکھا ہے۔

[1] کاش ان مین مزاح کی عادت نہ ہوتی ۱۲ [2] اسی نے پہونچادیا تم کو چوتھے منبر پر ۱۲ [3] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۱۰۔ [4] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۹۰ مجلس سوم ذکر سلمان۔

"سید المتالہین حیدر بن علی الآملی در کتاب کشکول آوردہ کہ بروایت
مشائخ حدیث از عبداللہ بن عفیف از پدر او مرویست کہ سلمان پیش از
ظہور حضرت پیغمبر بمکہ آمدہ بود و دین حق را جستجو می نمود چون حضرت
رسالت مبعوث شد بخدمت آنحضرت آمدہ بشرف اسلام فائز گردید چون آنحضرت
کفایت سلمان را در علم و عمل و رائے دید با او مشورت نمود کہ ابتدائے
دعوت بکدام یک از اہل مکہ نماید و غرض آن بود کہ ما فی الضمیر سلمان از
اخلاص و نفاق در آن مشورت ظاہر گردد سلمان بعرض رسانید کہ ابتدائے
دعوت برابی الفصیل عبد العزی پسر ابوقحافہ باید نمود کہ درمیان عرب
بعلم تعبیر خواب و تاویل منام معروفست و عرب علم تعبیر را نوعے از علم غیب
می دانند و اعتقاد تمام بآن دارند و از تواریخ و انساب و احساب ایشان
باخبرست و نیز معلم صبیان ایشان ہست و در معاملات خود با او رجوع و مشورت
می نمایند و وساوس او را در قلوب ایشان اثرے تمام ہست و ہرگاہ
اینچنین مردے بردست شما مسلمان شد و بر رسالت شما ایمان آورد آوازہ
نبوت شما درمیانہ عرب شائع خواہد شد و مردم از ان اعتبارے گرفتہ
دلہای ایشان نرم شدہ از عصبیت و جاہلیت فرود آمدہ مستعد ہدایت
خواہند شد و بعد ازان تصرف در مزاج ایشان کردہ رواج دین مسلمانی
خواہد داد زیرا کہ چون از کتب سابقہ نبوت شما را دانستہ و محب ریاست و

صاحب اخلاق معلمان ومکتب دارانست ومفتون بزرگی وزیاده طلبی ست بواسطہ
طمع درجاه شما مساعی جمیلہ بطور خود خواہد آورد و در عرب اطاعت چنین کسے!
دلیل حقیت دین شما خواہند دانست واگر ابتدار دعوت از دیگران کنید او عناد
خواہد کرد چون مطارقہ[1] این رائے باحضرت امیر وابو طالب نمودند ایشان نیز
رائے سلمان را پسندیدند وحضرت رسالت با ابو بکر ملاقات نمود وبتدریج تالیف
قلب او کرده تا آنکہ او را بجانب خود مائل ساخت وخاطر او را بحصول جاه وتوسعہ
دستگاه امیدوار گردانید تا آنکہ تا بن طمع مسلمان شد وحضرت رسول کنیت و
نام او را کہ ابو الفصیل وعبد العزیٰ بود با ابو بکر وعبد اللہ تبدیل فرمود وہمیشہ
درمیان اصحاب میگفتند ماسبقکم ابو بکر بصوم ولا صلوٰة ولکن لشیئے
وقر فی صدره۔"

اس حدیث کا ترجمہ یہ ہوا کہ ابو بکر صوم وصلوٰة مین تمپر سبقت نہین لیگیا مگر اُس صفت
مین سبقت لیگیا ہی جو اُسکے سینہ مین قایم ہوگئی ہی۔ یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا تمام صحابہ سے ہی جنمین جناب امیر۔ اور سلمان۔ اور ابو ذر۔ اور مقداد۔
اور عمار رضی اللہ عنہم بھی شامل ہین۔

اہلِ انصاف اور ارباب عقل سلیم جانتے ہین کہ اس حدیث سے مدح ابو بکر مقصود ہے
اور اس عبارت سے صاف ٹپک رہا ہی کہ ابو بکر کے سینہ مین جو صفت تھی وہ تجلی
معرفتِ الٰہی تھی مگر علامہ شوستری کا تعصب دیکھیے کہ وہ یہ فرماتے ہین کہ حب ریاست

[1] مطارقہ سے موافقت مراد ہے ۱۲

مرادہے۔ ہم کہتے ہین کہ جب ریاست کا امیدوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا تو ایسی ریاست کی طلب بھی صفتِ محمود تھی۔ یہ وعدہ رسول کا وعدۂ حصول خلافت تھا جو درحقیقت آیت استخلاف کی تفسیر ہے۔

تعجب ہے کہ جناب امیر تو حُبِّ ریاست مین احکام جور قایم رکھین اور جاری کرین اور خلیفہ اول کے لئے حُبِّ ریاست عیب ہو جائے۔ سلمان نے ابوبکر مین وہ صفتین بیان کین جن سے ثابت ہوتا تھا کہ ابوبکر وزیر اور نائب بنانے کے لایق ہین اور اس رائے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر اور ابوطالب کا بھی اتفاق ہو گیا اور اسی قصد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ مین سے سب سے پہلے دعوت اسلام ابوبکر پر پیش کی اور اونکو خلافت کا امیدوار بنایا اور آخر کو ابوبکر مین وہ کمال پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو مطلع کر دیا کہ صفات ظاہری مین اگرچہ ابوبکر تمھاری برابر ہے مگر صفات باطنی مین تم سب پر غالب ہے۔

اگر ان سب قرائن پر غور کیا جائے تو اس مین کوئی شک باقی نہین رہتا کہ اگرچہ حضرت سلمان بظاہر جناب امیر کے ساتھ تھے مگر دل اُنکا خلفا کے ساتھ تھا۔

شاید جناب امیرؑ نے حضرت ابوذرؓ کو سلمانؓ کی صحبت مین اس لئے متعین کر دیا تھا کہ وہ سلمان کے دل کو خلفا کی طرف سے پھیر کر جناب امیر کی رفاقت کا مشورہ دیتے رہین لیکن ابوذرؓ کو سلمانؓ کے دل کا حال معلوم نہ تھا اگر معلوم ہو جاتا تو سلمان کو قتل کر ڈالتے۔ سلمان چونکہ ابوذر کی صحبت سے ناراض تھے اس لئے نہایت کج خلقی

سے پیش آتے تھے تاکہ ابو ذر اونکے پاس آنا چھوڑ دین۔ ابو ذر کے ساتھ جو سلمان کی بدسلوکیان تھین اونکے بہت سے قصے منقول ہین۔ سلمان کی عادت تھی کہ اکثر ابو ذر کی ضیافت کرتے جب وہ کھانے کے لئے آتے تو نہایت ناگوار کھانا پیش کرتے جب اوضین اوس کھانے مین کچھ تامل ہوتا تو سلمان اونپر بہت خفا ہوتے اور ناشکرا بتا کر ذلیل کرتے۔ ایک مرتبہ دعوت کی اور دو روکھی روٹیان کچی اونکے سامنے رکھدین ابو ذر اس سامان دعوت کو دیکھکر نہایت حیران ہوئے۔

فقط دو روکھی روٹیان وہ بھی کچی ایسی ناگوار اور قلیل طعام کے کھانے کو بھی جی نہین چاہتا اگر اپنی طبیعت پر جبر کرکے کھاتے ہین تو کچی روٹی ہضم نہ ہوگی اگر نہین کھاتے تو حضرت سلمان قہر نازل کرنے کو تیار۔ ہر طرح مشکل کا سامنا تھا۔ اسی حیرانی مین حضرت ابو ذر نے اون روٹیون کو اُلٹنا پلٹنا شروع کیا۔ حضرت سلمان کو تو اس ضیافت سے ابو ذر کا ذلیل کرنا مقصود تھا اس لئے ابو ذر سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ روٹیون کو اُلٹتے پلٹتے کیون ہو کھاتے کیون نہین۔ ابو ذر حیران ہوئے کہ اسکا کیا جواب دین ڈرتے ڈرتے اتنا کہا کہ مجھکو یہ خوف ہے کہ کہین یہ روٹیان کچی نہ ہون اتنا کہنا تھا کہ حضرت سلمان کو تاب کہان تھی غضب کا جوش ایسا اوٹھا جو کسی طرح ضبط کے قابل نہ تھا اس مضمون کو ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[سلہ] مین اسطرح لکھا ہے۔

"واین بابویہ بسند معتبر از حضرت امام محمد تقی روایت کردہ ست کہ روزی حضرت سلمان ابو ذر را بہ ضیافت طلبید پس دو گردہ نان نزد او حاضر

سلہ جلد دوم حیات القلوب صفحہ ۶۱۵ -

ساخت ابو ذر گردہ ہائے نان را برداشت و می گردانید و در آن نظر می کرد سلمان گفت کہ از برائے چہ کار این نان ہا را میگردانی گفت می ترسم کہ خوب پختہ نشدہ باشد پس سلمان بسیار در غضب شد و فرمود کہ چہ بسیار جرات داری کہ این نان ہا را می گردانی و نظر میکنی بخدا سوگند کہ درین نان کار کردہ است آبے کہ در زیر عرش الہی ست و ملائکہ در آن کار کردہ است تا آنکہ آن را در ہوا افگندہ اند و باد در آن عمل کردہ ہست تا آنکہ آنرا با بر افگندہ ہست و ابر در آن کار کردہ ہست تا آنکہ انرا برزمین افشاندہ ہست و رعد و ملائکہ دران ہمہ کار کردہ اند تا آنکہ قطرات آنرا در جاہاے خود گذاشتہ اند و عمل کردہ اند در آن زمین و چوب و آہن و چہار پایان و آتش و ہیزم و نمک و انچہ را من احصائی توانم کرد زیادہ ازان ست کہ گفتم از کارکنان درین نان پس چگونہ می توانی بشکر این نعمت قیام نمائی پس ابو ذر گفت کہ توبہ می کنم بہ سوے خدا و طلب آمرزش میکنم از انچہ کردم و بہ سوے تو عذر می طلبم از انچہ تو نخواستی۔"

ابو ذر بیچارے کو تو روٹی کے کچے ہونے کا خوف تھا اسکے جواب مین سوال از ریسمان و جواب از آسمان ہو گیا۔ زمین و آسمان کے قلاوے ملادئے۔ عرش سے پانی کے اُترنے اور بادل مین پہنچنے اور مینہ برسنے کے عجائبات قدرت اور تمام کھیتی کا سامان بیان ہو گیا۔ گویا ابو ذر باوجود صحابی جلیل القدر ہونے کے ان امور سے ناواقف تھے

مگر اس طولانی تقریر میں کوئی فقرہ ایسا مذکور نہ ہوا کہ روٹیونکے کچے ہونے کا شبہ
رفع ہوتا۔ ابو ذر نے اس غیظ و غضب کو دیکھکر بجز توبہ کرنے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا
حالانکہ گناہ کچھ بھی نہ تھا وہ کہتے تھے کہ روٹیان کچی ہین اور سلمان کہتے تھے کہ نبی
عرش سے اترا ہی۔

سلمان نے اسکے بعد ابو ذر کی ایک اور دعوت کی جسکا تکلف پہلی دعوت سے بھی بڑھا
ہوا تھا روٹیونکے سوکھے ٹکڑے توڑ کر ہمیانی مین بھر لئے جب ابو ذر آئے تو سلمان نے
ہمیانی جھاڑ کر وہ سوکھے ٹکڑے نکالے اور پانی مین بھگو کے ابو ذر کے سامنے رکھدیے
وہ بیچارے اس سامانِ دعوت کو دیکھکر بہت پریشان ہوئے۔ پہلی دعوت کا قصہ یاد تھا
حضرت سلمان کا مزاج معلوم تھا۔ اتنی تاب کہان تھی کہ کچھ شکایت کر سکتے مگر مشکل یہ تھی
کہ جو ماحضر پیش کیا گیا تھا کھانے کے قابل نہ تھا مجبور ہوکر اول تو اس کھانے کی تعریف
کی مگر ڈرتے ڈرتے اتنا بھی کہہ گذرے کہ کاش اسکے ساتھ نمک ہوتا تو بہت خوب
ہوتا یہ سنکر سلمان نے اپنی حرکتون سے ظاہر کیا کہ یہ فرمایش اونکو بہت ناگوار ہوئی
آخر حضرت سلمان اپنا لوٹا لیکر باہر تشریف لے گئے اور اسکو گرو رکھکر نمک لائے۔
جب حضرت ابو ذر نے یہ حالت دیکھی تو وہی وقت یاد آگیا جو پہلے گذر چکا تھا ناچار نمک
چھڑک چھڑک کر ٹکڑون کو کھانا شروع کیا۔ سوکھے ٹکڑون کی شکایت کرتے تو خدا
جانے حضرت سلمان کا کیسا غضب نازل ہوتا۔ حضرت ابو ذر بھی حد سے زیادہ ظریف
تھے اس لئے شکایت کے مضمون کو شکر کے پہلو مین بڑے لطف کے ساتھ ادا کیا اور

یوں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ قناعت دی ہے کہ میں سوکھے ٹکڑے کھا رہا ہوں یہ سنتے ہی حضرت سلمان بگڑ گئے اور فرمایا کہ تجھے قناعت ہوتی تو میرا لوٹا گرو نہ رکھا جاتا۔ تعجب تو یہ ہے کہ ان دونوں پُرتکلف دعوتوں میں کبھی حضرت سلمان بذات خود مہمان عزیز کے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہوئے۔ یہ قصہ بھی حیات القلوب میں روایت سابقہ کے ذیل میں اسی سند اور حوالہ سے منقول ہے۔

"و فرمود کہ روزے دیگر سلمان ابو ذر را طلبید و از ہمیان خود چند پارہ نان خشک بیرون آورد و آن نان ہا را ترکردہ از مطہرہ کہ داشت و نزد ابو ذر گذاشت پس ابو ذر گفت کہ چہ نیکوست این نان کاش نمکے بآن می بود سلمان برخاست و بیرون رفت۔ و مطہرہ خود را گرو گذاشت و نمکے گرفت و برائے ابو ذر آورد پس شروع کرد ابو ذر و آن نان ہا را میخورد و نمک برآن مے پاشید و می گفت حمد میکنم خداوندے را کہ روزی کردہ است ما را چنین قناعتے۔ سلمان گفت کہ اگر قناعت میداشتی مطہرہ من بگرو نمی رفت۔"

سلمان یہ کج ادائیاں اسلئے کرتے تھے کہ تنگ ہو کر ابو ذر ان کے پاس آنا چھوڑ دیں مگر ابو ذر کو خبر نہ تھی کہ سلمان کے دل میں کیا ہے اگر خبر ہوتی تو سلمان کو قتل کر دیتے۔ جب سلمان کی یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی اور ابو ذر نے ساری ذلتیں جھیلیں مگر آنا نہ چھوڑا تب سلمان نے یہ تدبیر نکالی کہ ابوذر کو ڈرانا شروع کیا یہ ڈرانا اس دن ہوتا تھا جس دن کوئی مرغن شوربا حضرت سلمان کے باورچیخانہ میں تیار ہوتا تھا چنانچہ ایک

مرتبہ حضرت ابوذر تشریف لاتے تو سلمان کی دیگ میں جوش آ رہا تھا یکایک
ہانڈی اولٹی ہوگئی اور زمین پر نہ شور با گرا نہ چکنائی گری ابوذر کو یہ حالت دیکھ کر
تعجب ہوا اتنے میں حضرت سلمان نے دیگ سیدھی کردی۔ دوسری بار پھر یہی
اتفاق ہوا کہ دیگ اولٹی ہوگئی اور نہ شور با زمین پر گرا نہ چکنائی گری یہ تماشا دوبارہ
دیکھ کر حضرت ابوذر کے دل میں ایسی ہیبت چھائی کہ ڈر کے مارے بے اختیار اوٹھکر
بھاگے چنانچہ حیات القلوب[1] میں لکھا ہے

"وایضا شیخ کشی و شیخ مفید بسندہائے معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ اند
کہ روزے ابوذر بخانۂ سلمان در آمد و قزقان سلمان در بار بود پس اثنائے
آنکہ بایکدیگر سخن میگفتند قزقان سرنگون شد و ہیچ از مرق و چربی آن
برزمین نہ ریخت پس ابوذر تعجب بسیارے کرد ازان و سلمان باز قزقان را
برگردانید و برحال خود گذاشت و مشغول سخن شدند پس باز قزقان سرنگون شد
و ہیچ از مرق و چربی آن برزمین نریخت پس تعجب ابوذر زیادہ شد و از خانۂ
سلمان وہشت زدہ بیرون آمد"

اسکے بعد اس روایت میں یہ بھی ہے کہ راستے میں ابوذر کو جناب امیر ملگئے اور تسلی دیکر
اونکو سلمان کے پاس واپس لاتے اور بلحاظ مصلحت بہت سے مناقب حضرت
سلمان کے بیان کردئے اور حضرت سلمان کو بھی سمجھا دیا کہ ابوذر کو ڈرایا مت کرو۔
یہی ظاہر ہے کہ حضرت ابوذر صحابی جلیل القدر صاحب خوارق وکرامات تھے اگر

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۰۹ [2] دیگ سلمان کی جوش میں تھی [3] مرق شوربا۔

حضرت سلمان کی ہانڈی اولٹنے اور شوربا نہ گرنے مین کچھ کرامت کا اثر ہوتا تو حضرت ابوذر ہرگز نہ ڈرتے۔ شاید اُنھون نے اس شعبدے کو کرامت کے اثر سے خالی پایا اسی وجہ سے ہیبت زدہ ہوکر بھاگے۔

ان تمام قراین پر غور کرنے سے بہت اچھی طرح ظاہر ہوتا ہی کہ سلمان جس امر کا ابوذر سے تقیہ کرتے تھے اور ابوذر کو باطن سلمان کی خبر ہوجاتی تو سلمان کو قتل کر ڈالتے وہ یہی امر تھا کہ سلمان کا دل خلفا کی طرف تھا اور بظاہر جناب امیر کے ساتھ تھے مگر جو بات دل مین بیٹھی ہوئی تھی اُسکا اثر کسی نہ کسی طرح ہمیشہ ظاہر ہوتا رہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جناب امیر کی رفاقت مین اونکو سبقت کا جوش نہ تھا اجازت پر سب کے پیچھے گئے مقداد کی طرح پورے ثابت قدم نہ نکلے بلکہ ان صحابہ مین شامل تھے جنکو بعد وفات رسول کے لغزش ہوئی۔ یہ شبہہ بھی اونکو پیش آیا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھکر منافقون کو غارت کیون نہین کردیتے۔ جناب امیر سے اُنھون نے صاف کہا کہ تم مین مزاح اور خوش طبعی کا عیب ہی اسی عیب کی وجہ سے تم خلافت مین سب سے پیچھے ہوگئے۔ ابوذر کے ساتھ اُنھون نے وہ کج خلقی کی جو حقوقِ اخوت اور خلق محمدی کے بالکل مخالف تھی اسکی وجہ یہی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ ابوذر کو میرے دل کا بھید معلوم ہوجائیگا تو مجکو قتل کر دینگے اسی لئے وہ ابوذر سے تقیہ کرتے تھے اور ایسی تدبیرین کرتے تھے کہ ابوذر اونکے پاس آنا چھوڑ دین۔ کبھی دعوت کرکے ذلیل کرتے تھے اوکھی روٹیان اور سوکھے ٹکڑے پیش کرتے تھے اور پھر بھی ناشکرا بتاتے تھے اور جب مرغن شوربا پکاتے تو ابوذر کو

ڈرا ڈرا کر بھگاتے۔ خلیفہ اول کے ساتھ اونکو قدیمی خلوص تھا چنانچہ بوقت حضرت سلمان مسلمان ہوئے اوسیوقت خلیفہ اول کے بہت سے فضائل و مناقب رسول سے بیان کئے اور صاف کہدیا کہ ترقی اسلام ابو بکر کی ذات پر منحصر ہے۔ مقولہ حسبنا کتاب اللہ مین خلیفہ ثانی سے موافق تھے۔ سلمان نے جو سانپ یہودیون کے غارت کرنے کے لئے نکالے تھے وہ جناب امیر کی مدد کے لئے نہ نکالے۔ یہ تمام قراین حضرت سلمان کے دل کا حال بہت اچھی طرح ظاہر کر رہے تھے۔ آخر حضرت سلمان سے ضبط نہ ہوسکا اور تقیہ کا پردہ توڑ کر کُھلم کُھلا جناب امیر کی رفاقت چھوڑ کر خلیفہ ثانی کی حضور مین پہنچے اور مداین کی حکومت حاصل کر کے سیدھے چلدئے پھر کبھی جناب امیر کی صورت بھی نہ دیکھی۔ اسکے بعد حضرت ابوذر کو بھی سفر کی ضرورت پیش آئی مگر باوجود بھائی ہونیکے سلمان کے پاس جانا اونھون نے گوارا نہ کیا۔

۴۴ سب سے زیادہ عجیب ائمہ کی تفسیرین ہین جنکی بدولت قرآن کی فصاحت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اس مختصر رسالے مین ہم ایک آیت کی تفسیر جو جناب امیر سے کافی مین منقول ہے بطور نمونہ نقل کرتے ہین۔ اول قرآن کی آیت سمجھ لیجئے جو سورہ لقمان مین ہے۔

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ	اور حکم کیا ہے ہمنے انسان کو ماں باپ کے حق کا۔ حمل مین رکھا ہے انسان کو اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف اوٹھاکر اور دودھ

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ ط
إِلَيَّ الْمَصِيرُ ۝ وَإِنْ جَاهَدَاكَ
عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا
لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ
صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا
وَّاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ
إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ
فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

چھٹانا اُسکا دو برس مین ہی۔ یہ کہ شکر کر میرا اور اپنے مان باپ کا۔ میری طرف پھر کر آنا ہی اور اگر وہ دونو تجھسے جھگڑا کرین اسپر کہ شرک کرے تو میرے ساتھ جسپر تیرے پاس کوئی دلیل نہین تو اون دونون کی اطاعت مت کر اور صحبت رکھ اونسے دنیا مین نیکی کے ساتھ اور پیروی کر اُس شخص کے رستے کی جو میری طرف رجوع کرے۔ پھر تم سب کا میری طرف پھر کر آنا ہی تو مین تمکو آگاہ کر دونگا اوسپر جو تم عمل کرتے تھے۔

ف اللہ فرماتا ہی کہ ہمنے انسان کو مان باپ کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم کیا ہی کہ ہمارا اور اپنے مان باپ کا شکر ادا کر۔ مان کا یہ حق ہی کہ اُس نے ایام حمل مین ضعف پر ضعف اوٹھایا ہی اور دو برس تک دودھ پلایا ہی۔ اے انسان اس حکم کو ضرور ادا کر اسلیے کہ آخر کو ہمارے سامنے آنا ہی۔ اور اگر مان باپ تجھسے یہ چاہین کہ تو اللہ کے ساتھ شرک کرے جو بے دلیل محکم ہی اور اس امر پر تجھسے جھگڑا کرین تو اس امر مین تو ہرگز اونکی اطاعت مت کر۔ مگر دنیا مین اونکے ساتھ نیکی کر۔ اور اُسکا طریقہ اختیار کر جو اللہ کی طرف رجوع کرے۔

اس ترجمہ و تفسیر کو خوب سمجھ لیجے صاف مضمون ہی کسی قسم کی پیچیدگی نہین اب حضرت علی نے جو اس آیت کی تفسیر بیان کی ہی اوسکو ملاحظہ فرمائے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اور حکم کیا ہمنے انسان کو ان دونون کے حق کا جنھون نے علم پیدا کیا ہو اور حکمت کی میراث دی اور جن دونون کی اطاعت کا اللہ نے سب آدمیون کو حکم کیا ہو۔

ف یعنی یہ حکم ماباپ کے لئے نہین بلکہ ان دونون کے لئے ہو جو علم کے والد اور حکمت کے مورث ہین۔ جناب امیر نے یہ نہ بتایا کہ وہ دونون کون ہین مگر خلیل قزوینی نے ترجمۂ اصول کافی مین لکھا ہو کہ ان دونون سے مراد قرآن اور امام ہین قرآن ماں ہو۔ اور امام باپ ہو۔ پس یہ دونون والدین ہوئے۔

اہل انصاف غور فرمائین کہ اگر یہ تحریف نہین تو اور کیا ہو۔؟

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ اسکی تفسیر خود تو جناب امیر نے کچھ نفرمائی مگر علمائے شیعہ نے جناب امیر کے کلام سے استنباط کرکے تفسیر گوئی کا حق ادا کیا ہو جو بعد کو مذکور ہوگی۔

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ یعنی میرا شکر کر اور علم و حکمت سکھانے مین جو والدین اونکا شکر کر۔ میری طرف پھر کرآنا ہے۔

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اور اے پیغمبر اگر عمرؓ اور ابو بکرؓ تجھسے جھگڑا کرین کہ علیؓ کی وصیت مین تو اونکو بھی شریک کردے اور علیؓ کی اطاعت کا جو تونے حکم کیا ہو اس مین تو علیؓ کے ساتھ اونکو بھی برابر کردے جسکی تیرے پاس کوئی دلیل نہین تو اس باب مین تو عمرؓ اور ابو بکرؓ کی اطاعت مت کر۔

مسلمانو خدا کے واسطے انصاف کرو کیا کسی کی سمجھ مین آتا ہے کہ یہ مضمون اس آیت کی تفسیر ہے بلکہ یقینًا تحریف ہے۔ پہلے سے تو والدین کا ذکر تھا اور جاہدا اور لا تطعہما مین جو تثنیہ کی دونون ضمیرین ہین اللہ نے اپنے کلام مین وہ ضمیرین انسان کے مان باپ کی طرف پھیرین تھین جناب امیرؓ نے عمرؓ اور ابوبکرؓ کی طرف پھیر دین جنکا نہ یہان ذکر تھا نہ کسی قسم کا تعلق اور ربط تھا ان تشرک بی مین اللہ کے ساتھ شریک کرنے کا ذکر تھا جناب امیرؓ نے اپنی ولایت مین شریک کرنا مراد لے لیا۔

اس تفسیر مین جو کچھ بوالعجبی ہے وہ تو ظاہر ہے اسکے سوا ایک نکتہ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیت حضرت علیؓ کی طرف سے پیغمبر پر نازل ہوئی تھی نہ اللہ کی طرف سے۔ اور اسمین اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے کی نہی نہین بلکہ حضرت علی نے اپنی ولایت مین کسی کو شریک کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اب حضرات شیعہ انصاف کرین کہ قرآن کی کیا حالت ہوگئی۔

وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا اور علم و حکمت سکھانے مین جو والد ہین اونکی ساری دُنیا کے سامنے تعریف کر۔ **ف** اس سے پہلے فلا تطعہما کی ضمیر عمرؓ اور ابوبکرؓ کی طرف تھی اب صاحبہما کی ضمیر پھر والدین کی طرف پہونچ گئی۔ والدین سے جو کچھ مراد ہے وہ پہلے معلوم ہو چکی اگر صاحبہما سے بھی شیخین مراد ہوتے تو اونکی بہت بڑی فضیلت ثابت ہو جاتی اس لئے چار ناچار والدین کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ معروف کے لفظ نے فضیلت اور تعریف کے معنی پیدا کر دیے۔

جو تفسیر جناب امیرؓ سے منقول ہوا اُس مین کلام کی فصاحت اور قواعد عربیت کی مطابقت اور الفاظ کی مناسبت کی کوئی ضرورت نہین۔

اسی تفسیر نے یہ بھی ثابت کردیا کہ بیشک ائمہ کے سوا قرآن کی صاف اور واضح آیتون کو بھی کوئی نہین سمجھ سکتا اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اگر ایسی ہی تفسیر ہے تو قرآن بیشک محبت نہین۔

جناب امیرؓ کی عظمت وشان کو غور کرو کیا وہ قرآن کی ایسی تفسیر کرین گے۔ معاذاللہ منہا۔ اب اصل روایت کافی[ط] کا بھی ملاحظہ فرمایئے۔

عن الاصبغ بن نباتہ انہ سال امیرالمومنین علیہ السلام عن قولہ تعالیٰ ان اشکر لی ولوالدیك الی المصیر فقال الوالدان اللذان اوجب اللہ لھما الشکر ھما اللذان ولدا العلم وورثا الحکم وامر الناس بطاعتھما ثم قال اللہ الی المصیر فمصیر العباد الی اللہ والدلیل علی ذلك الوالدان ثم عطف القول علی ابن حنتمۃ وصاحبہ قال فی الخاص والعام ان جاھداك علی	اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ اُس نے امیرالمومنین علیہ السلام سے آیہ کریمہ ان اشکر لی ولوالدیك الی المصیر کی تفسیر پوچھی تو امیرالمومنین نے فرمایا کہ دونون والد جنکا شکر اللہ نے واجب کیا ہے وہ دونون ہین جنھون نے علم پیدا کردیا اور حکمت کی میراث دی اور سب آدمیون کو اُن دونون کی اطاعت کا حکم کیا گیا ہے پھر اللہ نے فرمایا کہ الی المصیر پس رجوع کرنا بندونکا اللہ کی طرف ہوگا اور والدین اسکی دلیل ہین۔ پھر اللہ نے اپنی بات کو پھیر کر ابن حنتمہ (عمرؓ) اور اسکے ساتھی (ابوبکرؓ) کے ذکر سے ملایا اور

[ط] اصول کافی صفحہ ۲۷۰۔

ان تشرك بي فقول في الوصية ولتعدل عمن امرت بطاعته فلا تطعهما ولا تسمع قولهما ثم عطف القول على الوالدان فقال وصاحبهما في الدنيا معروفا يقول عرف الناس فضلهما وادع الى سبيلهما۔

خاص و عام مین کہدیا وان جاھداك على ان تشرك بي یعنی اگر عمرؓ اور ابو بکرؓ وصیت مین جھگڑا کرین اور اس بات پر اڑین کہ تو اونکو اوس شخص کے ساتھ برابر کردے جسکی اطاعت کا تو نے حکم دیا ہے تو اے پیغمبر تو عمرؓ اور ابو بکرؓ کی بات مت مان اور ان دونون کا قول مت سن پھر اللہ نے اپنی بات کو پھیر کر والدین کا ذکر کیا اور فرمایا وصاحبهما في الدنيا معروفا اللہ فرماتا ہے بیان کر آدمیون مین والدین کی فضیلت اور اُن دونون کے رستے کی طرف بلا۔

قزوینی نے لکھا ہے۔ حنتمہ بفتح حای بے نقطہ وسکون نون وفتح تای دو نقطہ در بالا مادر عمر ست وصاحبش ابا بکر ست یعنی حنتمہ عمرؓ کی مان کا نام تھا بس ابن حنتمہ سے عمر مراد ہین اور اونکے ساتھی سے ابو بکر مراد ہین۔ ترتیب خلافت اس امر کی مقتضی تھی کہ پہلے ابو بکر کا نام ہوتا پھر عمرؓ کا لیکن جناب امیر نے اس تفسیر عجیب وغریب مین اول عمر کا ذکر کیا اسکا نکتہ خلیل قزوینی نے جو بیان کیا ہے وہ بھی نہایت عجیب ہے چنانچہ قزوینی نے حملته امه وهنا على وهن کی جو تفسیر کی ہے اوس مین لفظ (امہ) سے قرآن مراد لیا ہے۔ یعنی قرآن نے ضعف بالاے ضعف اوٹھایا۔ ایک ضعف خلافت ابو بکرؓ کا اور دوسرا ضعف خلافت عمرؓ کا اس صورت مین ضعف اول جو قرآن مین موخر

مذکور ہے خلافت ابو بکرؓ ہے اور اُسکے اوپر ضعف ثانی جو قرآن مین اول مذکور ہے خلافت عمرؓ ہوئی پس چونکہ قرآن مین پہلے خلافت عمر کا ذکر تھا اسی لئے جناب امیر نے اول این حنتمہ یعنی عمرؓ کا ذکر کیا۔ مگر قزوینی نے یہ ظاہر نکیا کہ حملتہ مین جو ضمیر (ہا) ہے وہ کدھر کو پھرے گی۔

وفصاله فی عامین کی تفسیر قزوینی نے یہ کی ہی کہ ابو بکر کی خلافت دو برس مین ختم ہوگئی۔ اس تفسیر سے ظاہر ہوگیا کہ قزوینی مطالب تفسیری کے بیان کرنے مین جناب امیر پر بھی غالب رہے۔ ع

گر تو تفسیر ہمچنین دانی
ببری رونق مسلمانی

کافی کی اس حدیث کا ترجمہ ملائی مجلسی نے بھی حیات القلوب[1] مین لکھا ہی اور وہ یہ ہی "ودر کافی بسند معتبر از اصبغ بن نباتہ روایت کردہ است کہ او سوال کرد از حضرت امیر المومنین از تفسیر قول حق تعالیٰ ان اشکر لی و لوالدیک الیّ المصیر حضرت فرمود کہ والدان کہ خدا شکر ایشان را واجب گردانیدہ آن دو پدر اند کہ علم از ایشان متولد شدہ وحکمت از ایشان بمیراث ماندہ و مامور شدہ اند مردم باطاعت ایشان پس فرمود حق تعالیٰ الیّ المصیر پس بازگشت بندگان بسوے خداست و دلیل تاویل لفظ والدان است پس گردانید سخن را با بو بکر و عمر و فرمود وان جاھداک علی ان تشرک بی یعنی اگر ابو بکر و عمر با تو

[1] حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۶۷۔

مجادلہ کنند کہ شریک بیاوری یعنی در وصیت شریک گردانی بآن کسے کہ خدا امر فرمودہ ست کہ وصی خود گردانی یعنی علی بن ابی طالب دیگرے را پس اطاعت ایشان مکن وسخن ایشان را مشنو پس برگردانید سخن را بسوے والدین وفرمود وصاحبھما فی الدنیا معروفا یعنی بمردم شناسان فضیلت ایشان را ومردم را دعوت کن براہ متابعت ایشان ؎

ابونصر عراقی نے کتاب الامالی مین لکھا ہی کہ ہشام خارجی نے کتب شیعہ مین ملی کی تفسیرون کو دیکھکر یہ کہا کہ اگر بفرض تسلیم شیعون کا یہ قول مانا جاوے کہ خلفا نے علی پر کچھ تشدد کیا تھا تو اُسکا عذر علی کی ان تفسیرون سے ظاہر ہی شاید خلفا کو علی کی بھی تفسیرون کی خبر ہوگئی ہوگی جو اہل کتاب کی تحریف سے بھی بدتر ہین۔ بھلا خلفاء کو یہ تاب کہان تھی کہ اونکے سامنے کوئی قرآن کو اسطرح بگاڑے یہ علی ہی کی رعایت تھی کہ قرآن کو بگاڑنے اور تحریف کرنے کے عوض مین بھی صرف کسیقدر تنبیہ اور تشدد پر اکتفا کیا ورنہ اگر کوئی اور شخص قرآن کو اونکے سامنے اسطرح بگاڑتا تو بڑی سختی سے قتل کرتے۔

سب سے زیادہ عجب یہ ہی کہ روایات شیعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اپنی اولاد پر ایسے نامہربان تھے کہ اوںھون نے مدینہ مین پہنچ جانے کے بعد اپنی بیٹی رقیہ کا نکاح عثمان سے کیا اور جب رقیہ کو (معاذ اللہ منہا) عثمان نے قتل کردیا تو عثمان سے قصاص بھی نہ لیا نہ اونکو کسی قسم کی سزا دی بلکہ فوراً اونھین ۲۵

سلہ دوم رقیہ گویند کہ اورا عتبہ پسر ابولہب تزویج نمود در مکہ و اورا طلاق گفت و در مدینہ عثمان اورا تزویج نمود ۱۲ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۶۰ —

عثمانؓ سے اپنی دوسری بیٹی ام کلثوم کا نکاح کر دیا ملّائے مجلسی نے حیاتؔ القلوب مین لکھا ہے۔

"عیاشی روایت کردہ است کہ از حضرت صادق پرسیدند کہ آیا حضرت رسول دختر خود را بہ عثمان داد حضرت فرمود کہ بلے راوی گفت کہ چون دختر آن حضرت شہید کرد باز دختر دیگر باو داد حضرت فرمود کہ بلے۔"

حضرات شیعہ اس موقع پر انصاف فرمائین کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مدینہ مین پہنچ گئے تو کوئی مجبوری نہ تھی پھر عثمان سے قرابت کیون کی جو بزعم شیعہ مومن صادق بھی نہ تھے اور یہ لحاظ کیون نہ کیا کہ مومنہ متقیہ پر ایسے شخص کی اطاعت اور صحبت عذاب الیم ہوگی۔ یہ کیسا ظلم تھا کہ اپنی پیاری بیٹی ایک ایسے شخص کے پھندے مین پھنسا دی جسکے دل مین بقول شیعہ ایمان بھی نہ تھا اور باین ہمہ ایسا ظالم تھا کہ اُس نے رسول کی بیٹی کو قتل کر دیا (معاذ اللہ منہا) اگر آجکل کوئی شیعہ اپنی بیٹی کو اسطرح مصیبت مین گرفتار کرے تو ساری قوم اسکو کیا کہے گی۔

پیغمبرؐ اپنی بیٹی کی حالت سے ایسے بے خبر کیون ہوگئے تھے کہ ہلاکت تک نوبت پہنچی پہلے سے اسکا تدارک کیون نہ کیا۔ حالانکہ رقیہؓ نے بار بار اپنی حالت کی خبر بھیجی مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پروا نہ کی اگر شوہر کی شکایت ناپسند تھی تو عیادت تو کی ہوتی۔ آخر خبر لی تو اُسوقت جب وہ صدمہ لاعلاج ہوگیا تھا۔ حیاتؔ القلوب مین لکھا ہے کہ اوّل عثمان نے اونٹ کے کجاوہ کی لکڑی سے رقیہ بنت رسول کو مار مار کر بہت

سلہ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۶۳　سلہ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۶۳۔

بہت زخمی کیا جب اُنھون نے رسول کے پاس اطلاع بھیجی تو رسول نے شوہر کی شکایت ناپسند کی اسکے بعد پھر چند مرتبہ رقیہؓ نے اپنی مصیبت کی خبر بھیجی مگر ہر مرتبہ رسول نے اسی طرح ٹالا۔ چوتھی مرتبہ جب یہ خبر بھیجی کہ اب مین مری تب علی کو بھیجا۔ اصل عبارت حیات القلوب کی یہ ہے۔

وچوب جہار شتر را گرفت وبسیار براو زد و اورا خستہ ومجروح گردانید پس آن مظلومہ بخدمت پدر خود فرستاد واز عثمان شکایت کرد و حال خود را بآن حضرت عرض کرد حضرت در جواب او فرستاد کہ حیاے خود را نگاہدار کہ بسیار قبیح است کہ زنے کہ صاحب نسب و دین باشد ہر روز شکایت از شوہر خود نماید پس چند مرتبہ دیگر فرستاد وبخدمت آنحضرت شکایت کرد و در ہر مرتبہ حضرت چنین جواب فرمود تاآنکہ در مرتبہ چہارم فرستاد کہ مرا کشت درین مرتبہ آنحضرت علی بن ابی طالب را طلبید وفرمود کہ شمشیر خود را بردار و برو بخانہ دختر عم خود و اورا بنزد من بیاور و اگر عثمان مانع شود ونگذارد اورا بشمشیر خود بکش وحضرت بیتابانہ از عقب او روانہ شد واز شدت اندوہ گویا حیران گردیدہ بود وچون حضرت رسول بدر خانہ عثمان رسید حضرت امیرالمومنین آن شہیدۂ مظلومہ را بیرون آوردہ بود وچون نظرش بآنجناب افتاد صدا بگریہ بلند کرد وحضرت نیز از مشاہدۂ حال او بسیار گریست واورا باخود بخانہ آورد وچون بخانہ داخل شد پشت خود را گشود وبہ پدر بزرگوار خود نمود حضرت دید کہ پشتش تمام سیاہ ومجروح گردیدہ است پس حضرت سہ مرتبہ فرمود کہ

چرا تر اکشت و این در روز یکشنبہ بود پس روز دو شنبہ و سہ شنبہ آن مظلومہ بر بستر درد والم خوابید و در روز چارشنبہ با علی درجات شہیدان ملحق گردید"

کیا شریعت میں یہ حکم ہے کہ عورت اپنے شوہر کے ظلم سے سہ کر ہلاک ہوجاوے اور فریاد نکرے اگر کوئی غیر عورت اپنے شوہر کے ظلم کی فریاد کرتی تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیشک اوس کی فریاد سنتے اور انصاف کرتے لیکن اپنی بیٹی کی مصیبت کی خبر پاکر عمداً کئی روز تک بے پروائی کی۔ مزاج پرسی کو بھی تشریف نہ لے گئے۔ نواسے کی شہادت جو اونکی وفات سے پچاس برس بعد ہونے والی تھی اوسکا تو ایسا صدمہ تھا کہ اللہ کی بھیجی ہوئی بشارت بار بار رد ہوتی تھی اور بیٹی کی شہادت کا حادثہ جو اونکے سامنے ہو رہا تھا اوس سے ایسی بے پروائی۔ ان واقعات پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر شیعون کی روایتون کو سچا فرض کیا جاتے تو یہ لازم آتا ہے کہ پیغمبر نے اپنی بیٹی کی حالت سے ایسی غفلت کی کہ گویا خود اوس کو قتل کرایا۔

سب سے بڑھ کر غضب یہ ہے کہ رقیہؓ کے قتل کے بعد قاتل سے نہ قصاص لیا۔ نہ بطور تعزیر سزا دی۔ اگر کوئی غیر شخص اپنی بی بی کو اسطرح مار ڈالتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تعزیر ضرور اوسپر جاری کرتے یا خونبہا لیتے مگر پیغمبر کی بیٹی کا خون معاف تھا اوسکے قاتل کے واسطے شریعت مین کوئی سزا مقرر نہین ہوئی تھی۔

اس سے بھی زیادہ تعجب یہ ہے کہ اس جانگزا حادثہ کے بعد پیغمبر نے فوراً اپنی دوسری بیٹی کا عثمانؓ کے ساتھ نکاح کر دیا اور جس شخص کی حالت کا ایسا تجربہ ہو چکا تھا

---

۹۶ نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۲۴۲۔

اب پھر اُسکو داماد بنالیا۔ اور دوسری بیٹی ام کلثوم بھی اُسکے حوالے کردی چنانچہ
حیآت القلوب مین دختران پیغمبرؐ کی تفصیل مین لکھا ہے۔

"سوم اُم کلثوم وا ورا نیز عثمان بعد از رقیہ تزویج نمود۔"

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عثمانؓ کو اپنا داماد بنایا اور ایک بیٹی کے مرجانے کے بعد دوسری بیٹی کا عثمانؓ کے ساتھ نکاح کیا یہ دلیل واضح ہو کہ عثمانؓ مومن کامل اور متقی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونکی حالت کو پسند کرتے تھے اور اگر (معاذ اللہ) عثمانؓ کی وہ حالت ہوتی جو شیعون نے فرض کرلی اور اس روایت سے ثابت ہوئی تو پیغمبر ہرگز اونسے قرابت نہ کرتے اور بالفرض اگر غلطی سے پہلی قرابت ہوگئی تھی اور اُسکا نتیجہ ایسا خراب ظاہر ہوا تھا تو دوسری قرابت نکرتے۔ شیعے جب اس قرابت کی فضیلت کو نہ چھپا سکے تو انھون نے اپنی عادت کے مطابق یہ افترا کیا کہ رقیہؓ بنت رسول کو عثمان رضؓ نے اتنا مارا کہ وہ اس صدمہ سے ہلاک ہوگئین۔

رُوات شیعہ کو اسکی کیا پروا تھی کہ اس روایت کی بدولت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہ کتنے الزام قایم ہوگئے۔ حضرات شیعہ کتنا ہی حق کے بگاڑنے مین کوشش کرین مگر عقل سلیم شاہد ہے کہ رسول نے دوبارہ جو عثمانؓ سے قرابت کی اس سے بہت بڑی فضیلت عثمان رضؓ کی ثابت ہوئی جسکو حضرات شیعہ کسیطرح نہین چھپا سکتے۔

آسمان سے[۱] جو ہر شام کو یہ ندا ہوتی ہے کہ عثمان اور اونکے گروہ والے نجات پانے والے ہین اور صبح کو یہ ندا ہوتی ہو کہ علیؑ اور اونکے گروہ والے نجات پانے والے ہین

[۱] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۲۰۔ [۲] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۶۰۔

اسکی وجہ یہی ہو کہ یہ دونوں رسول کے داماد ہیں اسی لئے ندامین ان دونوں کی تخصیص ہوئی ۔
عثمان رض کا وہ مرتبہ تھا کہ واقعہ حدیبیہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منظور ہوا کہ مکہ میں جو ضعفائے مومنین کافرون کے گروہ مین گھرے ہوئے تھے اونکے پاس یہ بشارت بھیجیں کہ اللہ نے فتح مکہ کا وعدہ کیا ہی تو یہ فضیلت عثمان رض کو ہی نصیب ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سفارت کے منصب پر مقرر ہو کر اوس نازک وقت مین کہ جان کا خوف تھا مکہ مین گئے اور سفارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا کی ۔ اگر عثمان رض مومن کامل نہ ہوتے تو رسول اللہ صلعم اونکو اپنی طرف سے سفیر مقرر کرکے کیون بھیجتے ۔
حیات[1] القلوب مین لکھا ہی ۔

"پس حضرت بہ نزد عثمان رض فرستاد کہ بروسوے قوم خود از مومنان بشارت دہ ایشان را بانچہ وعدہ دادہ است مرا خدا از فتح مکہ پس عثمان داخل شد و رسالت حضرت را رسانید"

اس سے بڑھکر فضیلت عثمان رض کی یہ ہی کہ اسکے بعد جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ مشرکین نے عثمان رض کو قید کرلیا تو اوسوقت آپ نے مشرکین سے لڑنے کا قصد کیا اور ایک درخت سے تکیہ لگاکر صحابہ سے بیعت لی اسی بیعت کا نام بیعت رضوان ہی اس بیعت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا اور یہ فرمایا کہ یہ عثمان رض کی طرف سے بیعت ہی ۔ حیات[2] القلوب مین ہی ۔

وبروایت شیخ طبرسی چون مشرکان عثمان را حبس کردند و خبر بحضرت رسید کہ اورا کشتند حضرت فرمود کہ ازینجا حرکت نمیکنم تا بایشان قتال کنم و مردم را

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۰۴ [2] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۴۰۴

بسوے بیعت دعوت نمایم و برخاست و پشت مبارک بدرخت داد و تکیہ کرد و صحابہ باآنحضرت بیعت کردند کہ بامشرکان جہاد کنند و نگریزند و بروایت کلینی حضرت یکدست خود را بردست دیگر زد و برای عثمان بیعت گرفت۔"

کافی کی کتاب[1] الروضہ مین منقول ہی۔

وبایع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ المسلمین وضرب باحدی یدیہ علی الاخری لعثمان	اور بیعت لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانوں سے اور مارا ایک ہاتھ اپنا اوپر دوسرے کے واسطے عثمان کے

یہ بیعت درحقیقت اس امر کا معاہدہ تھا کہ اس جنگ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ شریک ہوکر مشرکین سے لڑین گے اور منھ نہ پھیرین گے۔ یہ معاہدہ ہر شخص اپنے اختیار سے کرتا ہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بغیر اجازت عثمانؓ کے عثمانؓ کی طرف سے معاہدہ کیا یہ دلیل اس امر کی ہی کہ عثمان کو مومن کامل سمجھتے تھے اور اونپر پورا اعتماد رکھتے تھے۔ اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ بنایا یہ دلیل اس امر کی ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کو عثمانؓ کے ساتھ ایسا اتحاد تھا کہ گویا اپنی ذات کو اونکی ذات کے ساتھ متحد سمجھتے تھے اور یہ جانتے تھے کہ ہمارا معاہدہ بعینہ عثمانؓ کا معاہدہ ہی اور ہمارا ہاتھ گویا عثمانؓ کا ہاتھ ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عثمانؓ کی طرف سے بیعت کرنے کا اختیار کیا تھا اور جو بیعت بغیر اجازت عثمانؓ کے ہوئی تھی وہ عثمانؓ پر لازم کیون ہوتی۔

حضرات شیعہ آیت وانفسنا وانفسکم سے استدلال کرکے اتحاد جناب امیر کا

[1] کتاب الروضہ صفحہ ۱۵۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تبکلف ثابت کرتے ہین حالانکہ وہان اتحاد اور عینیت
مراد نہین بلکہ قرابت مراد ہے اس لیئے کہ وانفسنا وانفسکم کا مطلب یہ ہی کہ تم اپنے
قرابت والون کو بلاؤ ہم اپنے قرابت والون کو بلائین پھر اس سے اتحاد اور عینیت کیونکر
ثابت ہوئی۔ لیکن انصاف کرو تو مضمون اتحاد مثل عینیت کا اس فعل رسولؐ سے عثمانؓ
کے لیئے بے تکلف ثابت ہوا اس لیئے کہ رسول نے بغیر اجازت عثمانؓ کے عثمانؓ کی
طرف سے وہ معاہدہ کیا جس مین جان دینے کا وعدہ تھا۔ پس کمال اتحاد کی وجہ سے
بذات خود قایم مقام عثمان کے بنے نہین سے سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
عثمان پر کیسا کامل بھروسا تھا اگرچہ مضمون اتحاد کا اقوال رسول سے جناب امیر کے لیئے
بھی ثابت ہی مگر لفظی قول مین مجاز اور استعارہ کو بھی دخل ہوتا ہی اور جو کمال اتحاد رسول کو
عثمانؓ کے ساتھ تھا اسکو رسول نے اپنے فعل سے بھی ثابت کر دیا اس فعل سے رسولؐ کا
مقصود یہ تھا کہ اگرچہ عثمانؓ موجود نہین مگر وہ بھی اصحاب بیعت رضوان مین شامل ہو جاوین
جنکی نسبت اللہ نے صاف فرمادیا ہی کہ ہم اُن سے راضی ہو گئے یہ آیت سورۃ فتح مین ہے

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ	بیشک اللہ راضی ہو گیا مومنون سے جب کہ بیعت کرتے تھے تجھسے درخت کے نیچے تو جان لیا اللہ نے جو اونکے دلون مین ہی پھر اُتار دی اونپر تسکین

اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ اللہ اُن مومنین سے راضی ہو گیا کہ جنھون نے یہ بیعت
کی اونکے دلون کا اخلاص بھی اللہ جانتا تھا اونپر اللہ نے تسکین بھی نازل کی

جب رسول نے اپنے ہاتھ سے بیعت کر کے عثمانؓ کو اس بیعت والون مین شامل کر لیا
تو یہ تینون فضیلتین عثمان کو بھی حاصل ہو گئین۔
شیعے کہتے ہین کہ عثمانؓ مومن نہ تھے اس لئے اس آیت کی فضیلت مین داخل نہین ہو سکتے
جواب یہ ہے کہ پیغمبر نے مدینہ مین پہنچنے کے بعد کے بعد دیگرے دو بیٹیون کا ان سے نکاح
کیا۔ سفارت پر مقرر کر کے بہت نازک وقت مین مکہ مین بھیجا جب اونکے قید ہو جانے کی خبر
آئی تو اہل مکہ سے لڑنے کو تیار ہو گئے بیعت کرنے مین خود عثمانؓ کے نائب بنے اور
عثمان پر ایسا بھروسہ کیا کہ بغیر اجازت عثمانؓ کے اونکی طرف سے جان دینے کا معاہدہ
کر لیا۔ ہر شام آسمان سے آواز آتی ہے کہ عثمان اور اونکے ساتھی مراد پانے والے
ہین۔ پھر ایسے شخص کو کون کہہ سکتا ہے کہ وہ مومن نہ تھے۔ اگر وہ مومن نہ ہوتے تو رسول
اونکی طرف سے بیعت کیون کرتے۔ ان سب مناقب سے قطع نظر کر کے ہم پوچھتے ہین
کہ اگر عثمانؓ (معاذاللہ) مومن نہ تھے تو کیا کافر تھے تو یہ لازم آویگا کہ پیغمبر نے مدینہ
مین پہنچنے کے بعد اپنی دو بیٹیون کا نکاح کافر سے کیا۔ اگر یہ فرض کرو کہ منافق
تھے پس اگر منافق سے یہ مراد ہے کہ اللہ اور رسول کو مانتے تھے مگر مسئلہ امامت علیؓ
کے منکر تھے جیسا کہ شیعہ تمام صحابہ کی نسبت کہتے ہین تو قرآن مین مسئلہ امامت کا
پتا بھی نہین نہ اس معنی مین منافق کا لفظ قرآن مین آیا قطع نظر اسکے واقعہ حدیبیہ تک
وہ نص بھی نازل نہین ہوئی تھی جسکو شیعہ نص امامت کہتے ہین اوسوقت تک تو فقط توحید
اور رسالت اور قرآن کو ماننا ایمان تھا اور اگر منافق سے یہ مراد ہے کہ عثمانؓ ظاہر مین ایمان کا

اقرار کرتے تھے دل مین (معاذ اللہ منہما) تصدیق نہ تھی بلکہ کفر تھا تو آپ فرمائے کہ اُنھون نے اپنا گھر اور اہل و عیال اور عزیز و اقربا چھوڑ کر اول حبشہ کو پھر مدینہ کو ہجرت کیون کی؟ مشرکین کے ساتھ کیون نہ شریک رہے جو اپنے گھر فراغت سے بیٹھے رہتے قبائل انصا مین سے تو بعض لوگ اسوجہ سے منافق بنے تھے کہ مسلمانون سے ڈرتے تھے قریش مکہ کو کیا ضرورت تھی کہ باوجود اعتقاد کفر کے اقرار ایمان کرین اور جلا وطنی کی سختیان اُٹھاوین رسولؐ نے ہمیشہ سفر او حضر مین انکو اپنا رفیق اور مشیر کیون بنایا اور ان سے قرابت کیون کی۔ اس لیئے کہ رسول کو اونکا باطنی کفر ضرور معلوم ہوگا اور اگر رسولؐ کو معلوم نہ تھا تو آج شیعون کو کیونکر معلوم ہوگیا۔ اور اس صورت مین تو عثمانؓ کے ساتھ رسول کی بیٹیون کا نکاح بھی صحیح نہ ہوگا اس لیئے کہ ظاہر حال پر حکم اُسوقت ہوتا ہی جب باطن کی حقیقت یقیناً معلوم نہو اور جس شخص کی باطنی حالت یقیناً معلوم ہو اوسکا ظاہری فعل معتبر نہین ہوتا۔ کبھی بعض کفار بطور تمسخر کے مسلمانونکے سامنے اقرار ایمان کرلیا کرتے ہین مگر چونکہ اونکے دل کی حالت ہم خوب جانتے ہین اس لیئے اونپر احکام ایمان جاری نہین کرتے۔ کافی کی روایتون سے ظاہر ہی کہ ایمہ اپنے دوست دشمن کو پہچان لیتے تھے پس رسول تو بدرجہ اولیٰ پہچان لیتے ہونگے۔ اگر یہ بھی فرض کرو کہ ایسی صورت مین بھی نکاح جایز تھا تو خلاف اولی تو ضرور ہوگا اور پیغمبر کے حق مین تو امر خلاف اولی بھی گناہ کے حکم مین تھا۔

پھر بعد پیغمبر کے وہ اوسی دین پر کیون نہ چلے گئے جو اونکے دل مین تھا حالانکہ (بزعم شیعہ)

تمام عرب مخالفت حکم خدا و رسول مین اونکے ساتھ تھا چنانچہ اونکی وجہ سے نفس امامت کے سب منکر ہو گئے۔ با این ہمہ انھین خلفا نے اپنی کوشش سے روئے زمین کے اکثر حصہ کو مومن بنا دیا۔ حضرات شیعہ کے سوا اور کون کہہ سکتا ہی کہ جنھون نے تمام جہان کو مومن بنایا وہ خود مومن نہ تھے۔

اقوال امیہ سے ثابت ہوتا ہی کہ طلحہ رض اور زبیر رض وغیرہ اصحاب جمل جو بصرہ مین جناب امیر رض سے لڑے تھے وہ بھی مومن تھے پس خلفاء ثلثہ بدرجۂ اولی مومن ہونگے اس لئے کہ ان تینون نے جناب امیر سے قتال نہین کیا اسکے بیان سے پہلے قرآن کی ایک آیت پر غور کر لیجئے۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝	اور اگر دو گروہ مومنین کے آپس مین لڑین تو ان دونو مین صلح کرا دو۔ پھر اگر سرکشی کرے ایک اون دونون مین سے دوسرے پر تو باغی گروہ سے لڑو اسوقت تک کہ اللہ کی حکم کی طرف آجاوے تو اگر رجوع ہو جاوے تو اون مین عدل کے ساتھ اصلاح کر دو اور انصاف کرو اللہ منصفون کو پسند کرتا ہی بیشک مومنین بھائی ہین تو اصلاح کرا دو اپنے بھائیون مین اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم ہو۔

اللہ نے لڑنے والے دونون گروہون کو مومن کہا اور سب مسلمانون کو یہ حکم کیا کہ

ون مین صلح کرادو اور اگر اُن دونون مومن گروہ مومنین سے ایک گروہ دوسرے گروہ سے سرکشی
کرے تو اس سے اُسوقت تک لڑو جب تک کہ وہ اللہ کی طرف آجاوے۔ اس سے
ثابت ہوگیا کہ سرکش گروہ بھی مومنین سے خارج نہین کیونکہ دونون گروہون کو اللہ نے
مومن کہا ہی اسکے بعد اللہ نے اسکی تاکید کی کہ یہ حکم اُن مومنین کے لئے ہی جو آپس مین لڑتے
ہون اور فرمایا کہ سب مومنین بھائی ہین تم اپنے بھائیون مین صلح کرادو۔
اب اس آیت سے متعلق جو امام معصوم کا قول ہی اوس پر غور کیجئے۔ کلینی ذکتاب الروضہ
مین ایک حدیث طویل روایت کی ہی کہ ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بعض
آیتون کے معنی پوچھے ہین اور امام نے اونکی تفسیر بیان کی ہی منجملہ اونکے یہ بھی ہی

آیت وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احدٰىہما علی الاخرٰی فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللّٰہ فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل قال الفئتان انما جاء تاویل ہذہ الآیۃ یوم البصرۃ وہم اہل ہذہ الآیۃ وہم الذین بغوا علی امیر المؤمنین علیہ السلام فکان الواجب علیہ قتالہم فی ما انزل اللہ۔	ابو بصیر کہتا ہی کہ مین نے آیت وان طائفتان من المومنین الخ کو پوچھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دونو گروہ بیشک اسکے معنی جنگ بصرہ کے دن ظاہر ہوگئے اور وہی لوگ اس آیت کے اہل تھے اور اُنھون نے ہی امیر المومنین علیہ السلام پر بغاوت کی تھی پس امیر المومنین پر اس آیت کے بموجب اونسے لڑنا واجب تھا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ طلحہ رض اور زبیر رض وغیرہ اہل جمل جو بصرہ مین جناب
امیر علیہ السلام سے لڑے تھے مصداق اس آیت کے تھے پس اگرچہ باغی تھے مگر

مومن بھی تھے اس لئے کہ اس آیت مین حکم اونھین لڑنے والون کا ہے کہ دونون گروہ مومن ہون اور جب وہ لوگ مومن تھے جنھون نے جناب امیر سے مقابلہ کیا تھا تو وہ لوگ مومن کیون نہ ہونگے جنھون نے قتال نہین کیا۔

شیعون کی یہ عادت ہے کہ جن آیتون مین صحابہ کے مناقب ہین اونسے خلفای ثلثہ کو یہ کہکر خارج کرتے ہین کہ وہ مومن نہ تھے اور اگر کوئی قصور صحابہ کا قرآن مین مذکور ہے تو اسکو خواہ مخواہ خلفای ثلثہ کے ذمہ لگاتے ہین مگر اسی سے اونکا مومن ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے چنانچہ سورۂ انفال مین جہان غزوۂ بدر کا ذکر ہے اللہ نے فرمایا ہے

كَمَآ أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنۢ بَيْتِكَ بِٱلْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ لَكَٰرِهُونَ ۝	جیسے کہ نکالا تجھکو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کے ساتھ اور مومنین سے ایک گروہ والے ناگوار جانتے تھے۔

ف یعنی بعض مومن ایسے بھی تھے کہ غزوۂ بدر مین شریک ہونا اونکے نفس پر شاق تھا اہل سنت کے نزدیک خلفای ثلثہ اس گروہ مین ہرگز شامل نہ تھے بلکہ اُنکے مخالف تھے مگر شیعون نے بہت سی رواىتین تصنیف کر لی ہین کہ یہ حالت انھین خلفا کی تھی۔ حیات القلوب[1] مین ملّا نے مجلسی اس آیت اور اسکے بعد کی آیت کا ترجمہ نقل کرکے فرماتے ہین۔

"موافق روایات سابق معلوم ست کہ این کنایات با ابوبکر و عمر ست کہ کارہ بودند جہاد را"

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۲۹ سطر ۵ اس آیت کا ترجمہ حیات القلوب مین یہ ہے۔ چنانچہ بیرون آورد ترا پروردگار تو بحق و راستی و بدرستی کہ گروہی از مومنان ہر آئینہ کارہ بودند بہ بیرون رفتن ۱۲

جس آیت سے شیعون نے خلفا پر اس قصور کا الزام لگایا تھا اُسی سے اونکا مومن ہونا ثابت ہوگیا۔ قرآن مین اس قسم کی بہت سی آیتین ہین کہ خلفا پر کوئی الزام لگانے کے لئے اونکا مصداق زبردستی خلفا کو ٹھہراتے ہین اور اونھین سے اونکا ایمان ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح جن روایتون سے خلفا پر طعن کرتے ہین اونمین بھی اکثر ایسی ہین کہ خلفا کے مناقب بھی اونھین مین موجود ہین۔ مثلاً غزوہ خیبر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے دن ابوبکرؓ کو اور دوسرے دن عمرؓ کو سردار بنایا اول یہی دونون منتخب ہوتے انکے بعد تیسرے دن علیؓ کو علم ملا پس یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جن لوگون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوج کی سرداری کے لئے علیؓ پر بھی مقدم کرین وہ پورے مومن بھی نہ ہون۔ کیا دو دن تک ایسے لوگون کو مومنین کی فوج کا سردار بنایا تھا جنکے دل مین کفر تھا (معاذ اللہ منہا) رسول اللہ نے بیشک انکو اسی مرتبہ کے لایق سمجھا تھا جبھی تو اس کام کے لئے علیؓ سے پہلے منتخب کیا تھا۔

فتح نہ ان خلفاؓ کے اختیار مین تھی نہ رسولؐ کے نہ علیؓ کے بلکہ یہ امر اُسوقت پر موقوف تھا جو اللہ نے اس کام کے لئے مقرر کیا تھا۔ اور اگر اسباب ظاہر پر نظر کیجاوے تب بھی انصاف یہ ہے کہ اول دو دن کی لڑائیون نے کافرون کو ایسا ضعیف کردیا تھا کہ تیسرے دن مغلوب ہوگئے۔ اگر پہلے یا دوسرے دن علیؓ جاتے تو وہ بھی بغیر فتح کے واپس ہوتے اور اگر تیسرے دن ابوبکرؓ یا عمرؓ جاتے تو وہ بھی فتح پاتے۔

اگر نظر انصاف سے دیکھو تو یہ ثابت ہوتا ہی کہ جتنے مشکل اور نازک کام تھے اون پر خلفا ہی مقرر ہوتے تھے چنانچہ معیت سفر ہجرت اور رفاقت غار کے لئے رسولؐ نے علیؓ کو چھوڑ کر ابو بکر کو منتخب کیا ہر مردے وہر کارے۔

یہ غار مین محبوب الٰہی کی سپر تھے
وہ بستر آرام پہ بے خوف و خطر تھے

مجالس المومنین[لہ] مین عبد الجلیل قزوینی کا یہ قول نقل کیا ہی۔

"وبہمہ حال رفتن محمد وبردن ابو بکر بے فرمان خدا نہ بودہ" نتیجے

کیا یہی انصاف ہی کہ جن ابو بکرؓ کو رسول نے ایسے نازک وقت مین ساتھ لیا وہ مومن بھی

تبلیغ سورۂ[لہ] برأت کے لئے سب سے پہلے ابو بکر ہی منتخب ہوئے تھے نہ علیؓ کیا رسول ایسے عظیم الشان کام کے لئے ایسے شخص کو منتخب کرتے جو مومن بھی نہ ہو (معاذ اللہ) بلکہ علی کو چھوڑا اور اُنکو منتخب کیا۔ یہ دلیل اس امر کی ہی کہ اس کام مین اونکی لیاقت اعلیٰ سمجھی تھی مگر اسکے بعد جب یہ مصلحت بطور خود یا بذریعہ وحی معلوم ہوئی کہ عہد یا فسخ عہد کا پیغام یا خود پہنچاوے یا کسی رشتہ دار کو بھیجے تب بمجبوری یہ کام ابو بکر سے نکالکر علیؓ کے سپرد کیا اور اس تبدل سے ابو بکر کی اُس لیاقت مین کچھ فرق نہین آیا جسکی وجہ سے اونکا اول انتخاب ہوا تھا ورنہ رسولؐ کی خطا کا اقرار کرنا پڑے گا کہ پہلے ایسے شخص کو منتخب کیا تھا کہ جو مومن کامل نہ تھا (معاذ اللہ منہا)

اگر اس تقرر کے بعد ابو بکرؓ سے کوئی قصور ہوا ہوتا اور اُسکی وجہ سے یہ تبدّل ہوتا

لہ مجالس مجلس پنجم صفحہ ۲۱۰ عبد الجلیل فاضل شیعی کی بہت سے مناقب مجالس المومنین مین مذکور ہین ۱۲ اسکے
لہ اس سورہ مین یہ بیان تہا کہ جن مشرکین سے عہد صلح ہوا تھا اب وہ فسخ کیا جاتا ہی چار مہینے اور مہلت ہی اس کے بعد اونکو امن نہو گی اسی لئے یہ سورہ موسم حج مین سنائی گئی تھی۔ اگر اس سورہ کو ابو بکرؓ سناتے تو شاید

اور اسکی وجہ سے یہ تبدل ہو تب البتہ طعن کی گنجایش تھی۔
ابو بکر کے تبدل مین ایک نکتہ یہ بھی تھا کہ اسی سورۃ مین آیۃ غار بھی ہی جس مین ابو بکر کی مدح ہی بس اس سورۃ کی ابتدائی آیتین اونکی مدح کی تمہید مین تھین اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اونکی مدح کی تمہید کوئی دوسرا بیان کرے۔

جب غزوہ حدیبیہ کے وقت مکہ مین ضعفاے مسلمین کے پاس سفارت بھیجنے کی ضرورت پڑی جسکا ذکر ابھی ہو چکا ہی اُسوقت اول عمرؓ کا انتخاب ہوا اُنھون نے عثمانؓ کا مشورہ دیا تو عثمان نبھیجے گئے اس مشکل کام کے وقت علی کا ذکر بھی نہ آیا۔
بعض روایات شیعہ مین یہ بھی ہی کہ یہ سفارت خاص مشرکین کی طرف تھی۔ حیات القلوب[1] کی جلد سوم مین ہے۔

این آیہ اشارہ ہست بہ بیعت رضوان کہ در عمرۂ حدیبیہ واقع شدہ وحضرت رسول بقصد عمرہ رفتہ بود وکفار قریش مانع شدند حضرت را از داخل شدن مکہ وحضرت رسول عثمان را برسالت بنزد ایشان فرستاد ومذکور شد کہ ایشان اورا حبس کردند حضرت اصحاب خود را در زیر درخت خارے یا درخت سدری جمع کردہ از ایشان بیعت گرفت کہ با کافران قریش جنگ کنند ونگریزند پس این آیت نازل شد۔"

تطبیق ان دونون روایتون مین یُون ہوسکتی ہی کہ یہ سفارت دونون کی طرف ہوگی مگر ہر ایک کو پیغام جدا جدا ہوگا اب فرمائے کہ کیا ایسے کام پر وہ شخص مقرر ہوا تھا جو مومن نہ تھا
دوسرا اعتراض شیعون کا یہ ہی کہ آیت رضوان مین جس رضامندی کی خبر ہے وہ

[1] حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۱۴۷۳۔

خاص اس فعل سے رضا تھی نہ رضائے دائمی۔

جواب یہ ہے کہ اللہ کی رضامندی کو اجر اخروی لازم ہی اور اگر آخرت مین اجر نہ ملا تو اللہ کی رضامندی کا نتیجہ کیا ہوا۔

جن لوگون کا انجام بُرا ہونے والا ہی اونکا کوئی نیک کام مقبول نہین ہوتا اور یہ بیعت ایسی مقبول ہوئی کہ قرآن مین اس سے رضامندی کی خبر دی۔

اللہ عالم الغیب ہی اُن لوگون سے کبھی راضی نہین ہوتا جن سے آخر کو ناراض ہونیوالا ہی

اللہ فرماتا ہی کہ ہم نے اُن کے دلون کا حال جان لیا اور اونپر سکینہ نازل کیا اس سے ثابت ہوا کہ اُن لوگون کا ایمان عند اللہ ثابت اور کامل تھا اگر یہی فرض کرلو کہ وہ مومن تو تھے مگر مومن کامل نہ تھے تو اللہ نے تنزیل سکینہ سے اونکا ایمان کامل کردیا اور جس کا ایمان ثابت اور کامل ہوجاتا ہی وہ پھر کفر کی طرف منتقل نہین ہوتا۔

اصول کافی[1] مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی۔

فمن امن باللہ ثم ثبت له الایمان عند اللہ لم ینقله اللہ عزوجل من الایمان الی الکفر	پس جو کوئی ایمان لایا اللہ پر پھر ثابت ہوا اسکے لیئے ایمان اللہ کے نزدیک نہین نقل کرتا اسکو اللہ عزوجل ایمان سے کفر کی طرف۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اونھون نے یہ بیعت توڑی اس لئے اس بیعت کی فضیلت سے خارج ہوگئے۔

جواب یہ ہی۔ کہ جس جنگ کے لئے یہ بیعت ہوئی تھی وہ جنگ ہی نہین ہوئی پھر بیعت

[1] اصول کافی صلہ

ٹوٹنے کی کیا صورت۔ عثمان کی طرف سے رسول نے اپنے ہاتھ سے بیعت کی تھی کیا رسول کے ہاتھ مین اتنی برکت بھی نہ ہوگی کہ وہ بیعت قایم رہے۔

جن لوگون پر اللہ نے سکینہ نازل کیا وہ ضرور مومن کامل ہین اور بیعت کا توڑنا مومن کامل کی شان نہین پس ان صحابہ پر بیعت توڑنے کا الزام محض افترا ہی۔

شیعے کہتے ہین اللہ نے یہ جو فرمایا کہ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ یعنی جو کوئی عہد توڑے گا تو اُسکا وبال اُسکی جان پر آویگا اس سے معلوم ہوا کہ بعض بیعت کرنے والے اس بیعت کو ضرور توڑین گے۔

جواب اس سے پہلے یہ آیت ہی اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ جو تجھسے بیعت کرتے ہین اللہ سے بیعت کرتے ہین اللہ کا ہاتھ اُنکے ہاتھون پر ہی۔ قرآن کے لفظون سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ یہ ذکر بیعت رضوان کا ہی جو درخت کے نیچے ہوئی تھی بلکہ عام بیعت کا ذکر ہی اور اسکے ساتھ بیعت توڑنے کا گناہ اور پورا کرنے کا ثواب بیان ہوا ہے۔

البتہ بعض مفسرین کا قول ہی کہ یہ آیت بھی بیعت رضوان کے بیان مین ہی اور اس صورت مین استدلال الفاظ قرآن سے نہ ہوا بعض کے اقوال سے ہوا۔

اب اگر ہم تسلیم کرلین کہ یہ آیت بھی بیعت رضوان کے متعلق نازل ہوئی تو لفظ اُسکے صاف بتا رہے ہین کہ یہ حکم عام بیعت کا ہے پس اللہ نے اس بیعت کے متعلق اول عام حکم بیان کیا اور اُسکے بعد آیت رضوان مین وہ حکم بیان کیا جو اُس بیعت سے مختص تھا

علاوہ اسکے فمن نکث الخ بطور شرط وجزا کے ہے اور وہ وقوع کو بلکہ امکانِ وقوع کو بھی مستلزم نہین مثلاً اللہ نے فرمایا کہ اے پیغمبر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال حبط ہو جائین۔ حالانکہ پیغمبر سے شرک ممکن نہ تھا۔ اسی طرح اللہ نے یہ فرمادیا کہ اگر کوئی بیعت توڑیگا تو عذاب پاویگا حالانکہ اہل بیعت رضوان سے بیعت توڑنا ممکن نہ تھا ہم یہ نہین کہتے کہ یہ صحابہ معصوم ہوگئے تھے بلکہ یہ کہتے ہین کہ اُن سے اللہ راضی ہوگیا تھا جسکے اجر مین وہ جنت پائین گے بالفرض اگر بمقتضائے بشریت کوئی خطا اونسے ہوئی ہو تو اللہ نے توبہ کی توفیق دی ہوگی یا معاف کردیا ہوگا۔ بہرحال اونکی نیکیاں غالب ہونگی اور اللہ کو یہ بھی اختیار ہے کہ کسی مومن کے ایک عمل سے راضی ہوجائے اور اوسکے بعد اُسکے گناہ اگرچہ بے انتہا ہون اپنے فضل سے بخش دے لیکفر عنھم سیئاتھم بھی انھین صحابہ کے حق مین وارد ہے۔

صحابہ کا وہ مرتبہ تھا کہ اگر کبھی خطا کی طرف اونکا میل ہوتا تھا تو اللہ اونکو سنبھالتا تھا غزوہ حنین مین بعض صحابہ کے پانؤن اوکھڑ سے تھے کہ اللہ نے اونکی مدد کی چنانچہ اسکا ذکر قرآن مین سورہ برات مین مذکور ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِينَ ۚ	بیشک اللہ نے تمھاری مدد کی بہت سے مقامون مین اور حنین کے دن جبکہ پسند آئی تھی تم کو اپنی کثرت تو فائدہ نہ دیا تمکو کچھ بھی اور تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود وسعت کے تو تم پھرگئے پیٹھ پھیر کر۔

ف اس آیۃ مین اللہ فرماتا ہی کہ ہمنے تمھاری مدد بہت سے مقامون مین کی حنین مین اسوقت مدد کی جب کہ تم کو اپنی کثرت پر ناز ہوا تھا مگر تمھاری کثرت کچھ کام نہ آئی اور تمھاری یہ حالت ہو گئی کہ زمین بمپیر تنگ ہو گئی اور تم نے پیٹھ پھیری۔

دیکھو جنھون نے پیٹھ پھیری تھی اونکی اللہ نے مدد کی یعنے بھاگنے سے بچا لیا اور اُنھون نے پھر پلٹ کر لڑائی فتح کی تعجب ہی کہ اللہ تو اونکی مدد کرے اور بھاگنے سے بچالے اور حضرات شیعہ یہ فرماوین کہ بھاگ گئے اور بیعت رضوان توڑ دی۔

اللہ نے اونھین لوگون سے جن سے یہ کہا تھا کہ تمنے جب پیٹھ پھیری تھی اُسوقت ہمنے تمھاری مدد کی تھی یہ بھی فرمایا کہ ہمنے بہت سے مقامون مین تمھاری مدد کی تھی۔ اب غور فرمائے کہ اللہ نے تو اونکی بہت سی غزوات مین مدد کی اور شیعے اونکو ہر جگہ بھاگ جانے کا الزام لگاوین۔

غزوۂ احد مین جو بعض صحابہ سے لغزش ہوئی تھی[له] اللہ نے اُس مین معافی کا اتنا بڑا اہتمام کیا تھا کہ قرآن مین اُس معافی کی خبر نازل کی اس سے مقصود یہی تھا کہ آیندہ صحابہ رسول پر کسی کو طعن کا موقع نہ رہے۔

غزوۂ بدر کے واقعات جو قرآن مین مذکور ہین اگر سورۂ انفال کو سامنے رکھکر اونپر غور کرو تو بہت اچھی طرح حق واضح ہو جاوے۔

له در حقیقت یہ فرار ناجائز نہ تھا اس لئے کہ ان صحابہ نے یہ سن لیا تھا کہ محمد قتل ہو گئے اور یہ ... گئے تھے کہ تمام لشکر اسلام ختم ہو چکا اوسوقت اونکی راے یہ ہوئی کہ یہان ٹھیرنا اپنے اختیار سے ہلاک ہونا ہی لہذا بجز جنگ یہ سمجھی کہ مدینہ مین جلد پہنچین اور دوبارہ سامان جہاد کرین مگر چونکہ اتنا امر بھی ایکقسم کی غلطی تھی اسلئے اللہ نے اس سے بھی اونکو پاک کر دیا۔ ۱۲

صحابہ کو اللہ نے اگرچہ بہت بڑا مرتبہ دیا تھا مگر پھر بشر تھے اور جو امور مقتضائے بشریت
ہین وہ اونپر بھی عارض ہوتے تھے بعض صحابہ کے نفس پر مقتضائے بشریت کافرون
سے لڑنا ناگوار تھا اور اپنی قلت اور کافرونکی کثرت دیکھکر اونکی یہ حالت ہوگئی تھی جیسے
کوئی موت کی طرف کھینچا جاوے اگرچہ حق اونپر ظاہر ہو چکا تھا مگر پھر بھی وہ پیغمبر سے
بحث کرتے تھے اور یہ لڑائی اونکو دشوار معلوم ہوتی تھی۔ اگرچہ یہ حالت تھی مگر یا این ہمہ
پیغمبر سے جدا نہین ہوئے ساتھ رہے گو دل مین کیسا ہی خوف تھا مگر اوںھون نے
یہ نہین کیا کہ پیغمبر کا ساتھ چھوڑ دین۔ اب اگر کسی کو وہم ہو کہ ایسی ہیبت اونپر کیون تھی
تو ہم کہہ چکے ہین کہ بمقتضائے بشریت تھی جیسے رسول نے جب یہ سنا کہ اون کے
نواسے کو اونکی امت شہید کرے گی تو اوسکی بشارت جو خدا کی طرف سے جبرئیل لیکر
آئے تھے بار بار رد کر دی اور یہی جناب سیدہ نے کیا۔ اور جب مشکل سے جناب سیدہ
راضی ہوئین تو اسکے بعد بھی رضامندی کا وعدہ توڑ دیا اور حمل حسین پھر ناگوار ہوگیا
یا جیسے جناب امیر نے جب جبرئیل سے یہ سنا کہ اونکا سر زخمی ہوگا اور خون سے داڑھی
سرخ ہو جاوے گی تو ایسی ہیبت چھائی کہ غش[۱] کھا کر منہ کے بل گر پڑے حالانکہ یہ
معاملہ برسون کے بعد ہونے والا تھا۔ یا جیسے کہ ائمہ پر ایسی ہیبت چھائی ہوئی
کہ جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے اور اپنے اصحاب مین اختلاف ڈالتے تھے لوگون کے
سامنے کچھ کہتے تھے پیچھے کچھ کہتے تھے اپنی امامت سے بھی انکار کرتے تھے
امام زین العابدین علیہ السلام نے یزید کے سامنے غلامی کا اقرار کیا حالانکہ ان

[۱] اصول کافی صفحہ ۲۲۱۔

د بہ علم امامت یعنی بذریعہ نجوم جفر وغیرہ اپنی موت کا وقت اور تمام حوادث تقدیری
عالم تھے اور قبل از وقت کچھ خوف نہ تھا۔ یا جیسے کہ ہشام اور صاحب الطاق نے
اجلہ اصحاب امام سے تھے امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد مذہب
بیت کو چھوڑ کر اول مرجیہ پھر قدریہ پھر زیدیہ پھر معتزلہ پھر خارجی ہوجانے کا ارادہ
تھا یا جیسے کہ حضرت سلمان کو یہ شبہ ہوا تھا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھ کر مخالفون کو
ت کیون نہین کردیتے یا جیسے کہ حضرت ابوذر سلمان کی اولٹی ہانڈی کا کرشمہ دیکھکر
ہیبت زدہ ہوکر بھاگے۔

پس صحابہ رسول پر بھی اگر بمقتضائے بشریت یہ حالت طاری ہوگئی تو طعن کا کیا موقع ہے
غور کرو کہ انھین صحابہ کو جنکی یہ حالت ہوگئی تھی اللہ نے مومن کہا اور اونکے خیالات
اصلاح کے لیے کیا کیا سامان کئے اون کو سُلا دیا تاکہ آرام پالین اور ہیبت دُور ہو
برسا دیا کہ ریتہ جم جاوے اور زمین چلنے کی قابل ہوجاوے اونکی ہمت بڑھانے
لئے فرشتے نازل کئے پھر اللہ نے کافرون کو باوجود کثرت کے اونکی نگاہون مین
کردیا اگر یہ نہوتا تو وہ بزدلی کرتے اور جھگڑتے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ اور لیکن اللہ
سلامت رکھا۔ یہ تمام حالات سورۂ انفال کی آیتون سے ظاہر ہوتے ہین۔
غور کیجئے کہ اللہ کی تو اونپر ایسی عنایت تھی کہ جو خیالات بمقتضای بشریت اونکے
ہن پیدا ہوتے تھے اونسے محفوظ رکھنے کے لئے کیا کیا سامان کئے اور بزدلی
خلاف سے اونکو سلامت رکھا اب شیعون نے اونھین صحابہ کو ایسا مورد طعن بنایا

سول کافی صفحہ ۲۲۱۔

یہ کیسا ظلم ہے۔ اسے حضرات شیعہ قرآن کو مقدم رکھو اور جو روایتین قرآن کے خلاف ہون خواہ کسی فریق کی ہون اون کو جھوٹا سمجھ لو۔

خیبر تین دن مین فتح ہوا پہلے دو دن جو فتح نہوا اسکا نام شیعون نے بھاگنا رکھا ہی کافرون سے لڑکر جو صحابہ پھر اپنے مقام مین واپس آتے تھے اسکی معنی فرار تجویز کئے ہین اتنا نہین سمجھتے کہ پہلے دو دن کی جنگ نے کافرون کی قوت توڑ دی جبھی تو تیسرے دن فتح ہوئی اور جب فتح انسان کے اختیار مین نہین تو بغیر فتح واپس آنا کوئی عیب نہین ہو سکتا امام حسن علیہ السلام نے تو اس سے بڑھ کر کیا کہ خلافت امیر شام کے حوالے کر کے چلے آئے حالانکہ یہ جہاد جناب امیر کے زمانہ سے قایم تھا۔

اس مقام پر علمائے شیعہ ایک روایت بحوالہ کنز العمال کے پیش کیا کرتے ہین جسکے یہ لفظ ہین کہ۔

ھزموا عمر واصحابہ فجاء یجبنھم ویجبّنونہ فساء ذلک رسول اللہ۔	(اہل خیبر نے) شکست دی عمر کو اور اصحاب عمر کو تو آئے عمر کہ بزدلا کہتے تھے اپنے ساتھیون کو اور اونکے ساتھی بزدلا کہتے تھے عمر کو تو یہ ناگوار ہوا رسول اللہ کو۔

یہ روایت کتب صحاح کی نہین۔ راوی اسکے مجہول ہین اس لئے قابل استدلال نہین تعجب یہ ہے کہ حضرات شیعہ تو اپنی اصح الکتب یعنی کافی کی بہت سی حدیثون کو بمقابلہ اہل سنت جھوٹا کہتے ہین اور سنیون کے الزام کے لئے ایسی ضعیف حدیثین پیش کر دیتے ہین بفرض تسلیم فرار اس روایت سے بھی ثابت نہین ہوتا۔ ہزیمت کے معنی شکست کے ہین نہ

فرار کے۔ بغیر فتح واپس آنے کو ہزیمت سے تعبیر کیا اور بعض لوگون نے جو بزدلی کا الزام عمرؓ پر لگایا تھا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا معلوم ہوا۔

بیان مذکورہ بالا سے بخوبی واضح ہوگیا کہ صحابہ نے کبھی بیعت نہین توڑی اللہ اونکی مدد کرتا تھا

چوتھا اعتراض شیعون کا یہ ہے کہ براء بن عازبؓ سے کسی نے کہا تھا کہ تمھین مبارک ہو کہ تم صحابی ہو اور صاحب بیعت رضوان ہو تو اونھون نے جواب مین کہا کہ تمھین کیا معلوم ہو کہ رسول کے بعد ہمنے کیا کیا گناہ کئے اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اس بیعت کو باعث مغفرت نہین سمجھتے تھے۔

جواب یہ ہو۔ کہ یہ کہنا اونکا بمقتضاے خوف الٰہی تھا جو مقربین خصوصًا انبیا کے دلون مین زیادہ ہوتا ہو۔ رسولؐ خود بھی اپنی مغفرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔

اصول کافی[1] مین امام باقر علیہ السلام سے روایت ہو کہ امام حسن علیہ السلام بوقت وفات روتے تھے اونسے کہا گیا کہ تمھارے مناقب بہت ہین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے بہت مراتب بیان کر گئے ہین تم کیون روتے ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔

انما ابکی لخصلتین لھول المطلع وفراق الاحبہ	مین دو باتون کے لئے روتا ہون جو حالت آنیوالی ہے اوسکی ہیبت اور دوستون کی جدائی

عثمانؓ کی طرف سے جو رسول نے بیعت کی اسکا جواب حضرات شیعہ یون دیتے ہین کہ یہ بیعت اس لئے کی تھی کہ عثمان کا گناہ بڑھے اور بیعت توڑنے کا وبال بھی اونکے نامہ اعمال مین لکھا جائے۔

[1] اصول کافی صفحہ ۲۹۳۔

مگر یہ کیسی ناانصافی کی بات ہی رسول رحمۃ للعالمین تھے وہ کسی کے ئیے بال بڑھانے کا سامان کیون کرتے خصوصًا اپنے پیارے داماد کے ئیے۔

رسولؐ نے جو بغیر اجازت عثمان کے بیعت کی تھی وہ عثمان پر لازم کیون ہوگی پھر بیعت ٹوٹنے کی کیا صورت تھی۔ عثمانؓ نے یا اور کسی صحابی نے ہرگز یہ بیعت نہین توڑی پھر وبال کیسا۔

ایک شیعہ مصنف نے یہ بھی لکھا کہ شاید یہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا افسوس کے لئے ہوگا کہ عثمان قید یا قتل ہوگئے یا اس بیعت مین شریک نہ ہوئے۔

لیکن اتنا غور کرنا چاہیئے تھا کہ اس صورت مین (لعثمان) نہوتا بلکہ (علی عثمان) ہوتا اسی لئے تمام علمای شیعہ اسکا ترجمہ بیعت سمجھتے ہین۔ حیات القلوب کی عبارت ہم نقل کر چکے قطع نظر اسکے افسوس کے لئے ہاتھ ملنا ہوتا ہی نہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ اگر کہین ضرب الید علی الید بمعنی افسوس وارد ہو تو پتا بتائے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا ہمیشہ بمعنی عہد و پیمان کے ہوتا ہے۔

تعجب ہی کہ آجکل کے شیعہ رافضی کے لقب ہی برا مانتے ہین حالانکہ یہ مبارک لقب انکو اللہ نے عنایت کیا ہے۔ اللہ کے عنایت کردہ خطاب سے برا ماننا کفران نعمت ہی۔ ۲۵

کافی کی کتاب الروضہ مین ہی کہ سلیمان نے امام جعفر صادقؑ سے شکایت کی کہ مخالفین نے ہمارا نام بہت سخت رکھا ہے ۲۶

فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام الرافضۃ۔ قال قلت نعم۔ قال لا واللہ ما سموکم بل اللہ سماکم۔	تو فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے رافضی؟ تو مین نے کہا کہ ہان! امام نے فرمایا کہ واللہ یہ نام تمھارا مخالفون نے نہین رکھا بلکہ اللہ نے تمھارا یہ نام رکھا ہی۔

الحمد للہ کہ جلد اول نصیحۃ الشیعہ باہ صفر ۱۳۱۲ھ مطابق ماہ اگست ۱۸۹۴ع مطبع حنشامیہ مرادآباد مین چھپکر تمام ہوئی
(یہ کتاب رجسٹری شدہ ہی حق تالیف محفوظ ہی)

انه لقول فصل وما هو بالهزل

آن درد که درمان نپذیرد حسد است	آئین حسد قاعدهٔ دیو و دد است

الهدی والبشری

(فی عیون اخبار الرضا) قال سئل التقی علیه السلام عن قول النبی صلی الله علیه

گویند حسود خصم مردم باشد	گر زانکه نکو بنگری خصم خود است

در مطبع اکبری آگره مجید الدین احمد طبع نمود

فہرست مضامین کتاب ہذا

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
سوال اوّل اہل تشیع وجواب اہل سنت	۴	تتمہ رسالہ ہذا	۷۴
سوال دوم اہل تشیع وجواب اہل سنت	۲۲	سوال اہل سنّت ازجملہ اہل تشیع	۹۵
سوال سوم اہل تشیع وجواب اہل سنت	۴۵	تقاریظ علماے دیار	۹۷

واضح ہو کہ بوجہ کم توجہی کاتب صاحب ونیز کارپردازانِ مطبع کے رسالہ ہذا مین بعض غلطیان رہگئی ہین اسواسطے غلطنامہ ذیل مرتب کرکے درج کیا جاتا کہ تصیح فرماکر ملاحظہ کرین

غلطنامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۵	اخوۃ لاسلام	اخوۃ الاسلام	۵۶	۱۰	۱۵۲	۱۹۲
۹	۳	علا	عالمِ	۵۷	۱	مطابعت	متابعت
۱۸	۱۶	جوہی	جون ہی	۶۵	۷	بلظہ	بلفظہ
۲۰	۱۸	نفس	برنفس	۷۳	۴	فِی	فِی
۲۵	۲	یُحییٰ	یَحییٰ	۷۷	۱۵	فِی الجمَاعۃ	فِی الجمَاعۃ
۳۲	۱۳	باہمدکر	باہمدگر	۷۸	۱۷	تَنقحِمُ	تنقحِمَ
۳۸	۱	وفت	وقت	۷۹	۱۴	الیٰ	الیٰ
۴۵	۱۱	فبکمُ	فبکمَ	۸۰	۱۶	اَفتریٰ	اِفتریٰ
۴۷	۱	زینتُ	زینتِ	۸۷	۱۷	کی	کئے
۴۹	۱۳	پروا	پرواہ	۹۶	۱۵	علی کل مغلوب	من کل مغلوب
۵۰	۱۷	جمعور	جمہور	۰	۰	۰	۰

ادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة

الحمد للہ والمنہ سوال و جواب شیعہ و سنی مؤلفہ منشی سید جوہر علی صاحب رئیس مچھلی شہر موسوم بہ

اسرار الہدیٰ

بسعی شایان و جہد نمایان ماہر علم کلام اخوۃ اسلام محمد جہانگیر خان صاحب شکوہ آبادی

در مطبع اکبری واقع آگرہ باہتمام محمد بن احمد اللہ طبع شد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حمد بیحد خاص اوس حلّال مشکلات وقاضی الحاجات کو سزاوار ہی جو قدیم سے بلطف عمیم حملۂ کائنات
کا باعث مشکلکشا و حاجت روا ہے ع نداریم غیر از تو مشکلکشا ☆ عزّ اسمہٗ وجلّ شانہٗ
ونعت بیعد اوس برگزیدۂ عالمیان کل مولیٰ بل از ہمہ اولیٰ کو سازگار ہے جنکا نور رسالت
منصب ختم نبوت مین ہیزدہ ہزار عالم سے مطلق جدا ہی ع آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری
صَلَوٰةُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْمُقَرَّبِيْنَ لَدَيْهِ
وَعَلٰى مَنْ تَابَعَهٗ وَانْتَهٰى اِلَيْهِ اما بعد ذرّۂ بیمقدار سید جوہر علی عفی اللہ عنہ
متوطن مجھلی شہر ضلع جونپور خدمت مین ارباب ایمان و اصحاب ایقان کے التماس کرتا ہی
کہ قبل ازین یہ ناقص العقل شیعی المذہب رکھتا تھا اب بحکم آیۂ کریمہ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ حقیت ملّت حقہ کی کتب فریقین سے تحقیق

ر کے سُنّی المذہب ہوگیا ہے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ
ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ چونکہ یہ امر حق اکثر حساد باطل پرست کے بموجب یَھْدُوْنَ
اِلَی النَّارِ وَلِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارُ مخالف طبع فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ واقع ہوا چنانچہ
بعض نے اوس فتنہ سے براہ بغض چند سوال جنکو وہ اپنے خیال ناقص مین تمام اشکال
سے جانتے تھے اپنے قدما کی تقویم پارینہ و ابن سبا کی کتب دیرینہ سے اخذ کرکے اس
ہیچمدان سے کئے لہذا بمقتضائے جَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ بفضلہ کل سوالات
واہیات کے جوابات دندان شکن کتب معتبرہ فریقین سے ثبت کئے گئے اور یہی ضمن
مین رحیق مختوم مطبوعہ مطبع ضامن حسن جو ۱۳۰۸ھ ہجری لکھنؤ مین بڑی دہوم دہام سے
بجواب قبقاب طبع ہوئی تھی تردید کی گئی چونکہ یہ کار خیر بمعاونت تمام عمدۃ المتکلمین و زبدۃ
المناظرین محمد جہانگیر خان صاحب شکوہ آبادی کے خاطر خواہ انجام کو پہونچا اسلئے
اس مختصر کا نام بھی اونہین ماہر علم کلام کی تالیف لطیف کے مشابہ مسمیٰ اسرار الہدیٰ
رکھا گیا امید قوی ہے کہ ناظرین مناظرہ و شائقین مباحثہ اس مجمل کو بچشم انصاف
ملاحظہ فرماکر ہیچمدان کی مظلومیت اور اہل نفاق کی قابلیت کی داد دینگے ع شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا
فَنَشْرَعُ اِنْشَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِحَوْلِہٖ وَقُوَّتِہٖ فِیْمَا قَصَدْنَاہُ مِنْ ھٰذَا الْمُخْتَصَرِ
رَاجِیًا مِّنَ اللّٰہِ التَّوْفِیْقَ وَاَنْ یَّحْفَظَنِیْ مِنْ کَیْدِ الْکَاذِبِیْنَ وَافْتِرَآءِ الْحَاسِدِیْنَ
اِنَّہٗ خَیْرُ مَامُوْلٍ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا مَقْبُوْلَۃَ الْاَنَامِ وَانْفَعْ بِھَا الْمُؤْمِنِیْنَ
مِنَ الْخَوَاصِّ وَالْعَوَامِّ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ بِالْاِنْعَامِ فَاِنْ وَّقَعَ فِیْھَا الْخَطَاءُ
وَالنِّسْیَانُ فَاَصْلِحْ بِذَیْلِ الْعَفْوِ وَالْاِحْسَانِ لِاَنَّ الْاِنْسَانَ مُرَکَّبٌ
مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ

سوال اوّل اہل تشیع

خلافت کے بارے مین کوئی حدیث صحیح اور مفصل ہے یا نہین اگر ہے تو کونسی حدیث اور کہان ہی -

جواب اہل سُنّت

حدیث اوّل ابوسعید اِنَّ مِنْ آمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِی صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبَابَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ لَا یُبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ اِلَّا بَابُ اَبِیْ بَکْرٍ بخاری اور مسلم مین ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ سبقرِ سب آدمیون مین سے مجھپر بڑا احسان کرنیوالا ساتھ دینے مین اور اپنے مال کے خرچ کرنے مین ابوبکرؓ ہی اور اگر مین اپنے رب کے سوائے کسی اور کو جانی دوست ٹھہراتا تو ابوبکرؓ ہی کو جانی دوست کرتا لیکن اسلام کی برادری اور محبت ہمارے اوسکے درمیان ہے مسجد کیطرف سے سبکے دروازے بند کردئے جاوین مگر ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا رہے ف مسجد کے صحن سے لگے لگے اصحابؓ کے دروازے تھے سو حضرتؐ نے وفات کے قریب سب دروازے بند کروادئے صرف حضرت ابی بکرؓ کا دروازہ کھلا رکھا اس حدیث سے ابی بکر صدیقؓ کی سب اصحابؓ پر فضیلت ثابت ہوئی اور اسمین صاف اشارہ کیا اونکی خلافت کا حدیث دوم جبیرؓ بن مُطْعِمٍ اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَابَکْرٍ قَالَهٗ لِامْرَأَةٍ اَمَرَهَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْهِ فَقَالَتْ اَرَاَیْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْكَ بخاری مین جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہی کہ حضرتؐ نے

فرمایا کہ اگر تو مجھکو نپاوے تو ابو بکرؓ پاس آئیو۔ یہ حضرتؐ نے اوس عورت سے کہا جس سے
فرمایا تھا کہ ہمارے پاس دوسری بار پھر آنا تب اوسنے کہا کہ بھلا بتلائیے تو کہ اگر مین
آؤن اور حضرتؐ کو نپاؤن ف یعنی اگر حضرتؐ کا انتقال ہو گیا ہو تو کیا کرون حضرتؐ نے
فرمایا کہ ابی بکرؓ پاس آنا جو مین کرتا ہون سو وہ کریگا۔ علمانے کہا ہے کہ اس حدیث مین
صدیق اکبرؓ کی خلافت کا صاف اشارہ ہے حدیث خ عَائِشَةُ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ
اُرْسِلَ اِلَى اَبِي بَكْرٍ وَّابْنِهِ وَاَعْهَدَ اَنْ يَّقُوْلَ الْقَائِلُوْنَ اَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّوْنَ
ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ اَوْ يَدْفَعُ اللّٰهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُوْنَ بخاری مین
حضرت عایشہؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ البتہ مینے ارادہ کیا کہ مین کسیکو ابی بکرؓ
اور اوسکے بیٹے عبد الرحمنؓ پاس بھیجون اور اوسکو اپنا خلیفہ اور ولیعہد کرون مبادا کہ
کہنے والے کوئی اور بات کہین یا آرزو کرنیوالے خلافت کی آرزو کرین پھر مین نے کہا
کہ ابی بکرؓ کے سوائے خدا تعالیٰ کسیکی خلافت نمانیگا اور مومنین بھی دفع کرینگے یا کہ یون فرمایا
کہ دفع کریگا خدا اور نمانینگے مومنین ف اور مسلم مین حضرت عایشہؓ سے روایت ہے
کہ حضرتؐ نے مرض الموت مین مجھسے فرمایا کہ بلا لا میرے پاس اپنے باپ اور بھائی کو تا کہ مین
اوسکو اپنی خلافت لکھدون مین ڈرتا ہون کہ کوئی آرزو کرنیوالا آرزو کرے اور رکھنے والا
کہے کہ مین لائق تر ہون خلافت کا مگر خدا اور مومنین نمانینگے سوائے ابی بکرؓ کے دوسرے
کی خلافت کو ان دونون حدیثون سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت کو صدیق اکبرؓ کی خلافت
بدل منظور تھی اور چاہا کہ اپنے روبرو اونکو خلیفہ کر جاوین اور خلافت نامہ اونکو لکھدیوین
لیکن تقدیر اور اجماع پر کفایت کی یعنی حضرتؐ کو معلوم تھا کہ سوائے ابی بکرؓ کے کسیکی خلافت
خدا کو منظور نہین اور اجماع بھی سوائے صدیقؓ کے کسی پر نہ واقع ہو گا تو اس سبب سے اونکو

اپنا ولیعہد کرنا حضرتؐ نے ضروری سمجھا تا اس حدیث سے نہایت بڑی فضیلت صدیق اکبرؓ
کی اور خلافت کی حقیت ثابت ہوئی اور یہہ حدیث معجزہ ہی کہ آیندہ کی خبر جیسی دی تھی ویسے ہی
ہوئی حدیث ف عَایِشَۃَ اُدْعِی لِی اَبَا بَکْرٍ اَبَاکِ وَاَخَاکِ حَتّٰی اَکْتُبَ کِتَابًا
فَاِنِّی اَخَافُ اَنْ یَّتَمَنّٰی مُتَمَنٍّ وَّیَقُوْلَ قَائِلٌ اَنَا اَوْلٰی وَیَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ
اِلَّا اَبَا بَکْرٍ بخاری اور مسلم مین حضرت عایشہؓ سے روایت ہی کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ بلالا
میرے پاس اپنے باپ ابو بکرؓ اور اپنے بھائی کو تا کہ مین اونکو نوشتہ لکھدون یعنی خلافت نامہ
اسواسطے کہ مین خوف کرتا ہون کہ آرزو کرے کوئی آرزو کرنیوالا اور کہے کوئی کہنیوالا کہ مین لائق تر ہون
خلافت کا اور نمانے گا خدا اور مسلمان لوگ مگر ابو بکرؓ کو ف اول حضرتؐ نے چاہا تھا
کہ صدیق اکبرؓ کو خلافت نامہ لکھدین تا کہ دوسرا کوئی دعوی نہ کرے پھر تقدیر اور اجماع مومنین پر چھوڑا یعنی
تقدیر مین تو یہی ہے کہ صدیق اکبرؓ خلیفہ ہونگے اور اجماع مومنین بھی اونہین کی خلافت پر ہوگا
پھر لکھنا کیا ضرور ہے اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضرتؐ کو سوائے صدیق اکبرؓ کے
کسیکی خلافت منظور نہ تھی حدیث ف عَایِشَۃَ اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ
مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَہٗ فِی مَرَضِہِ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ بخاری اور مسلم
مین حضرت عایشہؓ سے روایت ہی کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ مقرر تم یوسفؑ کے ساتھ والی عورتونکی
طرح ہو یعنی کیون خلاف نمائی کرتے ہو کہو ابو بکرؓ سے کہ لوگونکو خود امام ہوکر نماز پڑہاوے یہہ
حضرتؐ نے اوس بیماری مین فرمایا جس مین انتقال ہوا ف حضرت عایشہؓ سے روایت ہی کہ حضرتؐ نے
مرض الموت مین فرمایا کہ کہو ابو بکرؓ سے لوگونکو نماز پڑہاوے مین نے کہا کہ ابو بکرؓ نرم دل
مرد ہے اگر حضرتؐ کے مقام پر نماز پڑہانیکو کھڑا ہوگا رونے لگیگا قرآن کی آواز لوگ نہ سنین گے
عمرؓ کو فرمائے کہ نماز پڑہاوے حضرتؐ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ نماز لوگون کو پڑہاوے پھر

مین نے حفصہؓ سے کہا کہ تم حضرتؐ سے کہو حفصہؓ نے حضرتؐ سے یہی کہا تب حضرتؐ نے یہ حدیث فرمائی چنانچہ حضرتؐ کے حیات مبارک مین پانچ دن صدیق اکبرؓ نے امامت سے نماز پڑھائی یہ اشارہ ہوا صدیق اکبرؓ کی خلافت کا کہ جو عہدہ حضرتؐ کا خاص تھا یعنی نماز کی امامت کا سو اپنی زندگی مین صدیق اکبرؓ کو دیا جیسے بادشاہ اپنی زندگی مین کسیکو تخت و تاج دیوے تو یہ علامت ہی کہ بادشاہ نے اوسکو اپنا ولیعہد کیا علیٰ ہذا القیاس اور بھی احادیث صحیحہ بطریق پیشین گوئی حضرتؐ رسولخدا نے درباب خلافت صدیقؓ اکبر کے فرمائی ہین وہ مخل شوریٰ نہین اسلئے کہ ظہور اونکا حسب ارشاد رشاد نبوی کے واقع ہوا اسی ضمن مین اون احادیث کا بھی ذکر کرنا ضروری ہی جنپر اہل تشیع اہل سنت کی کتب سے استدلال کرتے ہین وہو ہذا

حدیث براابن عازب سے صحیح بخاری و مسلم مین روایت ہی کہ جب رسولؐ خدا نے قصد غزوہ تبوک کا کیا جناب امیرؓ کو واسطے نگرانی اپنی بیبیونؓ اور بچونؓ کے مدینہ طیبہ مین محافظ مقرر فرمایا کفار اشرار نے جناب امیرؓ کو طعن کی کہ رسولخدا آپکو اپنے ساتھ کیون نہین لئے جاتے جناب امیرؓ کو یہ بات ناگوار گذری یہ حکایت رسولؐ خدا سے کی اور کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَتُخَلِّفُنِیْ فِی النِّسَاءِ وَالصِّبْیَانِ یعنی اے رسولؐ اللہ آیا خلیفہ کرتے ہو آپ مجھکو عورتون اور بچون مین تب حضرتؐ نے یہ حدیث فرمائی اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی آیا راضی نہین ہوتا ہے تو یہہ کہ ہو تو مجھسے بمنزلہ ہارونؑ کے موسیٰؑ سے مگر تحقیق شان یہ ہی کہ نہین کوئی نبی بعد میرے اگرچہ شیعہ اس حدیث کی معنی اپنے مطلب کے موافق لیتے ہین مگر بچند دلایل معقول اونکا دعوی صحیح نہین ہی اول یہ خلافت جناب امیرؓ کی مثل خلافت حضرت ہارونؑ کے وقت معینہ پر مخصوص تھی دوم جب حضرت موسیٰؑ کوہ طور سے واپس آئے حضرت ہارونؑ خلیفہ نرہے بلکہ مستقل

خود ہی نبی برحق تھے نہ خلیفہ اوسی طرح پر اس معاملہ کو قیاس کرنا چاہیے سوم اس قسم کی
خدمت بسبب ہمراز ہی کے بیٹے یاد اماد کو ہی سپرد کیجاتی ہی بس جناب امیرؑ کا چند روز کے واسطے
بطریق محافظ کے مقرر ہونا دلیل خلافت نہیں ہو سکتا چہارم کتب سیر فریقین مین مرقوم ہی
کہ حضرت ہارون نے حیاتِ حضرت موسیٰ ہی مین وفات پائی پھر خلافت کیسی پنجم حضرت
ہارون حضرت موسیٰ کے حقیقی بھائی تھے اور عمر مین کلان اور نبوت مین شریک اور گویائی
مین افصح البیان جب ان جملہ مراتب مین سے جناب امیرؑ کو ایک بھی حاصل نتھا تو کیونکر
آپ خلیفہ بلا فصل ہو سکتے تھے ششم حضرت رسولؐ خدا نے جو تشبیہہ کہ جناب امیرؑ کو
حضرت ہارون سے دی ہی اس سے ثابت ہے کہ جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے
حیات مین خلیفہ تھے ویسے ہی جناب امیرؑ بھی حیات مبارک رسولؐ خدا مین خلیفہ رہے ہون
چونکہ بعد وفات حضرت موسیٰ حضرت یوشعؑ بن نون و حضرت کالبؑ بن یوقنا خلیفہ ہوئے
اوسیطرح سے بعد وفات حضرت رسولِ خدا حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے ہفتم جب حضرت رسولؐ خدا
نے اِنَّہٗ لا نبی بعدی کو جملہ خبریہ سے استثنا فرمایا تو منصب یعنی نبوت درصورت
حیات حضرت ہارون بعد ممات حضرت موسیٰ ہرگز جُدا نہوتا جیسا کہ بسبب استثناء کے جناب
امیرؑ سے قطعاً جدا ہوا ہشتم ولو فرضاً حضرت ہارون بعد حضرت موسیٰ کے زندہ بھی
ہوتے بلاشبہ رسولِ مستقل ہوتے اور بدستور دیگر انبیاء اللہ کے ضرور ہی تبلیغ احکام شریعت
فرماتے چونکہ جناب امیرؑ مین یہ صفت نہ تھی پھر استحقاق خلافت کا کیسا نہم حدیث شریف مین
استثنا منقطع موجود ہے اگر اوسکو شیعہ استثنا متصل فرض کرین تو اسصورت مین حدیث
رسولؐ خدا کی صریح تکذیب ہوتی ہی قطع نظر ان جملہ امورات کے شیعہ بتاوین کہ حدیث موصوفہ
مین کونسا لفظ ایسا ہی جس سے نفی خلافت خلفائے ثلثہ و اثبات امامت جناب امیرؑ پائی جاتی ہو

ہان اگر فِی وَقْتٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ کہا جاوے تو یہ عین مذہب اہل سنت والجماعت کا ہی حدیث خم غدیر یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ

ترجمہ اے گروہ مسلمانان مقرر ہے کہ مجھکو جان اپنی سے زیادہ دوست رکھتے ہو تم پس جو کوئی مجھکو دوست رکھے علیؓ کو دوست رکھے بار خدایا دوست رکھ اوس شخص کو جو دوست رکھے اوس کو اور دشمن رکھ اوس شخص کو جو دشمن رکھے اوس کو ❊ اس حدیث کو مورخین واہل سیر نے اسطرح پر لکھا ہے کہ صحیح قصہ صرف اسقدر ہے کہ حضرت رسول خدا نے جب حجۃ الوداع سے مراجعت فرمائی اور آپنے قیام مقام خم غدیر مین کہ یہ موضع درمیان مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے واقع ہے کیا وہان بعض اشخاص نے ہمراہیان جناب امیرؓ سے جو بسبر گروہی جناب موصوف کے مہم ملک یمن پر مامور ہوئے تھے شکایت جناب امیرؓ کی حضورؐ مین رحمۃ العالمین کے کی حضرتؐ نے بنظر دور اندیشی کے اپنے دل مبارک مین خیال فرمایا کہ اگر ماتحت لوگ اپنے افسر سے ایسی ہی بدگمانیان کرینگے تو انتظام اسلام مین یقیناً خلل واقع ہوگا اور بسبب پیش بینی کے حضرتؐ نے یہ بھی مصلحت سمجھا کہ اگر خاص شاکیون سے ہی کہا جاویگا تو عام لوگ متنبہ نہونگے اس لئے خیر خواہ عالم و برگزیدہ عالمیان نے خطبہ عام فرمایا تاکہ تمام حضار کو یہ بات معلوم ہوجاوے کہ جو کوئی اپنے افسر کی نسبت ذرہ برابر بھی گستاخی کریگا وہ مصداق حدیث موصوفہ بالا کا ٹھہریگا اس کی مثال ایسی ہی جیسے کوئی تحصیلدار کسی موضع مین جمعدار کو بھیجے اور اوس کے ہمراہ چند چپراسی کردے اور کہے کہ زمیندار سے سرکاری قسط کا روپیہ لے آ جب وہ جمعدار اپنے کام پر پہونچے اوسوقت چپراسی تعمیل مین کمی کرین یا تحصیلدار سے آکر جھوٹی شکایت کرین تو ضرور ہے

کہ تحصیلدار جملہ اپنے ماتحتون کو جمع کر کے عام طور پر حکم سناوے کہ اگر کوئی اپنے افسر کی اطاعت
مین کمی کریگا تو وہ مجرم قرار پاویگا اس لیئے کہ اہانت جمعدار عین اہانت تحصیلدار کی ہے مگر مراتب
فیمابین مین زمین و آسمان کا فرق ہے اسیطرح سے مراتب رسول خدا اور حضرت مرتضیٰ
مین بھی بعد المشرقین کا فرق ہے اگر شیعہ کہین کہ حضرت رسول خدا کو نفس جناب امیر سے
مناسبت کلی تھی تو اس شبہ فاش کی تردید ملا فتح اللہ کاشانی کی تفسیر خلاصۃ المنہج سے بخوبی
ہوتی ہے چنانچہ آخر سورۂ توبہ مین تفسیر آیہ کریمہ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهٖ کی اس
طرح پر لکھی ہے سبب آنکہ ایشان گروہے اند کہ درنمی یابند حق را و فہم نمیکنند از غایت نفاق
در رسوخ کفر و عناد در باطن ایشان در آن تدبیر نمی کنند تا حق را در یابند بعد از ذم اہل کفار
و نفاق و وعید ایشان بعقاب بر سبیل عموم خطاب بجمیع بندگان می کند کہ لَقَدْ جَاءَكُمْ
رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ترجمہ کاشانی بر تحقیق و یقین کہ آمد بشما اے کافہ مسلمانان
فرستادہ بحکم خدا یعنی از جنس شما در بشریت تا بواسطہ جنسیت با او مخالطہ نمائید و بروجہ سہولت
افادہ و استفادہ در خود گیرید یا آمد اے اہل عرب رسولے از شما متکلم بلغت شما یا از قبیلہ شما اس
عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ عام مسلمانون کو بسبب بشریت و ہمجنسیت کے رسول خدا سے
مشابہت تھی اس مین تخصیص جناب امیر کی کیا ہے باقی رہی بحث لفظ مولی پر مجتہدین
شیعہ فرماتے ہین کہ مولی بمعنی اولی ہین ابن حجر عسقلانی نے جواب دیا کہ مولی بمعنی غلام بھی ہین
شیعون نے بغیر ملاحظہ کتب لغت کے بیچارے ابن حجر کو سنگدل وغیرہ الفاظ سبیہ دیکر
جواب الجواب مین لکھا کہ ہرگز غلام کے معنی صحیح نہین ہین اسپر بفضل خدا قول فیصل ملا
فتح اللہ کاشانی نزم دلکی تفسیر سے لکھا جاتا ہے جیسا کہ خلاصۃ المنہج مطبوعہ طہران کی
صفحہ ۲۳۱ سورہ مائدہ پارہ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ مین مرقوم ہے بسیار کہ مولی رسول بود با خدا

نفر از عقب ایشان رفت دیکھو بخوبی ثابت ہو گیا کہ مولی بمعنی اولی نہیں ہے بلکہ بمعنی غلام ہین اگر اسپر بھی قدح کیجائے تو مولی بمعنی اولی نہین بلکہ اولی ترین سہی مگر شیعہ صرف اس بات کو حدیث موصوفہ سے ثابت کردین کہ اس حدیث مین کونسا لفظ ایسا ہے جس سے جناب امیر خلیفہ بلافصل سمجھے جاتے ہین اگر اس آیت کریمہ کو اپنی مطلب برآری کے واسطے استدلال پکڑین جیسا کہ خلاصۃ المنہج مین مذکور ہے یَا أَیُّھَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْکَافِرِینَ ترجمہ اے فرستادہ بحق برسان بکافہ خلقان جمیع انچہ فرو فرستادہ شدہ بتو از نزد پروردگار تو از احکام شرعیہ و اگر نرسانی تمام آنرا پس تبلیغ نکردہ باشی پیغامہائے اورا و خدائے نگاہدارد ترا از شر مردمان بدرستیکہ خدائے راہ ننماید کافران را۔ اگرچہ ملا صاحب نے ترجمہ ٹھیک کیا ہے کہ حکم خدا حضرت رسالتمآب کو یہ تھا کہ تبلیغ احکام شرعیہ مثل صوم و صلوٰۃ و حج زکوٰۃ کے فرماوین مگر براہ تعصب اپنی روایات موضوعہ تحریر فرماتے ہین کہ ابن مردویہ در کتاب مناقب آوردہ کہ عبداللہ مسعود فرمود کہ ما در حیات حضرت این آیت چنین خواندیم کہ یَا أَیُّھَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَیْكَ مِنْ إِنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِینَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ پس جملہ معترضہ موضوعہ حشویہ ملا کاشانی سے یہ بات ثابت ہوئی کہ رسالت رسول مقبول منحصر نصب خلافت بلافصل امیر المومنین پر تھی نہ ابلاغ احکام شرعیہ پر اس روایت سے ترجمہ صحیح نرہا اور حقیقت حال یہ ہے کہ ترجمہ ہی صحیح ہے کیونکہ خدائے تعالے نے آیہ موصوفہ مین وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فرمایا یعنی اے رسول مقبول احکام شرعیہ کو اپنی ذات سے انجام دے اگر ایسا نکریگا تو گویا تو نے تعمیل رسالت نکی اگر آیہ کریمہ کو کچھ بھی مناسبت خلافت بلافصل جناب امیر سے ہوتی تو خدائے تعالے بجائے وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ

کے وَاِنۡ لَّمۡ تُبَلِّغۡ فرماتا اس سے معلوم ہوا کہ آیہ موصوفہ کو خلافت سے کوئی تعلق نہین پھر دوسری روایت مین مفسر نے یون لکھا ہے کہ عیاشی از جابر بن عبد اللہ نقل کردہ کہ حضرت رسولؐ مامور شد بنصب امیر المومنینؑ ترسید کہ اگر مردمان را بآن خبر دہد گویند با پسر عم خود محابا میکند و از نزد خود منصب ولایت می دہد و اوراطعن کنند خداوند این آیہ فرستاد در غدیر خم و حضرت امیر المومنینؑ را خلیفہ خود ساخت و این خبر بخاص وعام رسانید الخ اگرچہ روایت جابر مین بھی صرف یہی دعوی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ را خلیفہ خود ساخت نہ یہ کہ خلیفہ بلافصل خود ساخت جب بقول جابر جناب امیرؑ کے خلافت بلافصل ثابت نہوئی تو فقط خلافت فی وقت من الاوقات پر اسقدر اصرار و تکرار کیون ہے اسکا تو اہل سُنّت کو بھی بدل وجان اقرار ہے بلکہ اہل سنت کا تو یہ عین ایمان ہے کہ بے شبہ آپ خلیفہؑ برحق تھے مگر فی وقت من الاوقات نہ بلافصل اگر کلام ہے تو صرف اولی بتصرف پر ہے سو یہ گمان بھی شیعون کا غلط ہے اس لئے کہ جب مولی بتصرف بمعنی اولی ہین تو ضرور لازم آیا کہ وال و والاہ بھی بتصرف ہو کیونکہ یہ سب کلمے ایک ہی مصدر سے مشتق ہوئے ہین پھر تصرف کیسا اگر تصرف صحیح ہوتا تو بجائے اولی منك کے مولی منك بولا جاتا چونکہ یہ تصرف بالاجماع باطل ہے لہذا مولی بتصرف اولی بھی باطل ہے دیکھو جب جابر کی روایت سے خلافت بلافصل جناب امیرؑ کی ثابت نہوئی تو آیہ یَاۤ اَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ الخ بھی جناب کی شان مین بلافصل راست نہین آتی بلکہ درصورت تسلیم چند آیہ کا منسوخ ہونا لازم آتا ہے چنانچہ اسی تفسیر مین ملا صاحب نے اون آیات بیّنات کو اس طرح سے تحریر فرمایا ہے اول آیت رکوع ۵ پارہ ۱۷ سورۃ حج اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ الخ یعنی آن جماعتها زونان آنانند کہ اگر جائے دہیم ایشانرا و تمکین و اقتدار بخشیم ایشانرا در زمین و زمان حکومت یکف کفایت ایشان دہیم الخ

فی خلاصۃ المنہج دوم آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا الخ وعدہ داد خدائے آنانرا کہ گرویدہ اند ازشما و کردند کارہائے شایستہ ہر آئینہ البتہ ایشانرا در زمین کفار از عرب و عجم خلیفہ گرداند ہمچنانکہ خلیفہ گردانیدہ شدہ اند پیش از ایشان یعنی کہ زمین مصر و شام بدیشان داد بعد از ہلاکت جبابرہ تا تصرف کردند درآن چنانکہ تصرف ملوک در ممالک خود و در اندک زمانے حق تعالےٰ وعدۂ مومنان وفا نمودہ جزائر عرب و دیار کسریٰ و بلاد روم بدیشان ارزانی فرمود ہر آئینہ متمکن و ساکن سازد و با قوت گرداند برائے مومنان صالح دین ایشانرا آن دینیکہ پسندید و برگزیدہ است برائے ایشان یعنی اسلام را بر ہمہ ادیان غالب گرداند و ہر آئینہ بدل دہد ایشانرا از پس ترس ایشان از شر دشمنان ایمنی الخ فی خلاصۃ المنہج سوم آیت ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ ترجمہ پس ما گردانیدیم شمارا اے گروہے کہ محمد بشما مبعوث شدہ خلیفہائے گذشتگان و جانشینان در زمین از پس قرونی کہ ہلاک شدند تا ببینیم در صورت شہادت بعد از آنکہ دانستہ ایم در غیب کہ شما چگونہ عمل خواہید کرد از خیر و شر تا با شما بمقتضائے آن کردار جزا دہیم انتہیٰ فی خلاصۃ المنہج دیکھو اگر آیہ یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ کو خلافت بلا فصل جناب امیر پر قیاس کیا جاوے تو صریح تنسیخ آیہ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ و وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ و ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ وغیرہم کی ہوتی ہے بلکہ تمام کارخانہ ہی اسلام کا درہم برہم ہوا جاتا ہی بلکہ وعدہ خدا کا بھی معاذ اللہ خلاف سمجھا جاتا ہے اگر ان تینون آیتون کا بھی مصداق جناب امیر کو ہی ٹھہرایا جاوے تو یہ معنی بھی آپکی شان مین درست نہین آتے کیونکہ تنزیہ الانبیا

والائمہ مصنفہ شریف مرتضیٰ مجتہد شیعی المذہب مین یہ عبارت بلفظہ مرقوم ہے با آنکہ حضرت امیرؑ و شیعہ او ہمیشہ دین خود را اخفا فرمودہ اند و در پردۂ دین مخالفین گذرانیدہ اند و امن کامل و عدم خوف نیز در زمان ایشان حاصل بنود چہ اصل امامت ایشانرا بلاد کثیرہ و اقطار طویلہ مثل شام و مصر و مغرب منکر ماندند چہ جائے قبول احکام ایشان الخ اس عبارت سے صاف معلوم ہوگیا کہ مصداق اِن آیتون کے وہی لوگ ہین جنہون نے بفضل خدا کفار عرب والشرار عجم سے روئے زمین کو پاک کیا اور جنکے زمانہ مین امن کامل اور عدم خوف خلق خدا کو حاصل رہا نہ وہ کہ جنہون نے لطمع خلافت اپنے ہاتھ سے امنیت کا خون کیا پھر بھی آنکی نسبت دعوی یَاۤ اَیُّھَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ کا بڑے طمطراق سے ضرور ہے کیا جاویگا اور بڑے شد و مد سے آپکو مصداق کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ و رُحَمَآءُ بَیۡنَھُمۡ کا ٹھہرایا جاوے گا پس بعقیدہ محبان مولی المشکل کشائے عالم آیہ کریمہ یَاۤ اَیُّھَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ کے معنی دو شق سے خالی نہین یا یہ کہ نعوذ باللہ خدا تعالے خلفاء ثلثہ سے مثل اسد اللہ الغالب کے ڈرتا تھا یا یہ کہ جناب امیرؑ بقول علامہ شیخ حلی الجبان لا یستحق الا مامۃ کے مستحق خلافت مطلق نہ تھے سوائے اسکے آیہ موصوفہ کا اور مطلب نہین ہوسکتا حدیث قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلعم یَاۤ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیۡ تَارِکٌ فِیۡکُمُ الثَّقَلَیۡنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتۡرَتِیۡ اِنۡ تَمَسَّکۡتُمۡ بِھِمَا لَنۡ تَضِلُّوۡا بَعۡدِیۡ ترجمہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے آدمیو تحقیق مین تمہارے درمیان مین دو چیزین جلیل القدر چھوڑتا ہون ایک قرآن ہے اور دوسری عترت میری اگر تم ان دونون سے متمسک رہوگے تو ہرگز گمراہ نہوگے بعد میرے۔ اس حدیث صحیح سے یہ بات معلوم ہوئی کہ پیغمبر خدا نے مقدمات دینی اور احکام شرعی مین جمیع مدعیان

اسلام کو حوالہ کتاب اللہ اور اپنی عترت کے فرمایا پس جو کوئی بدنصیب ان دونون جلیل القدر
چیزون کا مخالف ہوگا وہ بالیقین مخالف خدا اور رسول سمجھا جاوے گا اب یہ امر تحقیق طلب ہے
کہ فریقین یعنی اہل سنت و اہل تشیع مین سے کون سا فرقہ ناجیہ متمسک کتاب اللہ و عترت
رسول اللہ کا ہے اور کون ان دونون مستحکم حبل متین کو ایمان و دین سمجھتا ہے اس لئے
کتب فریقین کو بلا تعصب ملاحظہ کرنا ضروری سمجھا گیا چنانچہ کتب اصول و فروع اہل سنت
مین کوئی روایت قوی یا ضعیف ایسی نہ دیکھی گئی کہ جسمین اہانت کتاب اللہ یا عترت رسول اللہ
کی صراحتاً یا کنایتاً پائی جاوے اس سے معلوم ہوا کہ فرقہ حقہ اہل سنت بلاشبہ متمسک حدیث
ثقلین کا ہے جب کتب حضرات تشیع کا مطالعہ کیا گیا تو فروع درکنار اصول ہی مین بہ نسبت
قرآن پاک بکثرت روایات مختلفہ درباب تحریف آیات ربانی و تبدیل کلمات سبحانی و تنسیخ احکام
شرعیہ و ترمیم سورۂ ولیہ وغیرہ کے لکھے ہوئی دیکھی گئین جسکو شبہہ ہو وہ اصول کافی کلینی کو
کہ منجملہ صحاح اربعہ اہل تشیع سے ہے بچشم عبرت معائنہ کرے یہ کتاب مطبع اودہ اخبار مین
موجود ہے اور جو صاحب کہ عربی عبارت مین مہارت نہ رکھتے ہون وہ اوسکا ترجمہ فارسی جسکا
نام صافی کلینی ہے مطبع مذکور سے منگا کر دیکھ لین اور بنظر انصاف داد دین کہ حق کس کی
جانب ہے اور کون صادق اور کون کاذب ہے اگرچہ اس بارے مین بحث طویل ہے مگر
ہم بنظر اختصار صرف اوسکا ایک نمونہ کتاب میر صاحب شیعون کے قبلہ و کعبہ سے ہدیہ
ناظرین کرتے ہین چنانچہ حدیقہ سلطانیہ کے باب سوم مین بحوالہ صوارم جو اونکے پدر بزرگوار
کی کتاب ہی یہ عبارت بلفظہ مرقوم ہے کہ تغیر و نقصان در قرآن منحصر در چہار چیز است یکے
تبدیل لفظی بہ لفظی آخر مثلاً اینکہ گفتہ شود بجائے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ خَیْرَ اَئِمَّةٍ بودہ
لکن بعضے از اعداء اہل بیت آنرا تبدیل نمودہ اند پھر آخر عبارت مین آپنے اپنا قول فیصل

بھی بڑی وہموم وہام سے درج کر دیا ہے کہ وجہ اول بعید است یعنی لفظ اُمَّۃٍ غلط ہی بلکہ صحیح اَئِمَّۃٍ ہی عام لوگ تو فقط مولوی شیخ احمد صاحب دیوبندیکی ہی تحریر نامناسب پر جو اونہوں نے درباب قرآن پاک کے اپنی انوار الہدیٰ مطبوعہ عشرت حسین مین درج کی ہی تعجب کرتے تھے ایتو خاص صاحب اجتہادون سے یہ بات بخوبی ثابت ہوگئی کہ درحقیقت قرآن ناقص ہے پس شیعون کو دعوی تمسک قرآن کرنا محض اونکے اصول کے مخالف ہے اب سنئے تمسک عترت رسول اللہ کا حال اگرچہ باتفاق اہل لغت عترت کے معنی رشتہ دارون اور عزیزان قریبی کے ہین مگر حضرات شیعہ بعض عترت کی فضیلت کا مطلق انکار کرتے ہین بلکہ اون کو دائرہ عترت سے خارج سمجھتے ہین مثل حضرت رقیہ وحضرت ام کلثوم بنات آنحضرت صلعم اور بعض کو داخل عترت نہین شمار کرتے ہین بلکہ اون بزرگون کی شان مین ترک ادب کلمات لکھتے ہین مثل حضرت عباس عم رسول اللہ وحضرت عقیل برادر حقیقی حضرت اسد اللہ چنانچہ علامہ طبرسی نے جناب امیر سے کتاب احتجاج مطبوعہ بمبئی مین یہ روایت کی ہے ذَهَبَ مَنْ كُنْتُ اَعْتَضِدُ بِهِمْ عَلٰى دِيْنِ اللهِ مِنْ اَهْلِ بَيْتِيْ وَبَقِيْتُ مِنَ الْحَاضِرِيْنَ قَرِيْبَةُ الْعَهْدِ بِالْجَاهِلِيَّةِ عَقِيْلٌ وَعَبَّاسٌ ترجمہ یعنی وہ لوگ میری اہل بیت کے جاتے رہے جنکی قوت کا خدا کے دین مین مجھکو بھروسہ تھا اب صرف دو خوار و ذلیل قریب زمانہ جاہلیت کے باقی رہے ہین وہ عقیل وعباس ہے سوائے اسکے حضرت عباس اور اونکی اولاد کی نسبت حیات القلوب مولفہ ملا باقر مجلسی مطبوعہ بمبئی مین بروایت امام جعفر صادق ایسے کلمات واہیات مرقوم ہین جنکے تحریر کرنے مین روح کانپتی ہے جسکو شک ہو کتاب مذکور مین دیکھ لے مزید برآن حضرت زبیر ابن صفیہ عمہ رسول اللہ اور اونکی اولاد کو بھی بہت برا جانتے ہین اب اس سے

بڑھکر اور بھی غضب کی بات ہے کہ شیعہ اکثر اولاد حضرت زہرا کو دشمن جانی سمجھتے ہین بلکہ بموجب اپنے اصول کلینی کے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ جو کوئی دعوی امامت کرے اور وہ دوازدہ آئمہ سے نہو منہ اوسکا کالا ہوگا قیامت کے دن اگرچہ سید علوی و اولاد علی ابن ابیطالب ہی کیون نہو وہ کافر ہے اون بزرگون پر تبرا کرتے ہین از انجملہ حضرت زید ابن علی ابن حسین کو جو بڑے متقی و پرہیزگار و سخی و دیندار تھے اونکو مروانیون نے شہید کیا تھا اور اونکے صاحبزادہ حضرت یحیی کو کہ سربرآوردہ روزگار اور از روئے اعمال حسنہ کے نیکوکار تھے دشمن قلبی جانتے ہین از انجملہ حضرت ابراہیم ابن موسیٰ کاظم و جعفر ابن موسیٰ کاظم کو کذاب کہتے ہین حالانکہ حضرت جعفر اولیائے کبار سے ہین بلکہ بایزید بسطامی نے آنجناب سے ہی اخذ علم طریقت کیا ہے اسیطرح سے جعفر بن علی کو کہ برادر حضرت امام حسن عسکری کے تھے ملقب بکذاب جانتے ہین اور حسن بن الحسن المثنی اور اونکے صاحبزادون حضرت عبداللہ حضرت محمد ملقب بنفس زکیہ کو مرتدو کافر ٹہرا تے ہین اور حضرت ابراہیم بن حضرت عبداللہ و حضرت زکریا بن حضرت محمد باقر و حضرت محمد بن عبداللہ بن الحسن و محمد بن القاسم بن الحسن و یحیی ابن عمر کو کہ پوتون پر و تون زید بن علی بن الحسین سے ہین کافر و مرتد جانتے ہین سوائے ان حضرات کے بہت سی اولاد حسنیہ و حسینیہ کو جو قائل امامت و بزرگی حضرت زید بن علی کے تھے گمراہ بتاتے ہین چنانچہ ان سب بزرگون کا شرح حال کتاب الانساب و تاریخ السادات مین مرقوم ہے اور یہ بات تو بہت ظاہر ہے کہ کوئی مرثیہ ایسا نہین ہے جو اہانت عترت سے خالی ہو لطیفہ ایک مرثیہ خوان جو مثل میان دبیر و انیس کے اپنے زمانہ مین انگشت نما تھا بلکہ فصاحت و بلاغت مین مانند میر مونس و میر دلگیر کے اپنے وقت کا یکتا تھا ایکروز طبیعت جو نور پر آئی چند بند دلپسند قلمبند کر کے کسی امیر کی خدمت مین لے گیا اور بعد مجرا بجا لانیکے فخریہ

عرض کی کہ قبلہ حضور کے تفریح طبع کے واسطے ایک نئی بندش کا مرثیہ لکھکر لایا ہون قسم
حضرت عباسؑ علم بردار کی بطفیل مولی مشکل کشا علیؑ اہانت اہل بیتؑ رسولؐ اللہ و مصائب
جگر گوشگان اسد اللہؑ کا وہ جدید مضمون تحریر کیا ہے جسکو سنکر چشم آسمان گریان ہو و
دل ماہ و مہر بریان امیر نے مرثیہ خوان کی مزاج پرسی کی جواب دیا کہ ببرکت امام ضامن
ثامن بہت اچھا ہے پھر امیر نے دریافت کیا کہ آپکی والدہ عفیفہ کا مزاج کیسا ہے مرثیہ
خوان نے کچھ جواب ندیا پھر امیر نے پوچھا کہ آپکی ہمشیرہ پارسا کا مزاج کسطرح سے ہے
مرثیہ خوان کا دم بند ہوا پھر امیر نے کہا کہ آپکی دختر صالحہ کا مزاج تو خوش ہے جب مرثیہ خوان
نے دختر کا لفظ امیر کی زبان سے سنا لال پیلا ہو گیا اور اوس غصہ کی حالت مین بے اختیار
ہو کر کہنے لگا کہ قسم ذوالفقار حیدر کرار کی اگر اسدم میرے پاس تلوار ہوتی تو تیرا سر دھڑ سے
جدا کر دیتا کیا کرون جناب امیرؑ کی طرح مجبور ہون سوائے سکوت کے کوئی تدبیر نہین بن پڑتی
تب امیر نے فرمایا کہ مرزا صاحب آپتو صرف والدہ و ہمشیرہ و دختر کے الفاظ ہی سنکر اتنے بگڑ گئے
کہ جسکا کچھ ٹھیک ٹھکانا ہی نہین حالانکہ اونکا نام میری زبان پر نہین آیا اب آپ یہ تو بنظر انصاف
فرمائیے کہ جسوقت آپ لوگ منبرون پر بڑے تپاک سے بیٹھکر اہل بیتؑ رسولؐ اللہ کے اسماء
مبارک لیکر کیسی خوشی سے مجلسون مین توہین کرتے ہو اوسوقت روح پر فتوح حضرت رسالت
مآب کی کسقدر تمسے بیزار ہوتی ہو گی نفرین ایسے مشرب پر جو عترتؑ رسولؐ اللہ کی توہین کرے
جو ہین مرثیہ خوان نے امیر سے یہ بات سنی نادم ہو کر سیدھا لکھنو کا راستہ لیا۔ ایسے عقائد
پر نظر کرنے سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ حضرات شیعہ ہرگز متمسک حدیث ثقلین کے نہین اگر ہوتے
تو ضرور تھا کہ قرآن پاک کو مثل اہل سنت کے اپنی تپلی کا تارا بناتے اور عترتؑ کے پائے خاک کا
آنکھ مین سرمہ لگاتے۔ واضح ہو کہ احادیث موصوفہ بالا کا ندکو راس مصلحت کے سبب کیا گیا

کہ حضرات شیعہ انہین احادیث کو درباب خلافت بلا فصل جناب امیرؑ کے پیش کیا کرتے ہین
چنانچہ رحیق مختوم ہمارے دعوے کی شاہد ہے حالانکہ ہر سہ حدیث موصوفہ مین کوئی کلمہ
ایسا نہین ہے جس سے معنی بلا فصل کے سمجھے جاوین جب شیعہ خلافت بلا فصل کا
لفظ صاف صاف نہین دکھا سکتے ہین تو اہل سنت کی کوئی حدیث بھی اونکا مطلب
پورا نہین کر سکتی ہے قطع نظر اسکے شیعون کی معتبر تاریخ روضۃ الصفا مولفہ اخوند شاہ
ابن محمد مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۷۶ جلد دوم مین یہ عبارت بلفظہ مرقوم ہے روایت است
کہ در حین غلیان مرض حضرت مقدس نبوی فرمود از ہفت مشک سر ناکشودہ کہ آنرا از ہفت
چاہ پر کردہ باشند آب بر من ریزید کہ شاید سبک شوم و از خانہ بیرون رفتہ مردم را وصیت
کنم چون بفرمودہ عمل نمودند آنسرور راخفتی روی نمودہ از منزل بیرون آمد و با خلائق نماز گذارد
بخواندن خطبہ اشتغال فرمود و بعد از سپاس و ستایش باریتعالی از برائے شہداء احد
آمرزش طلبید وانگاہ فرمود کہ بدرستیکہ معشر انصارؓ خاصۂ منذ ریکان ایشان را گرامی دارید
واز بدان ایشان در گذرید و بآن خدائیکہ نفس من بہ ید قدرت اوست کہ من ایشانرا دوست
میدارم انچہ بر ایشان بود بجائے آوردہ اند و طریقہ مروت و جوانمردی بتقدیم رسانیدہ اند و بعضے
از رواۃ اخبار گفتہ کہ چون انصارؓ دیدند کہ بیماری حضرت مقدس نبوی روز بروز در تزاید است
قلق و اضطراب کردہ اکثر اوقات بادل اندوہناک و چشم خون فشان گرد مسجد آنسرور میگشتند
چہ طاقت آن نداشتند کہ در منازل خویش آرام گیرند و پائے وقار در دامن اصطبار کشند
عباسؓ بن عبد المطلب و پسرش فضلؓ و علیؑ ابن ابیطالب متعاقب یکدگر بحجرۂ ہمایون در آمدہ
آنحضرتؐ را ازینحال اعلام دادند رسول اللہ بمدد یاران بر فراش نشستہ استفسار نمود کہ انصارؓ
چہ میگویند علیؑ ابن ابیطالب جواب داد کہ انصارؓ میگویند کہ ما خائف و ہراسانیم از آنکہ رسول خدا

از دنیا برود و معلوم نداریم که حال ما بچه کار رسد و چون کیفیت انصار بسمع اشرف سید ابرار رسید
برخاست و یکدست بر دوش علی و دستی دیگر بر دوش فضل انداخت و پایهای
مبارک بر زمین کشیده عباس روان شد بدینسان میرفتند تا بدینسان بمسجد در آمدند و
پیغمبر بر پایهٔ نخستین منبر بنشست و مسلمانان ازین حال آگاه شده بمسجد در آمدند بعد از
ادای حمد و ثنا و سپاس خداوند عز و علا فرمود یا ایها الناس چنین شنیدم که شما از مرگ
من می ترسید هیچ پیغمبر در میان امت خویش جاوید مانده که من در میان شما جاوید
مانم معلوم شما باد که بازگشت من و شما بخداوند است عز و علا وصیت من بشما آنکه
بمهاجرین اولین احسان کنید و وصیت میکنم مهاجرین را که با هم طریق نیکوئی مسلوک
دارید و سورهٔ والعصر را خوانده فرمود که جریان امور منوط و مربوط باذن خدای تعالی
است باید که هیچ چیز باعث نشود شما را براستعجال کاری زیرا که خداوند تبارک
و تعالی نمی کند در هیچ امری برای تعجیل هیچکس که در مقام آن آید بر قضای الله
تعالی غالب آید مغلوب گردد و هر کس که با خدای تعالی خداع نماید خود فریفته و منکوب
شود و آیهٔ کریمه فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا
اَرْحَامَكُمْ را بخواند آنگاه فرمود ای معشر مهاجرین شما را وصیت می کنم در بارهٔ انصار به بر و
احسان چه ایشان کسانی اند که آماده داشتند دار هجرت و سرای مهاجرت یعنی مدینه
برای شما و قبل از آنکه شما با ایشان بپیوندید ایمان آوردند و اثمار بساتین خود با شما مناصفه
کردند و در منازل و مساکن خود جای دادند و با وجود احتیاج شما را بر خود ترجیح نهادند
و نفس خویش ایثار کردند و هر کس از شما که بر ایشان حاکم شود با نیکوکاران ایشان نیکوئی
کند و از بدکرداران آن گروه در گذرد و بعد از آن فرمود که ای گروه انصار پس از من

جماعتے را بر شما مرجح خواہند داشت انصار گفتند یا رسول اللہ با ایشان بچہ کیفیت سلوک کنیم
فرمود صبر کنید تا در لب حوض کوثر بمن واصل شوید چون سخن بدین مقام رسید عباس التماس
نمودہ گفت یا رسول اللہ در شان قریش نیز وصیتی فرمائے آنحضرت فرمود کہ وصیت میکنم باین
امر یعنی خلافت کہ قریش متصدی آن شوند و خلق پیرو قریش باشند و اہل بر و احسان
تابع ارباب بر و احسان و اہل شر و اسارت تابع اہل شر و اسارت ایشان بعد ازین
کلمات دلاویز سخنے چند در باب وصیت قریش گفتہ بحجرۂ ہمایون مراجعت فرمود الخ

اے شیعو ذرا اپنی معتبر تاریخ پر نظر کرو اور خطبہ رسول اللہ کی اس عبارت کو بچشم غیرت
غور سے دیکھو کہ آنحضرت فرمود کہ وصیت میکنم باین امر یعنی خلافت کہ قریش متصدی آن
شوند پس جب آنحضرت نے خطبہ آخری وقت میں عام قریش کا لفظ فرمایا پھر تخصیص خلافت
بلافصل نسبت جناب امیر کیسی اوسوقت تو جناب امیر پر فرض تھا کہ خطبہ خم غدیر کو صندوق تقیہ سے
نکالکر حضرت کو دکھا دیتے اور بدیدہ گریان و سینہ بریان التماس کرتے کہ یا نبی اللہ آپنے تو اپنے وصی کو
اس خطبہ میں بالکل محجوب الارث کر دیا اب بتائیے میں کیا کرون اور کس سے اپنے درد لاعلاج کی دوا چاہون
اس خطبۂ آخری وقت سے میرا حق خلافت بلافصل کا بالکل مارا گیا اسلیے کہ خطبہ میں حضور نے میری تخصیص نرکھی بلکہ عام
طور پر فرمادیا کہ وصیت میکنم باین امر یعنی خلافت کہ قریش متصدی آن شوند و خلق پیرو قریش باشند اس خطبہ سے
میرا حق خلافت بلافصل کا مطلق نسیاً منسیاً ہو گیا اوسوقت جناب پر فرض تھا کہ جیسے حضور نے مجھکو بموجب مَنْ کُنْتُ
مَوْلَاہُ الخ کی خم غدیر میں خلیفہ اور اپنا جانشین کیا تھا ویسے ہی اسوقت بھی بحکم یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ کی میری نسبت
ہی مکرر ارشاد فرمادیا ہوتا تا کہ کوئی قوم قریش سے مدعی خلافت بلافصل کا نہوتا اب تو دیدہ و دانستہ جناب نے ہی مجھکو خلافت
بلافصل سے محروم رکھا پھر دوسرونکی کیا شکایت کیجاوے نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد یہ تو وہی مثل ٹھہری کہ کسیکو سائی کسیکو
ہائی اسکے جواب میں سوا اسکے کہ شیعہ مسئلہ پیش کریں چارہ کیا ہے بیت دست بیچارہ چون بجان نرسد چارہ جز پیرہن دریدن نیست

سوال دوم اہل تشیع

اگر حدیث صحیح موجود ہے تو شورے کی کیا ضرورت تھی اور یہ شوری مخالف حدیث ہی یا اوسکے مطابق۔

جواب اہل سنّت

حدیث خ ابن عمر اِنْ قُتِلَ زَیْدٌ فَجَعْفَرٌ وَاِنْ قُتِلَ جَعْفَرٌ فَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ رَوَاحَۃَ قَالَہٗ حِیْنَ اَمَّرَ فِیْ غَزْوَۃِ مُؤْتَۃَ زَیْدَ بْنَ حَارِثَۃَ بخاری مین عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اگر زیدؓ مارا جاوے تو جعفر طیارؓ سردار ہے اور اگر جعفرؓ بھی مارا جاوے تو عبد اللہ بن رواحہؓ سردار ہے یہہ حضرتؐ نے فرمایا جبکہ جنگ موتہ مین زیدؓ بن حارثہؓ کو سردار کیا تھا ف حضرتؐ کے ایلچی کو حاکم شام نے مار ڈالا تھا اسواسطے حضرتؐ نے آٹھوین سال ہجرت کے موتہ پر جو ولایت شام کا ایک شہر ہے ہزار آدمی کا لشکر بھیجا اونکا سردار زیدؓ بن حارثہ کو کیا پھر یہ حدیث فرمائی چنانچہ تینون سردار شہید ہوگئے پھر سلمانون نے مشورہ کرکے خالدؓ بن ولید کو سردار بنایا سو خدا نے اونکی تدبیر سے فتح نصیب کی معلوم ہوا کہ ایک لشکر کے کئی سردار درجہ بدرجہ مقرر کرنا درست ہے جسطرح بالفعل انگریزون مین معمول ہے کہ اسمین اگر اول سردار مارا جاوے تو فوج نہین بگڑتی کہ دوسرا قائم مقام ہوجاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اجماع مسلمین حجت ہے جسکو سلمان اپنا سردار بنادین وہ خدا اور رسولؐ کو پسند ہے جیسا کہ اصحابؓ نے خالدؓ کو سردار مقرر کیا اور حضرتؐ نے اوسکو پسند فرمایا اور او سپر کچھ انکار نکیا اسی طرح

صدیقؓ اکبر کی خلافت اصحابؓ کی صلاح و مشورے سے ہوئی تو صاف معلوم ہوا کہ مرضی خدا اور رسول کے موافق یہ کام ہوا علاوہ اسکے بہت سے احادیث مین صدیق اکبر کی خلافت کا اشارہ اور صراحت بھی موجود ہے تو گویا اجماع اور احادیث ملکر نُورٌ علیٰ نُور ہوگئی۔ یہ حدیث مطابق قول جناب امیرؓ کے بھی ہے مِنْ اَنَّهَا بِالشُّوْرٰی وَالْبَیْعَةِ مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ کَمَا سَبَقَ خُلَفَاءُ ترجمہ فرمایا جناب امیرؓ نے کہ وہ شخص بالتحقیق امام شوریٰ ہے اور اوس کے بیعت مہاجرینؓ و انصارؓ نے کی جیسے سبقت کی خلفاؓ نے یعنی خلفاؓ ثلثہ نے فی نہج البلاغت اگر اس قول برحق کو بھی بسبب فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ کے الزام غصب کا دیکر نسبت خلفاء الراشدینؓ معاذاللہ اتہام فسق پر قائم کیا جاوے تو دوسرا قول فیصل بھی جناب امیرؓ سے ہی اس بارے مین بتصریح موجود ہے اِنَّهٗ قَالَ لَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اِمَامٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ یَعْمَلُ فِیْ اِمَارَةِ الْمُؤْمِنِ وَیَسْتَمْتِعُ فِیْهَا الْکَافِرُ وَیَبْلُغُ فِیْهَا الرَّاجِلُ وَیَاْمَنُ فِیْهَا السُّبُلُ وَیُؤْخَذُ بِهٖ لِلضَّعِیْفِ مِنَ الْقَوِیِّ حَتّٰی یَسْتَرِیْحَ بَرٌّ وَّیُسْتَرَاحُ مِنْ فَاجِرٍ ترجمہ چارہ نہین ہے آدمیون کے واسطے امیرؓ سے نیک ہو یا بد کہ عمل کرے اوس کی حکومت مین مومن اور بہرہ پاوے اوس مین کافر اور پہونچ جاوے اوس حکومت مین تا زیست اور مامون ہون اوس حکومت مین راہین اور پکڑا جاوے واسطے ضعیف کے حق قوی سے یا آرام پاوے نیک بخت بدبخت سے اور راحت پائی جاوے دور کرنے بدبختی سے فی نہج البلاغت تیسرا قول جناب امیرؓ کا مَا کُنْتُ اِلَّا رَجُلًا مِّنَ الْمُهَاجِرِیْنَ اَوْرَدْتُ کَمَا اَوْرَدُوْا وَاَصْدَرْتُ کَمَا اَصْدَرُوْا مَا کَانَ اللّٰهُ لِیَجْمَعَهُمْ عَلَی الضَّلَالِ ترجمہ نہ تھا مین مگر ایک آدمی مہاجرینؓ مین سے در آیا مین جیسا کہ در آئے اور پھرا مین جیسا کہ پھرے اور خدا انہین جمع

کریگا اونھون کو گمراہی پر فی شرح نہج البلاغت بہر حال جملہ اقوال موصوفہ جناب امیرؓ
سے شوریٰ کرنے کی اصلیت بلکہ حقیت پائی گئی اور آپنے یہ بھی صراحتاً فرمادیا کہ بفضل
خدا امت محمدی ہرگز گمراہی کے کامون مین مشورہ نکریگی سوائے اسکے پروردگار عالم نے
اپنی کتاب مجید مین جابجا شوریٰ کا ذکر فرمایا ہے بلکہ خاص اس بارے مین ایک سورہ ہی
نازل فرمائی ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ترجمہ ومشاورت کن با ایشان در امر یکہ را
حق تعالےٰ در آن حکم جزم صادر نشدہ یعنی در امور دنیویہ چون تدبیر حرب وکیفیت قاعدہ
جہاد اگرچہ آنحضرتؐ در تدبیر وجوہ از ہمہ در پیش بود اما بجہت خوشحالی اصحابؓ و وضع سنت
مشورت در میان امت مشورت میفرمود فی خلاصۃ المنہج دوم آیت وَالَّذِينَ
اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ترجمہ وبرائے
آنانکہ اجابت کردند مر پروردگار خود را مراد انصارؓ اند کہ حضرتؐ رسالت ایشانرا بایمان
خواندہ فی الحال بطوع و رغبت قبول آن کردند و منقاد شدند و بپاے داشتند نمازرا
در اوقات خود با شرائط و ارکان وچون ایشان پیش از مہاجرت حضرت رسالت از مکہ
بمدینہ بے مشورت یکدگر در ہیچ امرے قیام نمی نمودند وبجہت میامن مشورت بود کہ در خانہ
ابو ایوبؓ جمع شدہ اتفاق نمودند بر ایمان آوردن بآنحضرت رسالت ونصرت دادن
او را ازین جہت حق تعالےٰ در مدح ایشان فرمود کہ مشورت کردن است در میان شان
یعنی کاریکہ کنند بعضوا بدیدیک دگر کنند بجہت فرط تدبیر وتیقظ ایشان در امور و اصلا متفرق
نشوند دران فی خلاصۃ المنہج اب باوجود اثبات شوریٰ وفضائل اصحابؓ باصفا کے اگر
حضرات شیعہ فرماوین کہ یہ باتین تو حضرت رسول خدا کی حیات مبارک کی ہین بعد وفات
کے تو زمانہ کا رنگ ہی بدل گیا اس موقع پر وہ حدیث لکھی جاتی ہے جس مین خیریت قرون

ثلثہ کا مفصل بیان ہی حدیث ابن مسعود خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَجِیْءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَھَادَۃُ اَحَدِھِمْ یَمِیْنَہٗ وَیَمِیْنُہٗ شَھَادَتَہٗ

بخاری اور مسلم مین عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا سب لوگون سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہین یعنی اصحابؓ پھر وے لوگ بہتر ہین جو اصحابؓ سے ملے ہوئے ہین اور اونکی شاگرد اور صحبت دیدہ ہین یعنی تابعین پھر وے لوگ بہتر ہین جو تابعین سے ملے ہوئے ہین اور اونکی ہم صحبت یعنی تبع تابعین پھر ان تین زمانہ کے بعد وے لوگ آوینگے جنکی گواہی قسم پر شتابی کریگی اور قسم گواہی پر شتابی کریگی یعنی دروغ فاش ہوگا بعلمی اور بے دیانتی کے سبب سے ناحق و بیفائدہ قسمین کھاوینگے اور بے حاجت گواہی دینگے ف ۱ جلال الدین سیوطی نے بخاری کی شرح مین کہا ہے کہ قرن ایک زمانہ کے ہمعصر اور ہم وضع کے لوگون کا نام ہے بعضے کہتے ہین کہ ساٹھ برس کا قرن ہوتا ہے اور بعضون کے نزدیک سو برس کا لیکن صحیح بات تو یہ ہے کہ قرن کی مدت کچھ مقرر نہین سو حضرتؐ اور اصحابؓ کا زمانہ ابتدائے نبوت سے اخیر صحابیؓ کے موت تک ایک سو بیس برس کا تھا اور تابعین کا زمانہ ایک سو ستر مین آخر ہوا اور تبع تابعین کا زمانہ دو سو بیس ہجری تک تمام ہوچکا سو اسی وقت مین نہایت بدعتین ظاہر ہوئین اور فرقہ معتزلہ و شیعہ نے زبان درازی شروع کی اور حکمت کا علم یونانی زبان سے عربی مین ترجمہ ہوا اوسکو دریافت کرکے کچے مسلمانون کے عقیدے بگڑ گئے اور علما اہل سنت پر بادشاہون کی زیادتیان شروع ہوئین غرض کہ اسلام مین بڑی مصیبت پڑی اور دین اولٹ پلٹ گیا اور ہمیشہ دین مین کمی ہوتی گئی اب تلک سو جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا ف ۲ اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضرتؐ کے بعد حضرتؐ کی صحبت کی برکت سے تین زمانون تک

خیریت غالب رہے گی بعد اوسکے خیریت کم ہو جاویگی اور یہ مطلب نہین کہ خیریت بالکل نرہے گی اسواسطے کہ امت محمدیؐ قیامت تک سبکے سب بالکل کبھی نہ گمراہ ہو جاوینگے بلکہ ہرزمانے مین کچھ اہل حق قائم رہین کے اگرچہ اہل باطل بکثرت ہون اسی واسطے اہل سنت کا یہ قاعدہ ہے کہ جو قول اور فعل اصحابؓ اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانے مین بے رد و بے تکرار رائج تھا وہ حق ہے اوسکو قبول کیا چاہئے اور جو قول اور فعل اون تین زمانون مین بے دغدغہ رائج نہ تھا وہی بدعت ہے اوسکو ہرگز نہ قبول کیا چاہیئے کہ اوسمین صریحاً دین کی بربادی ہے اگر عاقل آدمی اس قاعدہ کو خوب سمجھے تو جتنی بدعتین کہ جہان مین ہو چکی ہین اور ہونگی بخوبی اونکی برائی اور گمراہی بوجھ جاویگا۔ اس حدیث کا مضمون شیعون کی حدیث کے مطابق ہے چنانچہ منہج الصادقین کے ۷ جزو تفسیر آیہ کریمہ اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِنْ قَرْنٍ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ مین یہ حدیث قدسی نقل کی ہے خَیْرُکُمْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ترجمہ یعنی بہترین زمانہ زمانہ رسولؐ کا ہے بعد اوسکے جو زمانہ کہ قریب ہو یعنی زمانہ خلافت خلفائےؓ الراشدین اور زمانہ تابعین اور تبع تابعین شاید اب بھی حضرات شیعہ کے دلون مین یہ خدشہ پیدا ہو کہ جو شخص منصوص من اللہ ہو وہ تو محروم رہجاوے اور جسکا کوئی حق نہو اوس کو اصحابؓ شوریٰ زبردستی خلیفہ بنادین تو اسکا جواب یہ ہوگا کہ خدا نے تمام کتب سماویہ مین کسی جگہہ خلافت یا امامت کو منصوص من اللہ یا اصول دین نہین فرمایا ہے بلکہ جہان کہین ارشاد ہوا ہے وہان اسی طرح پر ہوا ہے جسکے چند نمونے دکھائے جاتے ہین چنانچہ بعضے فرقے بنی آدمؑ کے حق مین خدائے تعالےٰ فرماتا ہے اول آیت وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا وَّاٰتٰکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ترجمہ وگردانید شمارا

یعنی بعضے از شما ایاو رسیان شما پادشاہان بسیار گویند کہ چون مملوک بوند در دستہاے قبطی خداوند عالم ایشانرا ازان بلیہ رہانید و مالک نفس خود گردانید و منزلہائے وسیع کہ درو آبہائے جاری بود بایشان ارزانی فرمود ازین جہت ایشان را بلوک تشبیہ فرمود و بداد شمار ا از من و سلوی و سایۂ ابر و بیرون آمدن آب از سنگ و شگافتن دریا و غیرآن از نعم عظیمہ آنچہ نداد کسے را از ہمہ عالمیان فی خلاصۃ المنہج دوم آیت هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ ترجمہ وا وست آنکہ گردانید شمار ا اے آدمیان خلیفہائے زمین بعد از قوم جن یا جان یا اہل ہر عصرے را از شما جانشین اہل عصر سابق گردانید و یا اے مومنان زمان خاتم الانبیاء شمار ا خلیفہائے امم گذشتہ گردانید فی خلاصۃ المنہج سوم آیت وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ ۝ ترجمہ و گردانیدیم پیشوایان در امر دین و داعیان مردمان بخیر و صلاح تا بایشان اقتدا کنند در خیرات و مبرات و گردانیدیم ایشان را وارثان اموال و امتعہ و املاک فرعونیان فی خلاصۃ المنہج۔ دیکھو ان جملہ آیات بینات سے خلافت و امامت منصوص من اللہ نہین سمجھی جاتی اگر اس سے بحکم یہ پہلو نکالو کہ جناب امیرؑ افضل و معصوم تو تھے اسپر اہل شوری نے کیون خیال نکیا تو اس کی بھی تردید کلام مجید مین موجود ہے کقولہ تعالے إِنَّ اللَّهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوتَ مَلِكًا ترجمہ بدرستیکہ خدائے بہ تحقیق برانگیخت برائے شما طالوت را بادشاہ فرمان فرمائے واو از فرزندان بنیامین بن یعقوبؑ بود فی خلاصۃ المنہج دیکھو طالوت مفترض الطاعت تھے بالاتفاق معصوم و افضل نہ تھے کیونکہ حضرت شموئیل و حضرت داؤد علیہما السلام بھی اوسی وقت مین موجود تھے بلکہ ایک ہی خدمت پر معین تھے بیشک وے طالوت سے افضل و معصوم تھے کیونکہ یہ دونون صاحب نبی برحق تھے اور طالوت نبی نہ تھے اس مقام پر یہ امر بھی تحقیق طلب ہے

کہ جب اصحابؓ شوریٰ نے حضرت صدیقؓ اکبر کو مسند خلافت پر بٹھایا تھا تو جناب امیرؓ نے بھی اوسی وقت یا کسی دوسرے وقت میں حضرت صدیق خلیفہؓ بلافصل برحق کے بیعت کی تھی یا نہیں چونکہ یہ امر متعلق بتاریخ ہے لہذا یہ مضمون معتبر تاریخ روضۃ الصفا کے صفحہ ۱۹۰ سے بلفظہ قلم بند کیا جاتا ہے وہو ہذا بعضے گفتہ اند کہ بعد از چہل روز بیعت کرد و زمرۂ بر آنند کہ بعد از وفات فاطمہ زہراؓ او فرقہ بعد از شش ماہ گفتہ اند و در تاریخ مستند مذکور است کہ چون علیؓ استماع نمود کہ مسلمانان بر بیعت ابوبکرؓ اتفاق نمودند بہ تعجیل از خانہ بیرون آمد چنانچہ ہیچ در بر نداشت بغیر از پیراہن نہ ازار نہ ردا ہمچنان نزد صدیقؓ رفتہ با او بیعت نمود بعد از ان کس فرستاد تا جامہ بمجلس آوردند و در بعضے روایات وارد شدہ کہ ابو سفیانؓ پیش از بیعت با امیر المومنینؓ علیؑ گفت کہ تو راضی میشوی کہ شخصے از بنی تمیم متقصدی کار حکومت شود بخدا سوگند اگر تو خواہی این وادی را پر از سوار و پیادہ گردانم علیؑ گفت کہ اے ابو سفیانؓ تو ہمیشہ در ایام جاہلیت فتنہ می انگیختی و حالا نیز میخواہی کہ فتنہ در اسلام احداث کنی ما ابوبکرؓ را شایستۂ اینکار میدانیم - بہرحال بالاتفاق ثابت ہے کہ جناب امیرؓ نے بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی بالضرور بیعت کی اس صورت میں جملہ اعتراض شیعون کا قلع اور قمع ہو گیا اسلئے کہ اب کوئی نقص خلافت حضرت صدیق اکبرؓ میں باقی نرہا ہان اگر جناب امامت دستگاہ بھی بیعت نکرتے تو البتہ اہل سنت کو جواب مین دشواری بلکہ بہت بڑی مشکل پیش آتی جب یہ نقص بھی باقی نرہا تو خلافت بلافصل صدیق اکبرؓ کی صحیح ٹھہری اور رائے جہان آرائے اہل شوریٰ کی بھی صواب پر پائی گئی اب اسی ضمن مین اس بات کی بھی تحقیقات کرنا بہت بڑی ضروریات سے ہے کہ آیا خلافت جناب امیرؓ کی بذریعہ خطبۂ خم غدیر مَن کُنتُ مَولَاہُ الخ کے واقع ہوئی یا باتفاق اہل شوریٰ اگر خلافت جناب امیرؓ

کی بذریعہ خطبہ مذکور کے واقع ہوئی تو یہ امر ضرور ہوگا کہ اہل تشیع بمقابلہ اہل سنت کے یہ بات کہہ سکتے
ہیں کہ جسدم جناب امیرؓ مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے تھے تو جناب نے اوسی خطبۂ غدیر کو
صندوق تقیہ سے نکالکر متبعان احکام شریعت کو سناکر اپنی خلافت کے اتباع پر متوجہ
فرمایا تہا اور اگر آپ بھی باتفاق اہل شوریٰ مثل حضرت صدیقؓ اکبر کے مشورہ اصحابؓ
رسالتمآب سے خلیفہؓ چہارم بنائے گئے تو ضرور ہے کہ حقیت اور فضیلت شوریٰ کی بدرجہ
اولیٰ سمجھی جاویگی اس لئے اس معاملہ کو بھی شیعون کی اسی مستند تاریخ کے صفحہ ۲۲۵
سے حرف بحرف نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا ذکر خلافت اسد اللہ الغالب امیر المومنین علیؓ
ابن ابیطالب علیہ السلام رواۃ اخبار در کیفیت بیعت آنحضرت اختلاف کردہ اند وانچہ
بصواب نزدیکتر است آن است کہ چون از واقعہ عثمانؓ سہ روز گذشت مصریان از امیر المومنین
علیؓ التماس نمودند کہ پرتو التفات بر حال برایا انداختہ مسند خلافت را بذات ہمایون خویش
زیب و آرایش بخشند و چمن آمال رعایا از فیض سحاب مرحمت و احسان و بر و امتنان تازہ
و سیراب گردانند شاہ ولایت پناہ فرمود کہ رضاؤ عدم رضا شما در تقلد قلاوۂ ریاست و حکومت
زیادہ مدخلے ندارد زیراکہ تمشیت این مہم خطیر و خطب کبیر مفوض برائے و رویت اہل بدر است
کہ باحرار سعادات دنیوی و مثوبات اخروی بر اماثل و اقران سمت تقدم و رجحان دارند
مصریان مضمون کلمات علیؓ مرتضیٰ را بعرض آن سعادت مندان رسانیدہ ایشان بلکہ جمہور
اصحابؓ حضرت مقدس نبوی بایشان بآستان ہدایت آشیان شتافتہ معروض داشتند
کہ عثمانؓ سہ روز است کہ جہانرا از وجود شریف خویش عاطل گذاشتہ بعالم آخرت رفت
اکنون جہانیان را از امامی چارہ نیست بنابر کمال حسب و بر جمال نسب و خلق کریم و لطف جسیم
و قلت التفات بزخرفات دنیا و رغبت بمعدلت و درجات عالیہ عقبیٰ ترا از دیگران در باب تنظیم

مصالح مسلمانان احق واولی اسید انیم مامول آنکہ بقبول خلعت خلافت کہ ہر آئینہ آن مستلزم
صنوف شفقت ورافت خواہد بود ہمگنان را رہین منت گردانی امیر المومنین فرمود کہ در آندم
کہ عمر از دار فنا بسرائے بقا خرامید داعیہ آن داشتم کہ زمام حل وعقد وقبض وبسط ورتق
وفتق در قبضہ اقتدار من آید اکنون نمی خواہم کہ پیرامون اینکار گردم ہر کرا شما بخلافت اختیار می کنید
من متابعت می نمایم ونزد من وزارت محبوب تر از امارت است صحابہ عظام عذر جناب ولایت مآب
را قبول نکردہ بالتماس خویش اصرار نمودند چون مبالغہ یاران بسر حد افراط رسید امیر المومنین
فرمود کہ این مہم بے حضور طلحہ وزبیر متمشی نمی گردد ولاجرم اصحاب شخصے را بطلب ایشان فرستادند
آن دو بزرگوار دست رد بر سینۂ ملتمس فرقۂ ناجیہ نہادہ گفتند کہ قرعۂ اختیار بر ہر کہ افتد ما از متابعت
او عدول نخواہیم حسب این صورت نزد اصحاب فطنت مستحسن نیفتادہ مالک اشتر طلحہ وزبیر را طوعاً
وکرہاً در ان مجلس حاضر ساخت وحکیم بن جبلہ مثناء ام ابی زبیر را بآن محفل رسانید حضرت
علی مرتضی طریق اعزاز واحترام را مسلوک داشتہ با طلحہ وزبیر خطاب فرمود کہ ہر یک
از شما دو کس کہ میل بخلافت دارد من باو متابعت کنم گفت باوجود تو کرا تمنائے این منصب
در خاطر گذرد وبعد از آنکہ بخلافت علی مرتضی قرار گرفت نخست کسیکہ دست بدست آنحضرت
رسانیدہ بیعت کرد طلحہ بود۔ غرضنکہ جناب امیر کا خلیفہ ہونا بھی مثل حضرت صدیق اکبر
کے اہل الرائے کے ہی اتفاق سے ثابت ہوا بلکہ دونون صاحبون کی بیعت مین
سرمو فرق نہین ہے ہان اگر فرق ہے تو صرف اسیقدر ہے کہ حضرت صدیق اکبر کو ہرگز
خواہش خلافت کی نہ تھی جیسا کہ شیعون کی معتبر کتب مین مذکور ہے اَقِیلُونِی بَیعَتِی لَستُ
بِخَیرِکُم وَعَلِیٌّ فِیکُم ترجمہ واپس کرو تم بیعت میری نہین ہون مین نیک تمہارا حالانکہ
علی تم مین موجود ہے فی تجرید العقائد مصنفہ نصیر الدین طوسی اور نعوذ باللہ من ذالک

جناب امیرؑ کو باعتقاد شیعان اس درجہ حرص تھی کہ آنجنابؑ بروز بیعت حضرت صدیق اکبرؓ حضرت زہراؑ کو دراز گوش پے سوار کرکے ایک ہاتھ مین حضرت امام حسنؑ کا ہاتھ اور دوسرے ہاتھ مین حضرت امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کے بحالت پریشان کس مپینا دو بصورت دیوانگان کس مپرسا دہر ایک مہاجرینؓ وانصارؓ کے دروازون پر جاکے بے حفظ پاس ننگ وناموس استعانت کی درخواست کرتے پھرتے تھے پھر بھی معاذ اللہ جنابؑ کی کوئی یاری ومددگاری نہین کرتا تھا اور نہ توبہ توبہ کوئی جنابؑ کی خواری وزاری کو خیال مین لاتا تھا اور اگر کہین کہ اہل الرائے نے کیون اس امر کا لحاظ نکیا کہ حضرت رسولؐ خدا نے صدیق اکبرؓ کو کبھی کسی کار شریعت پر مامور نہین فرمایا اس صورت مین صدیق اکبرؓ قابل خلافت نہین سمجھے جاتے ہین تو جواب اس وسوسہ کا یہ ہے کہ باتفاق مورخین سنی وشیعہ ثابت ہے کہ بارہا حضرت رسولؐ خدا نے حضرت صدیقؓ اکبر کو اکثر مہمات بزرگ پر تعینات فرمایا ہے اول بعد از شکست احد جب رسولؐ خدا نے سنا کہ ابو سفیان نادم ہو کر ارادہ رکھتا ہے کہ مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہو اوس وقت حضرت رسولؐ خدا نے حضرت صدیقؓ اکبر کو اوسکے مقابلہ کے واسطے رخصت فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اوسکا جا کر مقابلہ کیا دوم غزوہ بنی نضیر مین کہ ہجرت کے چوتھی سال تھی حضرتؐ نے ایک رات خوفناک مین صدیق اکبرؓ کو امیر لشکر بنایا اور خود بدولت نے اپنے دولت خانہ جنت آشیانہ مین آرام فرمایا سوم سنہ چھہ مین جبکہ حضرت رسولؐ خدا غزوہ بنو لحیان مین تشریف لے گئے اور اوس قبیلہ نے خبر تشریف آوری آنجنابؐ کی سنکر اپکو پہاڑون کی چوٹیو پر پہونچا کر محفوظ جگھون مین پوشیدہ کیا جب حضرتؐ نے دیکھا کہ کوئی مقابلہ کو نہین آتا تو بعد قیام دو چار روز کے اوسکے حوالی مین سرایا روانہ فرمائے از انجملہ عمدہ سرایہ وہ تھا جسپر حضرت صدیقؓ اکبر سردار مقرر کئے گئے تھے

یہ سریہ کراع الغمیم کی جانب روانہ کیا گیا تھا چہارم جب رسول خدا نے قصد غزوہ تبوک کا فرمایا
تو یہ حکم صادر ہوا کہ لشکر ظفر پیکر مدینہ سے باہر جمع ہو اور اون سب پر صدیق اکبرؓ امیر رہیں پنجم
غزوہ خیبر مین جبکہ حضرت رسول خدا کو درد شقیقہ عارض تھا حضرت نے صدیق اکبر کو اپنا نائب
بنا کر بھیجا چنانچہ اوس روز صدیق اکبرؓ سے بہت بڑی جنگ واقع ہوئی ششم ساتوین سال
مین حضرت رسول خدا نے حضرت صدیق اکبرؓ کو ایک بہت بڑی جماعت بنی کلاب پر امیر لشکر
کر کے روانہ کیا اور ایک رسالہ جسکے افسر سلمہؓ بن اکوع تھے صدیق اکبرؓ کی ماتحتی مین دیا
چنانچہ صدیق اکبرؓ نے بنی کلاب سے بہت بڑی جنگ کی بفضل خدا بھتیرونکو قتل کیا اور
بھتیرون کو اسیر کر کے حضرت رسول خدا کے حضور مین حاضر لائے ہفتم اور قوم بنو فزارہ
پر بھی امیر لشکر حضرت صدیق اکبرؓ ہی تھے ہشتم بعد غزوہ تبوک کے کسی اعرابی نے پیغمبر خدا کے
جناب مین حاضر ہو کر عرض کی کہ ایک قوم اعراب سے وادی الرمل مین مجتمع ہوئی ہے
اور ارادہ شبخون کا رکھتی ہے سنتے ہی اس خبر کے حضرت پیغمبر خدا نے خاص اپنا نشان
حضرت صدیق اکبرؓ کو عطا فرمایا اور جماعت کثیرہ مسلمانان پر امیر کر کے اوس گروہ کی طرف
روانہ کیا نہم جب باہمدگر بنی عمرو بن عوف مین خانہ جنگی واقع ہوئی حضرت رسول خدا
نے بعد ظہر کے سنا تو واسطے اصلاح کے اون کے محلہ مین تشریف لے گئے اور چلتے وقت
حضرت بلالؓ سے یہ فرما گئے کہ اگر وقت نماز کا آجاوے اور میرا آنا نہو تو ابو بکرؓ سے کہنا کہ وہ
لوگون کو نماز پڑھاوے چنانچہ عصر کا وقت آگیا حضرت صدیق اکبرؓ امام المومنین ہوئے دہم
جب نوین ۹ سال ہجرت کی حج فرض ہوا اور حضرتؐ بسبب بعض امور ضروریہ کے شامل
نہو سکے اوسوقت حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر حج مقرر کر کے ایک جماعت کثیرہ صحابہؓ کی ساتھ مکہ معظمہ
کو بھیجا تا کہ مراسم حج و لوازم ارکان و قواعد مناسک و شرائط عبادت کی خلق اللہ کو سکھلادین

یازدہم حضرت رسولؐ خدا نے اپنی مرض موت کے قریب حضرت صدیقؓ اکبر کو شب شنبہ
سے صبح دوشنبہ تک جملہ اصحابؓ باصفا کا پیش نماز بنایا اب فرمائے کونسی بات ہے جو
حضرت صدیقؓ اکبر کو حاصل نہ تھی حضرت رسولؐ خدا کے روبرو جہاد بھی کئے امیر حج بھی
ہوئے۔ امامت بھی کی۔ پھر کونسا امر مانع ہے جس سے آپ خلافت بلافصل کا استحقاق
نرکھتے تھے جو دعوی ہو کیجئے اور جواب انشاءاللہ خاطر خواہ لیجئے اور اگر فرض کیا جاوے
کہ حضرت صدیقؓ اکبر میں جملہ اوصاف مذکور الصدر نہ تھے تو یہ بات الزاماً کہی جا سکتی ہے
کہ یہ وصف بالاجماع حضرت امامین حسنینؓ میں بھی تو نہ تھا کیونکہ یہ دونوں صاحب بھی
کسی معرکہ میں نہیں تشریف لے گئے بلکہ ہمیشہ جناب امیرؓ محمدؓ بن الحنیفہ کو کہ برادر علاتی
حضرت حسنینؓ کے تھے ہر معرکہ میں بھیجا کرتے تھے روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت
محمدؓ بن الحنیفہ سے کہا کہ اے محمدؓ بن الحنیفہ ہر ایک جنگ میں جناب امیرؓ آپ ہی کو بھیجدیتے
ہیں اور حضرت امام حسنینؓ کو نہیں بھیجتے ہیں اونہوں نے جواب دیا کہ ہمارے والد
ماجد کی اولاد میں حضرت امام حسنینؓ بمنزلہ آنکھوں کے ہیں اور دیگر اولاد بمنزلہ دہنے
ہاتھ کے جب تک کہ دہنے ہاتھ سے کام نکلے آنکھوں کو تکلیف نہیں دیجاتی ہے
یہ قصہ بڑے فخر سے نہج البلاغت میں مرقوم ہے اس صورت میں حضرت امام حسنینؓ
بھی قابل امامت نہیں سمجھے جاتے ہیں بلکہ بمقابلہ حضرت امامینؓ شریفین کے حضرت
محمدؓ بن الحنیفہ بدرجہا استحقاق امامت رکھتے تھے کیونکہ حضرت محمدؓ بن الحنیفہ اکثر محاربات
میں تشریف لے گئے ہیں لیکن شیعہ اونکو اپنے اصول کے موافق کافر جانتے ہیں سوائے
اسکے اور ائمہؓ نے بھی کبھی خروج نہیں کیا ہاں باہم درباب امامت خانہ جنگیاں کرتے
رہے جیسا کہ معاملات امامت حضرت امام زین العابدینؓ و حضرت محمدؓ بن الحنیفہ و مختار ثقفی

ونیز حالات حضرت امام محمد باقرؓ وحضرت زیدؓ شہید شاہدین عادلین ملا نور اللہ شستری
کی مجالس المومنین مین موجود ہین اس صورت مین یہ جملہ صاحب بھی لیاقت امامت کی نہین
رکھتے تھے اگر امام غائب کی شجاعت ولیاقت پر ناز ہے تو یہان پر وہی مثال راست آویگی
بقول شخصے نہ باباجی آوین نہ گھنٹہ باجے ہان اگر حضرت حسنینؓ ونیز دیگر آئمہؓ بھی کفار عرب
کو فی النار کرتے اور اشرار عجم کے جورون اور بچون کو لونڈی غلام عرب کا بناتے تو البتہ
قابلیت امامت رکھتے جب یہ صفت حضراتؓ موصوف مین مطلق نہ تھے تو دائرہ امامت سے
قطعی خارج سمجھے گئے باعتقاد شیعان پاک واضح ہو کہ یہانتک جو کچھ مذکور ہوا وہ درباب
شوری ہوا چونکہ اہل تشیع بسبب اوس کاوش کے جو نسبت حضرت صدیق اکبرؓ کے رکھتے
ہین اکثر آیات بینات مین تاویلات بیجا وتصرفات ناسزا کرکے زبردستی جناب امیرؑ کو حضرت
صدیق اکبرؓ ونیز جملہ اصحابؓ پر ترجیح دیتے ہین حالانکہ اونہین کے مفسرین معتمدین نے
اون آیات بینات کی ایسی تفسیرین لکھین ہین جس سے صریح اونکے تصرفات فاحشہ و
تاویلات ناقصہ کی قلعی کھلجاتی ہے اس لئے مشتے نمونہ خروارے کچھ آیات بینات
مستند تفسیر خلاصۃ المنہج ملا فتح اللہ کاشانی مطبوعہ طہران سے تحریر کرنا ضروری سمجھا
گیا اول آیت فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآئَنَا وَاَبْنَآئَكُمْ وَنِسَآئَنَا وَنِسَآئَكُمْ وَ
اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ۝ ترجمہ پس
بگو ایشان راکہ بیائید با قصد درست تا از برائے مباہلہ پسران خود وپسران شمارا وما
زنان خود را وشما زنان خود را وما نزدیکان خود را وشما نزدیکان خود را بخوانید پس لعن
کنیم بر کاذب خود پس بگردانیم لعنت خدا بر دروغ گویان یعنی نفرین کنیم بر اہل کذب تا عذاب
خدا متوجہ او باشد ومحق از مبطل جدا گردد اگرچہ آیہ قرآنی ونیز ترجمہ کاشانی مین کوئی لفظ

ایسا نہین ہے جس سے معنی اصحابؓ رسالتمآب کے سمجھے جاوین چونکہ ملا صاحب شیعہ ہین اس لئے اپنے اصول کے موافق موضوعات ابن سبا سے درباب تحقیر اصحابؓ کرام یہ روایت فخریہ ارقام فرماتے ہین اسقف کہ از جملہ احبار بود گفت اے قوم اگر محمدؐ فردا با ہمہ اصحابؓ خود بیرون آید ہیچ اندیشہ نکنید و با او مباہلہ نمائید کہ او برحق نیست و اگر با خواص واقربائے خود بیرون آید از مباہلہ وے حذر کنید۔ نعوذ باللہ ملا صاحب کے اس قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ معاذ اللہ رسولؐ خدا کوئی چیز نہ تھے بلکہ حضرت کے خواص واقربائی (یعنی امام المشارق والمغارب علیؓ ابن ابیطالب) وہ قوت اسد اللہی وہیبت موسوئی رکھتے تھے کہ جنکے طفیل مین حضرت رسوؐل خدا بھی نجرانیون پر غالب ہوئے اگر جناب امیرؓ رسولخداؐ کے ہمراہ نہوتے تو توبہ توبہ خدا بھی عرش سے اوتر آتا ہرگز رسولؐ خدا نجرانیون پر کامیاب نہوتے اور اگر اپنے اصحابؓ کو ہمراہ لیجاتے تو حضرتؐ بالکل ہی دائرہ رسالتؐ سے خارج کردئے جاتے خیر تو یہی گذری کہ جناب مولیٰ مشکل کشا دوجہان حضرتؐ کے ساتھ تھے پھر تو کیا کسی کی طاقت تھی کہ کوئی نجرانی حضرتؐ سی آنکھ ملاکے یا میدان مباہلہ مین مقابلہ کو آئے ہم چنین ہذیان الخ اگر یہی فرض کیا جاوے کہ حضرت رسولؐ خدا جناب امیرہی کی بدولت غالب ہوئے تو اس سے زیادہ فائدہ حاصل نہین ہوسکتا ہے کہ مباہلہ مین چند نصرانی نجران کے مغلوب ہوئے لیکن یہ بات اس سے زیادہ نہین ہوسکتی ہے جیسا کہ اسی تفسیر مین خود مُلّا صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ جو کچھ رسوؐل خدا کے دین متین کو شوکت وقوت حاصل ہوئی وہ سب ثمرۂ کوشش اصحابؓ رسالتؐ مآب کا ہی ہے نہ جناب امیرؓ کا اور صاحب جناب امیرؓ کیونکر علی الکل غالب کے مصداق ہوسکتے ہین کیونکہ باعتقاد شیعان آنحضرت

ہمیشہ مغلوب رہے یہانتک کہ جنابؑ نے اپنے دین کو بھی غلبۂ دشمنون سے برباد
کردیا پھر بھی آپکی شان مین علی کل غالب ضرور ہی بولا جاویگا اب سنئے کارگذاران
شریعت محمدی و عاملان طریقت احمدی کی جدوجہد کا حال ملا صاحب ہی کی تفسیر سے
آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الخ
ترجمہ وعدہ داد خداے آنانرا کہ گرویدہ اند از شما و کردند کارہاے شایستہ ہر آئینہ
البتہ ایشانرا در زمین کفار از عرب وعجم خلیفہ گرداند الخ دیکھو شیعو اس آیت سے صاف
ظاہر ہے کہ رسولؐ خدا کا برحق ہونا بسبب اشاعت دین و حمایت اسلام اصحابؓ ذوی
الکرام کی سعی بلیغہ سے خلق اللہ پر متحقق ہوا کیونکہ اصحابؓ بالخصوص خلفاء ثلثہ اگر
تمام کافران عرب وگبران عجم کو مسلمان نکردیتے اور اسلام کو مشرق سے مغرب تک
نہ پھیلا دیتے تو کون آپکو رسولؐ خدا کہتا بلکہ بعثت بھی آپکی عبث سمجھی جاتی اور وعدہ صادق
خدا کا بھی کذب سے بدل جاتا بلکہ تمام روے زمین پر کوئی خدا کا نام لیوا بھی نہوتا اب
سنئے تصرف ملا صاحب کی کیفیت کہ باوجود اقرار فضیلت خلافت خلفاء ثلثہ اخیر
تفسیر آیہ مباہلہ مین تحریر فرماتے ہین پس ازینجا معلوم شد کہ خلیفہ رسولؐ بعد از پیغمبر صلی اللہ
علیہ وآلہ بغیر از علی کسے نیست اے شیعو ذرا تو اپنی مفسر کی لسانی پر غور کرو اور ان
بیچارے کے تعصب پر پھوٹ پھوٹ کر رو کہ وہ زبردستی آیہ مباہلہ کو بھی خلافت پر قیاس
کرتے ہین اور منہ زوری سے مرغے کی ایک ہی ٹانگ بتاتے ہین بھلا کہان آیہ مباہلہ
اور کہان خلافت کا معاملہ سواے اسکے ملا صاحب کو خلافت جناب امیرؑ پر کیون
ناز ہے حضرت کی ذوالفقار تو کبھی کسی کافر کے گرد بھی نہین پھری کیا وقت تحریر تفسیر
ملا صاحب کے کوئی تاریخ اہل تشیع کی ملاحظہ سے نہین گذری تھی جو بغیر تحقیق آپ

جناب امیرؑ کی شان مین یہ مصرعہ ترقیم فرماتے ہاین ع انچہ خوبان ہمہ دارند توتنہا داری اگر تمام روے زمین کے شیعہ جمع ہوکر آیہ مباہلہ مین کوئی لفظ ایسا دکھاوین جس سے جناب امیرؑ مصداق خلافت سمجھے جاوین توشاید ملا صاحب کے دعوے کی بھی کوئی اہل سنت تکذیب نکرسکے دوم آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ترجمہ امروز کامل گردانیدم براے شما دین شمارا بتصرف وغلبۂ آن برہمہ ادیان یا باحکام شرائع کہ آنرا از قسم نسخ نباشد وتمام کردم نعمت خودرا برشما برہدایت وتوفیق واکمال احکام دین یا فتح کہ باطمینان تمام بعدازین حج گذارید وہیچ مشرک باشما حج نگذارد واختیار کردم براے شما اسلام را دینے پاکیزہ تر ازہمہ دینہا نزدمن ہمین دین باشد تا روز قیامت نہ دین دیگر انتہی دیکھو شیعو اس آیت مین کوئی لفظ ایسا نہین ہے جس سے اتمام دین یا اسلام کی مصداق جناب امیرؑ سمجھے جاوین بلکہ درصورت تقیہ آیہ کریمہ محض لغو ٹھہرتی ہے اور نہ کسی شیعہ کو اسلام کا ہنوز دعویٰ ہے جب کسی میر صاحب سے دریافت کیا جاتا ہے توآپکو امامیہ فرماتے ہاین اور جب کسی سید صاحب سے پوچھا جاتا ہے توآپکو شیعہ بتاتے ہاین جب کسی مرزا صاحب سے کہا جاوے کہ آپکا مذہب کیا ہے تو وہ بھی آپکو اثنا عشری جعفریہ کے چیلون مین سے بیان کرتے ہاین مگر بفضل خدا جملہ اہل اسلام آپکو مسلمان کہتے ہاین چنانچہ اس کا فیصلہ بھی خدا نے ہی کردیا کہ رضیت لکم الاسلام اب سنئے کہ ملا صاحب برعکس آیہ کریمہ اور آپنے ہی ترجمہ (اختیار کردم براے شما اسلام را دینے پاکیزہ تر ازہمہ دینہا نزدمن ہمین دین باشد تا روز قیامت نہ دین دیگر) کی بڑی ہی شد ومد سے یہ روایت نقل کرتے ہاین کہ از محمد باقرؑ وامام جعفر صادق مرویست کہ این آیہ تا نازل شد

بعد از آنکه حضرت رسالت امیر المومنین را خلیفہ خود گردانید در روز غدیر در وقت انصراف از حجۃ الوداع و فرمود من کنت مولاہ فعلی مولاہ گیا خوب یک نشد دو شد اس روایت سے تو ملا صاحب نے آیہ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک کو ہی منسوخ کر دیا شیعون کو چاہیے کہ بموجب اپنی روایت اور ملا صاحب کے قول کی آیہ یا ایھا الرسول بلغ کو استدلال نہ پکڑین ورنہ امام صادق کا نام باستدلال شیعان کاذب ہوگا سچ یہ ہے کہ محض بیفائدہ ملا صاحب نے آیہ موصوفہ بالا کو جناب امیرؑ کی خلافت پر استدلال کیا ہے اور صریح کذب جناب امیرؑ کو مصداق اتمام دین کا ٹھہرایا ہے اسلئے کہ ملا صاحب تو خود ہی اپنے قول کو اسی آیت کے شان نزول سے جھوٹا کرتے ہین بلکہ صاف صاف فرماتے ہین کہ خرابی دین محمدی کی ہلاکت اصحاب باصفا پر منحصر تھی وہ عبارت یہ ہے کہ بصحت رسیدہ کہ رسولؐ در ہمین سال خبر موت خود باسماع خاص و عام رسانیدہ مشرکان و منافقان چون این بشنیدند اندیشہ کردند کہ اگر محمد بمیرد دین او را اخراب کنیم و اصحابؓ او را بکشیم اس سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ کمال دین محمدی ذات صحابہؓ والاصفات پر کہ بالاتفاق مصداق اشداء علی الکفار کے ہین موقوف تھی نہ جناب امیرؓ کے خلیفہ ہونے پر کیونکہ بکثرت کتب شیعہ مین مرقوم ہے کہ جتنی خرابیان پیدا ہوئین وہ سب ہی تو امامت دستگاہی کے زمانہ خلافت مین ہوئین اس صورت مین آپ کیونکر مصداق آیہ الیوم اکملت لکم الخ کے ٹھہر سکتے ہین ملا صاحب کے استدلال بیجا پر تو طفل دبستان بھی قہقہہ لگا سکتا ہے افسوس شیعون کے مفسرین پر کہ کیسی تاویلات نا سزا کرتے ہین جس سے صاف ہجو ملیح جناب امیرؓ کی سمجھی جاتی ہے سوم آیت انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون

الزَّكوٰةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ ترجمه جزین نیست که اولی بتصرف وحاکم بر امور دینی و دنیوی
شما خدا است و فرستادهٔ او که محمدؐ است وآن کسانے که ایمان آورده اند و متصف اند باینکه
ایشان بپائے میدارند نماز را باشرائط وارکان و میدهند زکوٰة را و حالانکه ایشان رکوع
کنندگانند در نماز انتہی اگرچه ملا صاحب نے ترجمه مین کچھ کم زور نهین لگایا بلکه حتی الامکان
اپنے تصرف سے جناب امیرؑ کو سریر خلافت کا مستحق ٹھہرادیا ہے اس پر بھی چین نه پڑا تو شیعون کی
تسلی کے واسطے یه فقره بھی گرہ دیا که امامیه باین استدلال کرده اند که خلافت منصب
آن حضرت است زیرا که ولی درین آیه بمعنی اولی بالتصرف است انتہی شیعون پر واجب ہے
که حسب الارقام اپنے مفسر کے آیه اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ کی جگه انما اولی کم علی پڑھا کرین تاکه
تصرف کی ضرورت نرہے ورنه درصورت استدلال تصرف کے معنی ہرگز ٹھیک نهون گے
کیونکه اس آیت مین تو ولی صفت خدا و رسولؐ و جمله اہل ایمان کی ہے نه تنہا جناب
امیرؑ کی اگر ملا صاحب میزان الصرف بھی پڑھے ہوتے تو واحد و جمع کے صیغه کا ضرور
ہی خیال کرتے اور ہرگز معنی اولی بالتصرف کو آیه موصوفه مین دخل نه دیتے چونکه ملا صاحب
نرے فارسی خوان ہی ہین اس سبب سے اونکو عربی کے مبتدا سے بھی خبر نهین ہے
ہان اسقدر تو صحیح ہوسکتا ہے که خدائے تعالیٰ نے اس آیت مین البته جناب امیرؑ
کی سخاوت کے تعریف فرمائی ہے که اے مسلمانون تمهارا دوست خدا ہے اور اوسکا
رسولؐ اور ایمان والے لوگ یعنی اصحابؓ باصفا که بعض اون مین کا ایسا بھی ہے
جو حالت نماز مین بھی خیرات کر دیتا ہے اس سے سوائے اسکے که بزرگی جناب امیرؑ کی ثابت
ہو اور مطلب شیعون کا ہرگز بر آمد نهین ہوسکتا ہے اور نه اس آیه کو خلافت سے کوئی
تعلق ہے باقی رہا شیعون کا استدلال تو اون حضرات کا بالعموم یه قاعده ہے که

جہان کہین قرآن پاک مین مومنین وصالحین ومتقون وصدیقون وغیرہم کے کلمات
لکھے ہوئے دیکھتے ہین ضرور ہی اپنے مطلب کے معنی جما دیتے ہین اگرچہ بقاعدۂ صرفی و
نحوی ٹھیک نہون اب اوس صریح غلط استدلال امامیہ کی تکذیب بھی ملا صاحب ہی
کی تفسیر سے سنئے آپ آیۂ کریمہ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ کی تفسیر باین عبارت
لکھتے ہین کہ آن جماعت زونان آنند کہ اگر جائے دہیم ایشانرا وتمکین واقتدار بخشیم ایشانرا
در زمین وزمان حکومت بکف کفایت ایشان دہیم۔ اس عبارت سے بخوبی ثابت ہوگیا
کہ استدلال امامیہ محض لغو ہے اس لئے کہ تمام شیعہ مقر ہین کہ خلافت امامت دستگاہ
کی برائے نام کو ہوئی بلکہ معاذ اللہ عمر عزیز بھی جناب موصوف کی ہمیشہ خواری وذلت ہی
مین گذری پھر استدلال امامیہ کیسا اور یہ فرمانا بھی ملا صاحب کا ساقط عن الاعتبار ہے
کہ باتفاق این وصف بآن حضرت مخصوص است۔ اس فقرے سے صرف مطلب
ملا صاحب کا یہ ہے کہ یہ وصف کسی اصحاب باصفا مین نہ تھا کہ کبھی کسی نے انگوٹھی کسی
سائل کو دی ہو اس سبب سے جناب امیر کو جملہ صحابہ پر ترجیح ہے تو اسکا جواب یہ ہوگا کہ
یہ وصف تو حضرت رسول خدا مین بھی نہ تھا تو کیا جناب امیر کو آن حضرت صلعم پر بھی
فوقیت ہو جائے گی استغفر اللہ کسی اہل سنت کا یہ عقیدہ نہین ہے کہ جناب امیر کو حضرت
خاتم النبیین پر ترجیح دین جب خاصان شیعہ کا تاویلات قرآنی مین یہ حال ہے تو نسبت
عوام کے کیا شکایت کیجاوے چہارم آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ
فِی الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ
ترجمہ بگو اے محمد مر اہل ایمان را کہ نمیخواہم از شما بر تبلیغ احکام مزدے واز برائے امر
بمعروف ونہی از منکر توقع اجرے از شما ندارم وہیچ پیغمبر نیز از برائے دعوت از امت خود

طلب مزدے نکردہ مگر طلب میکنیم از شما دوستی ثابت و متمکن در اہل قرابت و ہر کہ کسب
کند نیکی را یعنی چیزے کہ موجب قربت باشد زیادہ کنیم مر او را در ان حسنہ و نیکوئی
یعنی مضاعف سازیم ثواب آن حسنہ را بدرستیکہ خدائی آمرزندہ است مر سیئات
بندگان و جزا دہندہ طاعت مطیعان را بتوفیر ثواب و تفضل در ان بر ایشان زیادہ
بر قدر استحقاق انتہیٰ دیکھو شیعو اس آیت کی ترجمہ مین ملا صاحب فرماتے ہین کہ
خدائے تعالےٰ نے رسولؐ خدا کو خطاب کیا کہ اے محمدؐ تو اپنی قوم سے کہدے کہ
اے قوم قریش مین تمھاری ہدایت کے واسطے مبعوث ہوا ہون چونکہ تم مجھسے قرابت
رکھتے ہو اس لئے درصورت تسلیم اسلام زیادہ تر مستحق ثواب کے ہو اگر اطاعت کروگے
تو میری قرابت کی وجہ سے زیادہ حسنات پاؤگے ورنہ درصورت نافرمانی قسم
قسم کی آفات اوٹھاؤگے اگر تمہارے دلون مین یہ کھٹکا ہو کہ شاید مین تمسے عوض
ہدایت کے کچھ اجر چاہتا ہون تو اس وہم کو بھی اپنے دل سے دور کردو کیونکہ جب اوؔ
بھی کسی نبیؑ نے اپنی قوم سے اجرت نہین طلب کی تو پھر مین کیونکر اوسکے خلاف کرسکتا ہون
پس اے قوم تمپر فرض ہے کہ باہمدگر دوستی کرو اور میری بھی قرابت کا پاس ملحوظ رکھکے
دعوت اسلام دل سے قبول کرو اور زمانہ جہالت کے نفاق کو چھوڑو کیونکہ ہم تم سب
ایک دوسرے کے رشتہ دار ہین چنانچہ ملا صاحب نے بھی اسکی تائید مین یہ فقرہ بڑی
دہوم دہام سے ذیل مین تحریر فرمایا ہے کہ فی الحقیقت این مودت نہ اجر تبلیغ است زیرا کہ
چون ہیچ بطنے از قریش نیست مگر رشتہ قرابت ایشان بآن حضرتؐ منتہی میشود اس عبارت
سے بھی یہی بات ثابت ہوئی کہ جو قریش اطاعت رسولؐ خدا کی کریگا وہ ناجی ہے اور
جو نافرمانی کریگا وہ ناری ہی جیسے ابولہب اور مثل اوسکے البتہ بسبب کفر خارج القرابت ہین اب اسکے

برعکس ملا صاحب اپنے مریدون کو جو آپکو محب اہل بیت فرماتے ہین یہ فقرہ دیتے ہین دیگر
آنکہ مودت اہل بیت پیغمبر صلعم تکلیف است از جانب خدا ے تعالے بہ بندگان تا بدان
مستحق ثواب شوند اگر ملا صاحب اپنے مقام مناسب مین تشریف فرما ہوتے تو اون سے
ان دونون فقرون کا مطلب دریافت کیا جاتا اب اونکے معتقدون کو تکلیف دیجاتی
ہے کہ وہ اس اجتماع ضدین کے عقدۂ مالاینحل کو حل کرین کیونکہ درصورت تسلیم قول اوّل
صریح تکذیب ملا صاحب کے قول ثانی کی ہوتی ہے اور درحالت تسلیم قول ثانی قول اول
ملا صاحب کا لغو ٹھہرتا ہے پنجم آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ
هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۝
ترجمہ بدرستیکہ آنانکہ گرویدند وکردند عملہاے شایستہ وپسندیدہ آن گروہ ایشانند بہترین
ہمہ آفریدگان پاداش ایشان کہ خیر البریہ اند نزد پروردگار ایشان است بوستانہاے
با اقامت کہ میرود از زیر اشجار یا قصور آن جوئیہا چرا کہ بوستان بے آب مرغوب نیست
چنانکہ چشم ہیچ آفریدہ ندیدہ باشد جاوید باشند در آن بہشت ہا ہمیشہ این تاکید خلود است
خوشنود باشد خداے از ایشان بجہت توحید وتنزیہ او سبحانہ از مالیلیق وکسب طاعات وخیرات
وخوشنود باشند ایشان از خدا بدادن ثواب بیحساب بایشان آنچہ مذکور شد از
جنان ورضوان برا ے کسی است کہ بترسد از عقوبت پروردگار خود یعنی از معاصی اجتناب
نماید وبموجبات مثوبات اشتغال نماید انتہے دیکھو شیعو تمام ترجمہ مین کوئی لفظ ایسا نہین
ہے جس سے خیر البریہ کی معنی علی وشیعہ علی کی سمجھی جاوین بلکہ فضیلت گروہ مومنین
کے کہ وہ اصحاب رسالت مآب ہین بخوبی ثابت ہے اور اونہین کو خدا ے پاک نے

مژدۂ بہشت اور وعدہ ثواب و رضا کا دیا ہے اور اسمین بھی کچھ شک نہین ہے کہ
بسبب جان و مال قربان کرنیکے وہی اس آیت کے مصداق تھے چونکہ ملا صاحب
شیعان غالی سے ہین لہذا براہ تعصب یہ روایت پر خسارت سراسر لغو مطلق ہیچ تحریر
فرماتے ہین کہ ابن عباسؓ روایت میکند کہ چون این آیت نزول یافت حضرت رسالت
خطاب کرد بشاہ اولیاؑ فرمود کہ یا علیؑ مراد خیر البریہ توئی و شیعۂ تو واہ ملا صاحب
کیا کہنا ہے آپکی قابلیت کا صد آفرین آپکی ہمت صریح تہمت پر اگر سچ بولے تو
اتنا ہی بولے کہ ترجمہ مین گروہ مومنین یعنی صحابۂ خاتم النبیین کو مصداق آیۂ کریمہ
خیر البریہ کا ٹھہراوین اور روایت مین علیؑ و شیعۂ کے بے مطلب معنی
بناوین تعجب تو یہ ہے کہ ملا صاحب نے تواریخون پر بھی باوصف ہمہ دانی کے
کچھ توجہ نفرمائی چنانچہ کل تواریخون سے ثابت ہے کہ ابن سبا صنعانی جو بانی
مذہب شیعہ کا ہے وہ براہ کید عظیم ۳۵ سنہ ہجری مین منافقانہ براے نام مسلمان ہوا
تھا جب اوسکی شرارتون کا حال جناب امیرؓ کو معلوم ہوا تو آپنے اوس کو کوفہ
سے مدائن کیطرف نکلوا دیا اوسی نے اس مذہب کی نیو جمادی پھر وجود نابود شیعون
کا حضرتؐ کے زمانہ مین کیسا اگر اس کو بھی زبردستی فرض کر لیا جاوے تو حضرات
اصحابؓ ثلثہ کے وقت مین کب اون کی جڑ بنیاد باقی بچتی بلکہ النادر کالمعدوم
ہو جاتے ہان اگر آیۂ موصوفہ کوفی بھی ہوتی تو کچھ نہ کچھ ملا صاحب کی دال بھی
گل جاتی اور اون کی کسی قدر چال بھی چل جاتی بقول ملا شستری جیسا کہ مجالس
المومنین مین بڑے فخر سے مرقوم ہے کہ شیعہ بودن دلیل کوفیست اگرچہ ابو حنیفہ
کوفی باشد چونکہ اس سورت کو ملا صاحب نے مدنی لکھا ہے اس صورت مین صحیح

تو یہ ہے کہ روایت علیؑ وشیعۂؓ کی محض غلط ہے ملا صاحب نے یہ گڑہنت صرف گروہ کے معنی چہپان کرنے کے واسطے کی ہے اس خیال سے کہ اگر جناب امیرؑ کو تنہا مصداق آیہ موصوفہ بالا کا ٹہہرائین گے تو گروہ کے معنی مطلق بگڑ جائینگے بلکہ ایسی صاف بناوٹ پر اہل سنت مضحکہ اوڑائین گے اس پیش بینی کے سبب سے علیؑ کی فرد پر شیعۂؓ کا حاشیہ لگایا گیا واہ رے قابلیت غرضکہ ملا صاحب نے جہان کہین آیات بینات مین هُمُ الْفَائِزُوْنَ یا هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وغیرہم کے کلمات جو صریح اوصاف اصحابؓ باصفا پر دال ہین پائے وہین علیؑ و شیعۂؓ کو زبردستی مصداق ٹہہرادیا حالانکہ ملا صاحب کی جملہ کارروائیان جو درباب جناب امیرؑ اور اون کے شیعون کی ہین صریح افترا ہین اگر کہین کہ ملا صاحب نے دونون قول نقل کئے ہین یعنی موافق ومخالف تو یہ بات بہی بالکل کذب ہے اس لئے کہ جو حوالے ملا صاحب نے اہل سنت کے علما یا اون کی کتب کے دئے ہین اوس کا اثر اہل سنت کی کتب مین ہرگز نہین مگر شاذونادر روایت صحیح بہی ہین تو اون سے سوائے اسکے کہ بزرگی جناب امیرؑ کی ثابت ہو خلافت بلافصل کا نتیجہ پیدا نہین ہوسکتا ہے بہرحال جملہ تفاسیر شیعہ مثل عمدۃ البیان وتنویر البیان وغیرہ سراسر تعصب سے بہری ہین بلکہ کوئی بہی اون مین سے خالی تبرے سے نہین ہین چونکہ شیعون کو ملا فتح اللہ کاشانی کی تفسیر پر بہت بڑا اعتبار ہے اسلئے کہ ملا صاحب کو مسائل دخول فی الدبر لطیفہ ومتعہ زنان عفیفہ و دیدار فرج شریفہ کا بدل اقرار ہے اور یہ اون کے حظ نفس کے واسطے بس ہے نعوذ باللہ من شرور انفسہم بیت

گر تو قرآن ہمی نمط خوانی		ببری رونق مسلمانی	

سوال سوم اہل تشیع

اگر ایسی حدیث صریح نہین ہے تو اس امر کو آن حضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجمل کیون رکھا صاف صاف طور سے کیون نہین فرمایا کہ میرے بعد فلان اور ان کے بعد فلان یکے بعد دیگرے خلیفہ ہون گے جیسا کہ وقوع مین آیا ۔

جواب اہل سنت

حدیث عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَّ اٰدَمُ وَمُوْسٰی عِنْدَ رَبِّہِمَا فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی قَالَ مُوْسٰی اَنْتَ اٰدَمُ الَّذِیْ خَلَقَکَ اللہُ بِیَدِہٖ وَنَفَخَ فِیْکَ مِنْ رُّوْحِہٖ وَاَسْجَدَ لَکَ مَلٰٓئِکَتَہٗ وَاَسْکَنَکَ فِیْ جَنَّتِہٖ ثُمَّ اَھْبَطْتَ النَّاسَ بِخَطِیْٓئَتِکَ اِلَی الْاَرْضِ قَالَ اٰدَمُ اَنْتَ مُوْسٰی الَّذِی اصْطَفٰکَ اللہُ بِرِسَالَتِہٖ وَبِکَلَامِہٖ وَاَعْطَاکَ الْاَلْوَاحَ فِیْھَا تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ وَقَرَّبَکَ نَجِیًّا فَبِکَمْ وَجَدْتَّ اللہَ کَتَبَ التَّوْرٰۃَ قَبْلَ اَنْ اُخْلَقَ قَالَ مُوْسٰی بِاَرْبَعِیْنَ عَامًا قَالَ اٰدَمُ فَھَلْ وَجَدْتَّ فِیْھَا وَعَصٰۤی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی قَالَ نَعَمْ قَالَ اَفَتَلُوْمُنِیْ عَلٰۤی اَنْ عَمِلْتُ عَمَلًا کَتَبَہُ اللہُ عَلَیَّ اَنْ اَعْمَلَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَنِیْ بِاَرْبَعِیْنَ سَنَۃً قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَجَّ اٰدَمُ مُوْسٰی رَوَاہُ مُسْلِمٌ ترجمہ روایت ہے ابی ہریرہ سے کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جھگڑے آدمؑ اور موسیٰؑ نزدیک پروردگار اپنے کے یعنی عالم روحانی مین پھر غالب آئے

آدم موسیٰ پر کہا موسیٰ نے تم آدم ہو کہ پیدا کیا تمکو اللہ نے اپنے ہاتھ سے اور پھونکی
بیچ تمہارے روح اپنی یعنی روح پیدا کی ہوئی اپنی اور سجدہ کروایا واسطے تمہارے
فرشتون اپنے سے اور رکھا تمکو بیچ جنت اپنی کے پھر اوتارا
تمنے آدمیون کو ساتھ گناہ اپنے کے طرف زمین کے یعنی اگر
گناہ نکرتے کاہیکو زمین مین آتے اور اولاد یہان پھیلتی کہا آدم نے تم وہ موسیٰ
ہو کہ برگزیدہ کیا تمکو اللہ نے ساتھ پیغامبری اپنی کے اور ساتھ کلام اپنی کے اور
دین تمکو تختیان کہ بیچ اونکے بیان ہے ہر چیز کا اور نزدیک کیا تمکو سرگوشی کرنے کو
پس ساتھ کتنی مدت کے پایا تمنے اللہ کو کہ لکھی توراۃ پہلے پیدا ہونے میرے کے
کہا موسیٰ نے چالیس برس پہلے کہا آدم نے پس کیا پایا تو نے بیچ اوسکے مضمون
اس آیت کا نافرمانی کی آدم نے رب اپنے کی پس بہکا کہا کہ ہان کہا آدم نے
کیا پھر ملامت کرتے ہو تم مجھکو اوپر کہ کرونین وہ عمل کہ لکھا ہے اوس کو اللہ نے
مجھپر کرنا اوسکا پہلے پیدا کرنے میرے کے چالیس برس فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و
سلم نے پس غالب آئے آدم موسیٰ پر روایت کی یہ مسلم نے ف زمرد کی تختیونپر
توراۃ لکھی ہوئی اوتری تھی آسمانون سے ستر اونٹون پر لدی تھی اور مضمون
توراۃ قدیم ہے لیکن تختیون پر یا غیر اوسکے پر چالیس برس پہلے پیدا ہونے آدم
کے لکھی گئی تھی اور یہ جھگڑا اس جہان کا نہین ہے کہ جہان اعمال چھوڑنے درست
نہین ہین بلکہ عالم علوی کا ہے کہ وہان قید تکلیف مین نہین انتہیٰ دیکھو شیعو نوشتہ
تقدیر برحق ہے اوسکے خلاف نہ کوئی نبی کر سکتا ہے اور نہ کوئی ولی جس طرح سے
خالق اکبر نے پیدائش حضرت آدم سے پہلے چالیس برس تقدیر مین لکھدیا تھا کہ آدم

دنیا مین بھیجے جاوینگے پھر اونکی اولاد سے تمام روئے زمین بموجب زِینَتُ الْاَرْضِ
مِنَ الْاِنْسَانِ کی آبادان و معمور ہوگی اوسی طرح سے حضرت صدیق اکبر کی
قسمت زبردست ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ مین مالک عرش بریں نے
نے کتنے ہی ہزار برس پیشتر لکھ رکھا تھا کہ بعد خاتم النبیین کے اون کا یار غار ضرور ہی
خلیفہ ہوگا جسکے آفتاب ہدایت کا نور مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گا بعد
اون کے درجہ بدرجہ تا ختمی خلافت ولایت دستگاہ سلسلۂ خلافت علی الترتیب قائم
رہے گا سچ کہو شیعو تقدیر برحق ہے کہ نہین اگر حق ہے تو پھر نزاع خلافت بلا فصل کیا اور اگر
آپ حق نہین جانتے اور مثل دیدار خدا کے تقدیر سے بھی انکار کرتے ہو تو دوسرا جواب
لیجیے وہ یہ ہے کہ خدائے تعالے نے حضرت رسول خدا کو جن احکام شرعیہ کے
تبلیغ پر مامور فرمایا تھا بموجب وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی کے
پس یقیناً حضرت نے اوسکی تعمیل مین ہرگز ڈھیل نہین کی حق یہ ہے کہ جن معاملات
مین حضرت کو حکم مفصل پہونچا اوس کی تبلیغ حضرت نے مفصل کی اور جن امورات
مین حضرت کو حکم مجمل اوترا اُس کی تبلیغ حضرت نے بھی مجمل کی اور بعض معاملہ مین حضرت
مطلق سکوت فرماتے تھے جیسے اکثر کفار اشرار حضرت سے قیامت کا حال دریافت
کرتے تھے مگر حضرت بھی فرماتے کہ مین نہین جانتا اس کا علم خدا کو ہے پس یہ سوال
بھی حضرات شیعہ کا بسبب انحراف باطنی کے نسبت حضرت مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی کے
طنزاً ہے کہ حضرت نے کیون اس امر کو مجمل رکھا مفصل کیون نہ بیان کیا شیعون نے
بھی کیا گھر جانی من مانی ٹھہرائی ہے کہ نہ آیات خدا کی وقعت کرتے ہین اور نہ احادیث
سید الانبیا کی عزت مگر یہودی صنعانی کے موضوعات پر ایسے لٹو ہین کہ گویا وَحْیٌ مِّنَ السَّمَآءِ

سمجھتے ہین افسوس ابن سبا کے چیلون پر کہ راہ راست چھوڑ کر کیسے گمراہی مین پڑ
رہے ہین اور کیسا حق کو ترک کر کے باطل پے اڑ رہے ہین خیر مین شر ملاتے ہین
آفتاب کو گرد مین چھپاتے ہین اگر اس فرقہ حیا دشمن مین سے ایک بھی منصف مزاج
ہوتا اور کچھ بھی معنی قرآن کے سمجھ سکتا تو اوس کو چند آیات قرآن پاک کے جو صریح خلافت
بلا فصل حضرت صدیق اکبر پر بطریق حکم مجمل جنکو دانایان با انصاف حکم مفصل پر قیاس
کرتے ہین دکھائی جاتین تاکہ حق و باطل اور خیر و شر کی بخوبی تصدیق ہو جاتی لیکن
اسبات کو وہی تسلیم کر سکتا ہے جسکو بہمہ وجوہ قرآن سے مناسبت ہے نہ وہ کہ
جسکو قرآن سے منافقت ہے لہذا اس موقع پر چند آیات بینات جو بتصریح خلافت
بلا فصل حضرت صدیق اکبر پر بغیر استدلال کے صادق آتی ہین بموجب مَا عَلَى الرَّسُولِ
إِلَّا الْبَلَاغُ کی ہدیہ ناظرین با تمکین کیجاتی ہین اوّل آیت وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ
مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ترجمہ و پیشی گیرندگان یعنی آنہا کہ سبقت کردند
بر عامہ مومنان بر ایمان از مہاجران یعنی آنانکہ از مکہ ہجرت کردند مراد آنہا نند کہ بدو
قبلہ با پیغمبر نماز گزاردند و از انصار آنہا کہ ساکنان مدینہ اند و اہل مکہ را یاری دادند
و آنہا ہفت کس بودند از اہل عقبہ اول و یا ہفتاد از اہل عقبہ ثانیہ و آنانکہ
متابعت کردند سابقان را بایمان و طاعت مراد صحابہ اند از بقیہ مہاجر و انصار
کہ پیروی کردہ اند و گویند کہ ہر کہ متابعت ایشان کند تا قیامت از زمرۂ تابعان ست
خوشنود شد خدائے از ایشان بہ قبول طاعت ایشان از سابقان و لاحقان و

خوشنود شدند ایشان از خدا کہ بانچہ یافتند از نعمت دینیہ و دنیویہ و آمادہ کرد خدای
مر ایشانرا بوستان ہائے کہ میرود از زیر درختان آن جویہائے در حالتیکہ جاوید
باشند در آن ہمیشہ آنست رستگاری تمام و فیروزی بزرگ و رسیدن بتمام مراد این
آیت دلالت است بر فضل سابقین و برتبۂ ایشان بر غیر ایشان و این بجہت آنست
کہ در مبدء اسلام متحمل انواع عقوبت شدند و نصرت دین چون مفارقت از عشائر
و نصرت اسلام با وجود قلت عدد و کثرت عدو و سبق بالایان و دعوت مردمان انتہی
فی خلاصۃ المنہج اس آیت شریف کی شان نزول میں ملا صاحب فرماتے ہین
کہ درین آیت دلالت دارد بر فضل سابقین و مرتبت ایشان بر غیر ایشان و این
بجہت آنست کہ در مبدء اسلام متحمل انواع عقوبت شدند در نصرت دین چون مفارقت
از عشائر و نصرت اسلام با وجود قلت عدد و کثرت اعدا و سبق بایان و دعوت مردمان
یہانتک جو کچھ کہ ملا صاحب نے فرمایا اوسپر اتفاق اہل سنت کا بھی ہے فی الواقع
جن لوگون نے شروع اسلام مین قسم قسم کی تکالیف اوٹھائین اور باوجود چھٹ
جانے کنبہ و قبیلہ کے اپنے دین پر ثابت قدم رہے اور کچھ پروا کثرت دشمنون اور قلت
اپنے دوستون کے نہ کی بلکہ بیخوف و خطر لوگون کو دعوت اسلام کرتے رہے اور
نصرت دین و اسلام پر بدل و جان کوشش تمام کرتے رہے اونکو البتہ بالاجماع
فضل ہے از روئے ایمان کے بھی اور از روئے ہجرت کے بھی اور اسمین کوئی شبہ
نہین ہے کہ حضرت صدیق اکبر کو جملہ سابقین پر ترجیح صریح ہے کیونکہ آپ سب سے پہلے
ایمان لائے چنانچہ اسکی تصدیق مجمع البیان شیعون کی معتبر تفسیر سے بھی ہوتی ہے وہ یہ ہے
کسانیکہ پیشتر از ہمہ ایمان آوردند حضرت خدیجہ اند بعد از ان ابو بکر ملا فتح اللہ کاشانی

قول علامۂ طبرسی کی مخالفت کرتے ہین اور اس قسم کے الفاظ دور از قیاس جسکا یقین طفل مکتب کو بھی نہو نسبت جناب امیرؓ کے تحریر فرماتے ہین وہ یہ ہین و بمذہب صحیح کہ طریق اہل سنت است اول کسے از مردمان مہاجرؓ کہ تصدیق نبوت حضرت رسالت کرد امیر المومنینؓ بود و نقل است کہ اول کسیکہ از زنان اسلام بحضرت خاتم الانبیا آورد خدیجۂ کبریٰ بود حضرت رسالتؐ فرمود کہ ہفت سال فرشتگان بر منؐ و علیؓ درود میفرستادند زیراکہ درین ہفت سال بغیر از منؐ و علیؓ کلمہ توحید کہ لا الٰہ الا اللہ است بآسمان نرسید۔ از منہال بن عمرو روایت است کہ گفت من از علیؓ شنیدم کہ می فرمود من بندۂ خدایم و برادر رسول خدائے و صدیقؓ اکبرم و ابوطلحہؓ گفت من در پیش ابوذرؓ رفتم در موسم حج و گفتم درمیان مردمان اختلافی پدید آمدہ من اقتدا بکہ کنم گفت متمسک بکتاب خدائے شو و بعلیؓ ابن ابیطالب و ملازم این ہر دو شو بدرستیکہ من گواہی میدہم کہ رسولؐ خدائے فرمودہ کہ علیؓ ابن ابیطالب اول کسی است کہ بمن تصدیق کردہ و او کسے باشد کہ روز قیامت با من مصافحہ کند و او صدیقؓ اکبر است و فاروقؓ اعظم میان حق و باطل و یعسوب مومنین۔ افسوس ملا صاحب کو اس عبارت کے لکھنے مین شرم نہ آئی کہ جناب امیرؓ کو ہمرتبہ خاتم المرسلین ٹھہرا دیا اور نہ ہر دوسنی آپکو صدیق اکبر و فاروق اعظم و یعسوب مومنین بنا دیا اور بمقابلہ حضرت صدیق اکبرؓ کے بھی آپکو سابق الایمان سینہ نوری سے کر ہی دیا خیر یون ہی سہی مگر کلمات صدیق اکبر و فاروق اعظم و یعسوب مومنین مین البتہ گنجایش کلام کی لاکلام ہے کیونکہ جمہور شیعہ کا اسپر اتفاق ہے کہ جب جناب امیرؓ نے مذہب کفر سے توبہ کی اور دائرہ اسلام مین داخل ہوئے تو آپ کی عمر بہت کم تھی چنانچہ یہ عبارت بجنسہ انوار الہدیٰ مولفۂ مولوی شیخ احمد صاحب دیوبندی کی

صفحہ ۸۸ مین مرقوم ہے کہ باتفاق جمہور مورخین بوقت مشرف باسلام ہونے کے
عمر آپ کی آٹھ سال سے کم تھی اس عمر تک کا بچہ کافر کا بھی مسلمان رہتا ہے الخ
اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جناب امیرؓ بہت ہی کم عمر تھے بلکہ آپ سن
تمیز کو بھی نہین پہونچے تھے کہ تکلیف شرعی کے آپ بھی مصداق ٹھہرتے پھر آپ کی
شان مین الفاظ موصوفہ بالا کیونکر راست آسکتے ہین اور یہ امر بھی پر ظاہر ہے کہ
کہ جناب امیرؓ کی سعی سے ایک کافر بھی تو مسلمان نہین ہوا اور صاحب کوئی
کیسے مسلمان ہوتا کہ درحقیقت بچون کی بات تو بالاجماع ساقط عن الاعتبار ہوا کرتی
ہے کوئی بھی تو بچہ کی بات کا اعتبار نہین کرتا اگرچہ مثل کویل کے کوکے اور مانند
بلبل کے چہچہاوے اب سنئے حضرت صدیق اکبرؓ کے یعسوب مومنین وفاروق
اعظم ہونیکا حال اپنی معتبر تاریخ روضۃ الصفا مولفہ خاوند شاہ شیعی کے صفحہ ۴۳
مطبوعہ بمبئی سے وہ فرماتے ہین کہ چون صدیق اکبرؓ مسلمان شد روز دیگر ابو عبیدہؓ
بن جراح وابو سلمہؓ مخزومی وعثمانؓ بن مظعون وارقمؓ بن الارقم رابخدمت سید ثقلین
آوردتا مومن وموحد ومسلمان شدند وآنگاہ عمارؓ بن یاسر ومادرش سمیہؓ وعبیدہؓ
بن الحارث بن عبد المطلب وسعدؓ بن نفیل ابن عم عمر وبلالؓ وصہیبؓ وخبابؓ بن ارتؓ
وعبد اللہؓ بن مسعود الہذلی وعامرؓ بن فہیرہ وخنیسؓ بن حذافہ وخالدؓ بن سعید العاص
وعیاشؓ ابن ابی ربیعہ وعبد اللہؓ بن جحش الاسدی وجمعے دیگر از رجال ونسوان
کہ اسامی ایشان در کتب سیر مسطور است بتدریج ایمان آوردند پھر صفحہ ۳۵ مین ہے
کہ در مستقصی از قاسم بن محمد نقل است کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
وَسَلَّمَ مَا عَرَضْتُ الْاِسْلَامَ عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا کَانَتْ لَہٗ عِنْدَہٗ کَبْوَۃٌ

وَتَرَدَّدُ وَنَظَرٌ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ فَاِنَّہٗ لَمْ یَتَوَقَّفْ فِیْ قَبُوْلِ اِیْمَانِہٖ ترجمہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مین نے نہین پیش کیا کسی پر اسلام مگر کہ اوس کو
رکاوٹ اور تردد اور غور دامنگیر ہوئی مگر ابو بکر کہ اوسنے ایمان قبول کرنے مین
کچھ توقف نہین کیا چون صدیق بمکارم اخلاق ومحاسن اعمال وخصائل پسندیدہ
وصفات ستودہ معروف بود وبلوازم مہمانداری وشرائط ضیافت در مکہ عدیل ونظیر
نداشت وقریش باو الفتے تمام داشتند وہمت بمصاحبت او مصروف میداشتند ودر
عظائم امور از رائے صائب وفکر ثاقب او استعانت مینمودند چون اعلم ہمہ در فن
انساب وتاریخ بود دانایان خلق بخدمت او مبادرت می نمودند واخذ فوائد میکردند
لاجرم بعد از شرف اسلام باہر کہ از یاران سابق ودوستان موافق صحبت میداشت
اورا براہ راست وطریق صواب دلالت میکرد وادلات واضحہ علامات صدق لائحہ
قول حضرت نبوی را برائے ایشان جلوہ میداد تا جمعے از اکابر قریش وصنادید عرب
بیمن ہمت مبارکش از بادیۂ غوایت بچشمہ ہدایت رسیدند دیکھو شیعو انکا نام ہے
صدیق اکبر وفاروق اعظم ویعسوب مومنین الحق یہی ہین مصداق آیہ کریمہ والسابقون
کے اگرچہ شیعہ از راہ غلو کے اپنا دل خوش کرنے کو جناب امیر کی نسبت سبقت کا دعوی
کیا کرین مگر درصورت تسلیم کوئی فائدہ حاصل نہین کر سکتے ہین ہان اگر حضرت صدیق
اکبر اسلام مین سبقت نکرتے تو رسالت رسول اللہ کی حقیت ہرگز کسی پر ظاہر نہوتی جب
آپ حامی دین ویعسوب مومنین ہوئے تب ہی تو آپکی شوکت فاروقی دیکھکر ہیبت
سے کمر کفار عرب کی ٹوٹ گئی اگر صدیق اکبر اپنی صدیقیت کا نمونہ نہ دکھاتے اور ایک
جماعت کثیرہ صنادید عرب کو در پردہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کا نہ پڑھوا دیتے

اور پورے پورے دین محمدی و شریعت احمدی کی استعانت و حمایت نکر دیتے تو
کفار عرب حضرت رسول خدا اور اون کے ننھے سے بھائی کو کب زندہ چھوڑتے
سچ تو یہ ہے کہ جب کفار مکہ حال ہدایت مآل حضرت صدیق اکبر کا سنتے تھے کہ
اونھون نے اپنی رائے صائب اور فکر ثاقب و مکارم اخلاق و محاسن اعمال
سے نشانیان ختم رسالت کی دکھا کرا کابر قریش کو اسلام مین مستحکم کردیا ہے
اسی سبب سے تو کسیکا حوصلہ نہین پڑتا تھا کہ کوئی حضرت رسول خدا سے آنکھ بھی ملاسکے
ہان مثل حساد کے ہاتھ تو ملا کرتے تھے مگر کچھ بس نہین چلتا تھا جب کفار اشرار نے باغوائے
ابوجہل حضرت رسالت پناہ کی قتل کا ارادہ مصمم کیا تو حضرت نے صدیق اکبر و فاروق
اعظم و یعسوب مومنین کو ہی اپنا یار غار و مصاحب جان نثار بنایا دیکھو الکو دالثاقب
الخ لکھتے ہین بہر حال جو دعوی کہ ملا صاحب نے نسبت جناب امیر کے کیا ہے وہ
صریح ہجو ملیح بلکہ لغو صریح ہے دوم آیت مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ
عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ
فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ترجمہ محمد فرستادہ خداست
و آنانکہ با او یند از مومنان صادق العقیدت و راسخ الایمان سخت دلانند بر اہل کفار
نرم دل و مشفق و مہربان میان یکدیگر ہم چنانکہ در جائے دیگر سفر مایدہ کہ أَذِلَّةٍ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ مرویست کہ تشدد ایشان نسبت کفار بحدے

بود که لباسهکو اشیاء خود را از ایشان بازداشتند تا بجا مهالکے و بدن ہائے ایشان
نرسد و رافت و مہربانی ایشان نسبت با اہل اسلام بمثابہ بود کہ چون یک دیگر بدیدندے
سلام کردندے و بمصافحہ و معانقہ یک دگر مشغول شدندے و شبہ نیست کہ لازم جمیع
اہل ایمان است می بینی اے بیننده آن مومنان صادق الاعتقاد را رکوع کنندگان
سجده نماینده گان بجہت اشتغال ایشان بنماز در اکثر اوقات و می بینی ایشان را
کہ پیوستہ می طلبند افزونی مرتبہ و زیادتی مثوبت از حق تعالے و خوشنودی او را
در جمیع حالت مراد آنست کہ طاعت ایشان برائے قربت است برضائے حضرت
عزت بدون شائبہ ریا و یا عُجب و سمع علیت ایشان علامت ایشان در رویت ہائے
ایشان است یعنی علامت در پیشانی ایشان ظاہر است از نشانہ سجده کردن یعنی از
پیشانی کہ سجود میسر است و این مستلزم کثرت سجود ایشان است این وصف عظیم ایشان
کہ مذکور شد صفت ایشان است در کتاب موسیٰ و صفت ایشانست در کتاب عیسیٰ
یعنی مومنان در کتاب بصفت عجیبہ مذکور اند و باصفوت غریبہ مذکور ہیچ دانہ گشتہ است
کہ در حال اول بیرون آورد شاخہائے خود را کہ در نہایت باریکی و ضعیفی باشد
پس معاونت دہد و قوی و نیرومند گرداند پس سطبر و غلیظ شود پس راست بایستد
بر ساقہا و اصول خود یعنی از گیاه ضعیف و نحیف بتدریج نشو و نما یابد و در آخر بر وجہ
قوی گردد کہ بشگفت آورد مزارعان را بجہت استواری و قوت و سطبری و حسن این مثل برائے
حال حضرت رسالت و اصحاب او ہمچنانکہ دانہ مزروع در بدایت حال شاخہائے ضعیف
از و پیدا شود و بتدریج ترتیب می یابد تا کہ قوی و جسیم میشود و سبب تعجب مزارعان گردد
حضرت رسالت و اصحاب نیز در بدایت حال در نہایت سخافت و ضعف حال بودند

وبعد از ان بتدریج قوت می گرفتند تا قوت تمام کردند بر جمیع آدمیان فائق آمدند و سبب تعجب مردمان شدند و یا زرع آنحضرت کہ در بدایت اسلام بے یار و معاون بود و شطأ اصحاب اوکہ دست او را قوی کردند یعنی ہمچنانکہ زرع در اول دقیق و رقیق است و بتدریج غلیظ میشود و شاخہا بر او متلاحق می شود بحیثیتی میگردد کہ مزارعان از قوت و کثرت او تعجب کردند و بہر تقدیر حق تعالے برائے اہل ایمان و دین اسلام این تشبیہہ فرمودہ تا بخشم آورد با یشان یعنی بقوت و کثرت ایشان ناگرویدگان را وعدہ کرد خدا آنرا کہ گرویدہ اند بخدا و رسول و کردند کارہائے ستودہ از ایشان یعنی آنانکہ سمت ذکر یافتہ اند آمرزش گناہان و مزدے بزرگ و بے پایان غرض از ذکر این وعدہ برائے مومنان کہ در اعمال صالحہ بیشتر ترغیب کنند در جہاد کہ رکن اسلام است و سبب مقہوریت اہل کفر کہ مستلزم غلبیت و قوت اسلام است فی خلاصۃ المنہج اس آیت شریف کے ترجمہ مین کوئی بھی موقع ملا صاحب کو ایسا نہ ملا کہ جناب امیرؑ کو کسی چال سے اس آیت کے وصف مین شریک کرتے جب مجبور ہوئے تو نہ کوئی روایت بنائی اور نہ کوئی حکایت سنائی بہر حال یہ آیت اونہین صادق الاعتقاد و راسخ الایمان صحابہؓ کی شان مین ہے کہ جو مصداق اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ کے تھے اور اسمین بھی کچھ شک نہین کہ ان سب صحابہؓ کے سردار حضرت صدیق اکبر تھے کیونکہ شدت آپکی فتوحات شام و روم سے بالاجماع مورخین فی مابین کے آفتاب صبح تابان سے روشن زیادہ ہے سوائے اسکے علامہ شیخ حلی نے حضرت صدیق اکبر کی شدت کا حال اپنی کتاب تذکرۃ الفقہا کی چھٹی فصل مین یہ لکھا ہے کہ ابو بکرؓ نے جنگ احد کے دن اپنے باپ کے

قتل کا مصمم ارادہ کیا مگر رسول خدا نے روک دیا کہ تو جانے دے یہ کام اور
کوئی کرے گا دیکھو انکو اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کہتے ہین نہ اونکو جو بطمع جاہ و مناصب
اپنے بھائیون کی گردنین کاٹین جیسا کہ نہج البلاغت مین مذکور ہے لَمَّا سَمِعَ
اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَعَنَ اَهْلِ الشَّامِ مِنْ اَصْحَابِهٖ خَطَبَ وَقَالَ اَصْحٰبُنَا
نُقَاتِلُ اِخْوَانَنَا فِى الْاِسْلَامِ عَلٰى مَا دَخَلَ فِيْهِمْ مِنَ النَّزِيْغِ وَالْاِعْوِجَاجِ
وَالشُّبْهَةِ وَالتَّاوِيْلِ ترجمہ جسوقت سنا امیر المومنین نے لعن کرنا اہل شام کو اپنے
یارون سے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ ہلاک ہوئے ہم کہ قتل کرین ہم بھائیون اپنے
کو اسلام مین بسبب کجی کہ داخل ہوا ہے اسلام مین بے راہی اور کجی اور شبہ اور
تاویل سے اور رحمت و عدالت و مروت حضرت صدیق اکبر کی عبارت خطبہ روضۃ الصفا
کے صفحہ ۱۵۲ سے اظہر من الشمس ہے نقل خطبہ ارباب تاریخ آوردہ اند کہ
چون خلافت برابی بکر صدیق قرار یافت در مجمع خاص بعد از ستایش و سپاس
حضرت باری جلت عظمتہ چنین گفت کہ یا ایہا الناس بدانید و آگاہ باشید کہ عہدہ ولایت
شما در گردن من ثابت و لازم است اگر زندگانی بر نہج عدالت و مروت باشد بہمت
و تربیت مرا نصرت کنید و اگر بر سبیل سہو و نسیان امرے از من صادر گردد تنبیہ کنید
و از میل و مداہنہ دور باشید کہ راست گفتن امانت است و دروغ گفتن خیانت
و یقین دانید کہ ضعیف ترین مردم نزد من قویست تا داد او بستانم و مخفی نماند کہ ہیچ
قومے در مقابلہ خلاف ایمان و تکاسل نہ کنند مگر آنکہ ذلیل و خوار شوند و ہیچ طائفہ
بر بغی و فساد جرأت و دلیری نہ نمایند کہ بحوادث زمان و بلائے ناگہان گرفتار آیند و
من تا در متابعت آفریدگار جہان و جہانیان باشم انقیاد و اطاعت من بجا آرید و اگر

خلاف حکم ایزدی امرے از من صادر گردد شما نیز از مطابعت و مطاوعت من
تخلف نمائید والسلام دیکھو اسکا نام رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ ہے نہ وہ کہ صرف آدھپاؤ یا
تین چھٹانک جو پر اپنے حقیقی بھائی صاحب پر ذوالفقار کھینچیں اس قصہ کو شیعون
کے رکن اعظم مولوی شیخ احمد صاحب دیوبندی وکیل جیپوری نے بڑی آب و
تاب سے اپنی انوار الہدیٰ مطبوعہ عترت حسین شکوہ آبادی کے صفحہ ۲۵۲ مین نقل
فرمایا ہے باید دید سوم آیت اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ
اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ج فَاَنْزَلَ
اللّٰهُ سَکِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا
السُّفْلٰی وَکَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ترجمہ وقتیکہ بیرون کردند
او را کافران یعنی قصد اخراج او کردند از مکہ حق تعالیٰ دستوری خروج داد در حالتیکہ
دوم دو بود یعنی با او نبود مگر ابوبکر در وقتیکہ او و ابوبکر در غارے بودند کہ اعلائے
جبل ثور المحل است جانب یمین مکہ بمسیر ساعتے از ساعات در آن وقت کسے در آنجا
نمیرسید شبانان و اہل صحرا در آن نزول نمیکردند پس پیغمبر شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیر المومنین
علی را در جائے خود بخوابانید و برفاقت ابوبکر بیرون آمدہ در ہمان شب بدان غار
متوجہ شد در آنجا بروز آورد و حق تعالیٰ در آن شب درخت مغیلان بر در آن غار
برویانید و جفت کبوتر وحشی را امر کرد تا پایین در غار را آشیانہ گرفتند و تخم نہادند و
عنکبوت را الہام داد تا در غار تنید چون گفت پیغمبر مر یار خود را اندوہ مخور بدرستیکہ
خدا اسکے با ماست بنصرت ما و ہد بر دشمنان و مارا نگہدارد و از شر ایشان مرویست
کہ یکے از کفار محاذی غار بنشست تا ادرا قہ کند رسول روئے از وے بگردانید

وبابوبکر گفت دیدی که مرا نمی بینند اگر بار او دیدندے در مقابل ما کشف عورت
نکردندے پس دست بمناجات برداشت وگفت بارخدایا چشمهائے ایشان
کورکن حق تعالے چشمهائے ایشان را کور گردانید اندیدن پیغمبر تا آنکه همه کوه
گردیدند ورخنه هائے کوه را تجسس کردند ودر غار نرفتند پس فرو فرستاد خدائے رحمت
خود را که سبب آرامش دل است بر رسول تا تیقن شد از صمیم قلب بدانست که
بدو ظفر نیابند قوت داد پیغمبر خود را بلشکرهائے ملائکه شما ندیدید ایشانرا یعنی فرشتگان
فرستاد در غار تا پاسبانی او کردند وگردانید خدائے کلمه آنهاکه کافر شدند فروتر
یعنی دعوات کفر که از ایشان صادر میشد خوار وبیمقدار ساخت وکلمه خدائے که دعوات
اسلام یا توحید یا کلمه شهادت است آن بلندتر ورفیع قدرتر است مراد آنست که حق تعالے
رسول را از دست کفار خلاص داد وبمدینه رسانید چون این مبدء قوت اسلام بود
ومذلت اهل شرک یا بلانکه قوت پیغمبر خود داد در مواطن حرب وبجهت این اسلام
قوی گشت وکفر وشرک ضعیف شد وخدائے غالب است عزیز گرداند اهل توحید را
داناست خوار گرداند اهل شرک را فی خلاصة المنهج اس آیت پاک مین خدائے
تعالے نے بهت بڑی فضیلت اپنے حبیب صاحب لولاک کے یار غار کی بلا شرکت
غیری بیان فرمائی اور اسمین بهی کچه شک وشبه نهین هے که حضرت صدیق اکبر نے
شب هجرت مین بلکه تا ختم مدت هجرت جو حق مصاحبت ورفاقت رسالت مآب کا ادا کیا وه حد بشریت انسان
ضعیف بنیان کی قدرت وطاقت سے بہت بعید هے کیونکه جان ومال واهل عیال
سے یک لخت هاته اوٹهانا اور محبت حبیب الله مین ثابت قدم رهنا سخت مشکل کام
هے اسی سبب سے تو منعم حقیقی نے یعسوب دین کو لقب لصاحبه کا عطا فرمایا

حق یہ ہے کہ ایسی صراحت کی توصیف تمام قرآن مجید مین کسیکی نسبت نہین آئی
اور نہ کسی سے ایسے عمدہ کارگذاری ظہور مین آئی جو سوائے صدیق اکبرؓ کے مصداق
لِصَاحِبِہٖ ثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ کا ٹھہرایا جاتا نہ اس آیت پاک مین تاویل کی گنجائش
ہے اور نہ استدلال کا موقع ہے مگر ملا صاحب نے صریح ترجمہ مین براہ تعصب
تصرف بیجا کو دخل دیا ہے فرماتے ہین پس پیغمبرؐ شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیرالمومنین
علیؓ را در جائے خود بخوابانید دیکھو شیعو ملا صاحب کے اس فقرے کو ترجمہ آیت سے
کیا تعلق ہے جو زبردستی اپنے غلو تعصب کا نقشہ جماتے ہین آیت مین تو کوئی لفظ
ایسا نہین ہے جس سے جناب امیرؓ مراد لئے جاوین اگر بستر پر صرف استراحت فرمانا
باعث ناز ہے تو اس سے بڑھکر کارگذاری فرزند ارجمند حضرت صدیق اکبرؓ کے بسا قابل
تحسین و آفرین ہے چنانچہ اسکا اقرار ملا صاحب کو بھی ہے کہ قتادہؓ گفتہ عبدالرحمنؓ
بن ابی بکرؓ در خفیہ در بامداد و شبانگاہ آمدے و برائے ایشان طعام آوردے
اگر اس عمدہ روایت کو بھی ملا صاحب ترجمہ مین داخل کردیتے تو کیا قباحت تھی
فقط جنابؓ امیر کی کارگذاری کے اظہار مین شاید ملا صاحب نے یہ فائدہ سوچا ہو
کہ جب اہل سنت آیہ کریمہ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ الخ کو حضرت صدیق اکبرؓ کی فضیلت
مین پیش کرینگے تو شیعہ بھی خلاصۃ المنہج کے ترجمہ آیہ موصوفہ سے یہ فقرہ پڑھکر سنا دینگے
کہ پیغمبرؐ شب پنجشنبہ در شہر مکہ امیرالمومنین علیؓ را در جائے خود بخوابانید بہرحال ملا
صاحب کے اس فقرے کو آیہ کریمہ کے ترجمہ سے کوئی تعلق نہین ہے اگرچہ جملہ مفسرین
و مورخین اہل سنت کا اس پر اتفاق ہی کہ واسطے پردہ داری راز رسول خدا کے بلاشبہ
جناب امیرؓ نے شب ہجرت کو بستر نبوی پر استراحت فرمائی مگر کلام صرف ترجمہ آیہ کریمہ

مین ہے جس مین ملا صاحب نے براہ تعصب تصرف کو دخل دیا ہے پس باتفاق
اظہر من الشمس بلکہ وابین من الامس ہے کہ آیہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ الخ مین
سوائے فضیلت صدیق اکبرؓ کے کسی دوسرے کی فضیلت کا ہرگز ذکر نہین ہے پھر
زبردستی بھی معنی بنانا عین خیانت ہے قطع نظر اسکے ملا صاحب کی تحریر سے تو
بخوبی ثابت ہے کہ کوئی کفار اشرار جناب امیرؓ کے قتل کا ہرگز قصد نہین رکھتا تھا
اور نہ کوئی جنابؑ کو صدیق اکبر وفاروق اعظم ویعسوب مومنین سمجھتا تھا جیسا کہ ملا صاحب
خود ہی ذیل مین آیت کے فرماتے ہین القصہ کفار ہمان شب سجانہ پیغمبر آمدند امیر المومنینؓ را در جائے
او خفتہ دیدند و گفتند کہ صاحب تو کجاست امیر علیہ السلام فرمود کہ نمی دانم چون روز شد
بطلب آن حضرتؐ از مکہ بیرون آمدند اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اصل مطلب
کفار کا یہی تھا کہ جس طرح سے ہوسکے رسولؐ خدا کو قتل کرنا چاہیے اسکے سوائے
کفار نابکار کے اور غرض نہ تھی ہان یہ بات یقینی تھی کہ اگر کفار حضرت رسولؐ خدا کو
یا اون کے یعسوب صدیق کو غار مین دیکھ لیتے یا راہ مین پا لیتے تو ضرور ہی قتل کر ڈالتے
ہرگز زندہ نچھوڑتے پس بقول ملا صاحب بخوبی معلوم ہوگیا کہ جناب امیرؓ سے کسی کو کاوش
نہ تھی پس رسولؐ خدا نے بھی جناب کو اسی مصلحت سے بستر پر لٹایا تھا کہ کسی قریش
کو جناب امیرؓ سے پرخاش نہین ہے اگر تھی تو صرف اصحابؓ باصفا بالخصوص حضرت صدیق
اکبر ہی سے تھی اس لئے حضرتؐ نے اونکو اپنے ہمراہ لیا ورنہ بہت سے حضرتؐ کے اصحابؓ جان نثار
ایسے راسخ الاعتقاد تھے کہ اگر حضرت بستر پر لیٹنے کا اونکو حکم فرماتے تو وہ بھی جانبازی مین
ہرگز کمی نکرتے پس بستر رسالتؐ مآب پر جناب امیرؓ کا آرام فرمانا مصلحت خاص کے
سبب تھا کوئی کمال کی بات نہین تھی ہان اگر کمال کی بات تھی تو بلاشک یہی تھی

جیسے کہ حضرت صدیق اکبر اور اونکی بخت جگر سے ظہور مین آئی البتہ اگر کفار اشرار ان دونون
صاحبون کو پالیتی ضرور ہی جان سے مار ڈالتی مزید برآن جو شدائد و مصائب و تکالیف
دعواقب حضرت رسول خدا کے مصاحب صدیق و یار رفیق و ہمدم انیس و غمگسار
جلیس پر غار ثور مین گذرے وہ بالاتفاق مورخین فریقین جناب امیر کے استراحت
وآرام واطمینان وبیخوفی جان سے بدرجہا بڑہے ہوے ہین اسی سبب سے خدا
عزوجل نے آنکو خطاب مستطاب یعنے القاب ثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ کا بلا شرکت
اغیار عطا فرمایا پس ایسے مصاحب صادق و یار موافق کے سوائے کون استحقاق
خلافت بلافصل کا رکھ سکتا ہے اگر باوصف اثبات آیات بینات کی بھی اہل نقض
کا اطمینان ہوا ہو اور زبردستی یہی کہے جاوین کہ اہل سنت جب تک کوئی حدیث
مفصل درباب خلافت بلافصل حضرت صدیق برحق نہ دکھاوین گے شیعہ کتاب ثانی
کی کسی آیت کو نہ مانین گے اور اوس مین بھی یہ تفصیل ہو کہ خلافت یکے باد دیگرے
ہو تو بسم اللہ اس قسم کی بھی صحیح حدیث اہل سنت کی طرف سے لیجئے اور اہل سنت
کے حق بجانب ہونے کی کچھ بھی تو داد دیجئے وہ حدیث پاک یہ ہے حدیث خ اَبُو هُرَیْرَۃَ
بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُنِیْ عَلٰی قَلِیْبٍ عَلَیْهَا دَلْوٌ فَنَزَعْتُ مِنْهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ
ثُمَّ اَخَذَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ فَنَزَعَ بِهَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ وَفِیْ
نَزْعِهٖ ضَعْفٌ وَاللّٰهُ یَغْفِرُ لَهٗ ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا فَاَخَذَهَا
ابْنُ الْخَطَّابِ فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا مِنَ النَّاسِ یَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ حَتّٰی ضَرَبَ
النَّاسُ بِعَطَنٍ بخاری مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ
جس حالت مین کہ ہین سوتا تھا کہ مین نے اپنے تئین دیکھا ایک کنوئین پر کہ

اوسپر ایک ڈول پڑا ہے سو مین نے اوس ڈول سے پانی کھینچا جتنا خدا نے چاہا پھر اوسکو ابن قحافہ یعنی صدیق اکبرؓ نے لیا سو اوس سے ایک یا دو ڈول نکالے اور اوسکے کھینچنے مین کچھ سستی و آہستگی تھی اور خدا اوسکو معاف کریگا پھر وہ ڈول بل ہوگیا پھر اوس کو ابن خطاب یعنی عمرؓ نے لیا سو مین نے تو آدمیون سے ایسا عجیب غریب بڑا زور آور کسیکو نہین دیکھا جو عمرؓ کی طرح پانی کھینچتا ہو یہانتک اوس نے پانی کثرت سے نکالا کہ لوگون نے اپنے اونٹون کو پانی سے آسودہ کر کے اونکی نشستگاہون پر بٹھلایا ف عرب مین اونٹون کی کثرت ہے اور معمول ہے کہ پانی کے وقت اونٹون کو کوئین پر لاتے ہین پھر سبکو پانی پلاکر علیحدہ مکان پر بٹھلاتے ہین سو ڈول کھینچنے سے مراد دین کے سرداری ہے اس حدیث مین ترقی اسلام اور صدیق اکبر اور فاروق اعظمؓ کی خلافت کا اشارہ ہے یعنی حضرتؐ رسولؐ خدا نے اس رویاء صادق کی یہ تعبیر فرمائی کہ بعد ہمارے ابو بکرؓ خلیفہ ہونگے مگر وہ ایک یا دو ڈول آہستگی سے نکالین گے یعنی خلافت کی مدت کم ہوگی اون کے وقت مین اسلام عالم مین خوب نہین پھیلے گا چنانچہ صدیقؓ برحق کل دو برس خلیفہ رہے اس مدت مین مسیلمہ کذاب و اسود عنسی و طلحہ وغیرہ کو قتل کیا اور اکثر اقوام مثل بنو فزارہ و عیینہ بن حصن و غطفان قوم قرہ بن سلمہ و بنو سلیم قوم شوم ابن عبد یا لیل و بنو یربوع قوم مالک بن نویرہ و بنو تمیم قوم سجاح بنت المنذر متنبہ زوجہ مسیلمہ کذاب و بنو کندہ قوم اشعث بن قیس کندی و بنو بکر مقام بحرین کے مرتدین کو مغلوب کر کے تمام عرب کا اسلام مضبوط کیا بلکہ کچھ حصہ ملک شام کا بھی لے لیا اسی اثنا مین آپنے رحلت فرمائی پھر حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے دس برس خلیفہ رہے اون کے وقت مین

عالم مین خوب ہی اسلام ظاہر ہو گیا ملک شام و مصر و ایران و عراق و اکثر روم فتح ہوا چار ہزار بڑے بڑے شہر مع پرگنات فتح ہوئے اور چار ہزار جامع مسجد تیار ہوئین اور چار ہزار بتخانہ توڑے گئے اور بیشمار خزانے مسلمانون مین تقسیم ہوئے لوگ آسودہ و غنی ہو گئے جو حضرت کے بعد ہونا تھا سو خدا نے آنکو خواب مین دکھلادیا اگر کہین کہ اہل سنت کی حدیث کو شیعہ تسلیم نہین کر سکتے ہین جبتک کہ اپنی کتب معتبرہ مین ایسی کوئی حدیث صحیح نہ دیکھ لین تو بفضل خدا و برکت سید الانبیا اہل سنت پر یہ بات بھی کچھ دشوار نہین بلکہ بہت آسان ہے کیونکہ حملہ تواریخ اہل تشیع مین مثل حملہ حیدری و روضۃ الصفا و طبری و کشف الغمہ وغیرہ کے خلافت خلفاء اربعہ کی علی الترتیب مرقوم ہے اگر شیعہ آنکھ رکھتے ہون تو دیکھ لین اور اگر کان رکھتے ہون تو سن لین اور اگر عقل رکھتے ہون تو سمجھ لین اور اگر انصاف رکھتے ہون تو داد دین اور اگر براہ بیدادی جملہ تواریخ مذکورہ کو بھی پس پشت ڈالا جاوے اور ناحق اونکے اعتبار کا خون کیا جاوے تو اس لئے چند احادیث مستند کتب شیعہ سے نقل کی جاتی ہین اول احقاق الحق کے مسئلہ خامس مین یہ حدیث صحیح بالاجماع شیعہ مرقوم ہے كَانُوا فِي هٰذَا السُّكُوتِ مُرَاعِينَ لِمَا وَصّٰى بِهِ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ الصَّبْرِ وَعَدَمِ مُجَادَلَةِ الثَّلٰثَةِ اِبْقَاءً فِي ذٰلِكَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْمُسْتَضْعَفِينَ وَحِفْظًا لِلدِّينِ ترجمہ یعنی تمام بنی ہاشم اس بارے مین (یعنی خلافت بلافصل حضرت صدیق اکبر مین) رعایت سکوت کی کرتے تھے اس لئے کہ رسول خدا نے وصیت صبر و نکرنے جنگ خلفاء ثلثہ کے ساتھ کی تھی خاص واسطے وفاداری برحال مسلمانان و حفاظت دین کی دیکھو شیعو تمہاری ہی حدیث سے خلافت حقیہ

خلفائے ثلثہ کی برحق ثابت ہوئی اگر نعوذ باللہ خلافت خلفائے ثلثہ حق نہ تھی تو کیون وما ینطق عن الھوی نے وصیت صبر و سکوت کی جناب امیرؓ کو فرمائی اور کیون حضرتؐ نے اس حدیث مین اس طرح سے فرمایا کہ نگہبانی مسلمانان ضعیف و سوستان نحیف کی خلفائے ثلثہ ہی کے زمانہ مین ہوگی پس شیعون کی ہی حدیث سے بخوبی ثابت ہوگیا کہ خلافت خلفائے ثلثہ یکے بعد دیگرے برحق تھی بفرض محال اگر شروع ہی سے جنابؑ امامت دستگاہ خلیفہ بلافصل بنائے جاتے تو ترقی در کنار بلکہ اسلام کا نام ونشان بھی دنیا مین سے مٹ جاتا جیساکہ دستور العمل جناب امام المشارق والمغارب سے اظہر من الشمس ہے دوم مجمع البحرین نہایت ہی معتبر کتاب شیعہ مین مرقوم ہے کہ جناب امیرؓ نے حضرت رسول خدا صلعم سے سنا تھا کہ خلافت بلافصل حق حضرت صدیقؓ اکبر کا ہے بعد اون کے حق حضرت عمرؓ فاروق کا بعد اون کے حق حضرت عثمانؓ ذی النورین کا بعد اون کے حضرت علیؓ کا چنانچہ یہ روایت حضرت امام رضاؓ سے کتاب مذکور مین مروی ہے اور وہ راوی ہین حضرت امام موسیٰؓ کاظم سے اور وہ راوی ہین حضرت امام جعفرؓ صادق سے اور وہ راوی ہین حضرت امام محمد باقرؓ سے اور وہ راوی ہین حضرت امام زین العابدین سے اور وہ راوی ہین شہید کربلاؓ سے اور وہ راوی ہین حضرت امیر المومنینؓ سے اس حدیث سے بخوبی خلافت علی الترتیب ثابت ہوئی مگر اس امر حق کو وہی تسلیم کرسکتا ہے جسکو کہ اسلام سے بہرہ کافی حاصل ہے نہ وہ کہ محض تعصب کے سبب سے غافل ہے سوم نہج البلاغت مین جو شیعون کے نزدیک متواتر کتاب ہے یہ خطبہ منقول ہے جسکے ہر حرف سے بوئے خلافت بلافصل حضرت صدیقؓ اکبر کی آتی ہے اور اوس کے ہر لفظ سے نیابت نائبؐ

برحق رسُول خدا کی ثابت ہوتی ہے مگر اس امر حق کو وہی قبول کر سکتا ہے
جسکو جناب امیرؑ کی صداقت پر پورا پورا یقین ہے نہ وہ کہ جناب امیرؑ کی
فقط محبت کا تو مدعی ہو اور جناب موصوفؑ کے قول و فعل کو منسوب بکذب
کر کے نعوذ باللہ خاطی و عاصی ٹھہرا دے ایسی قوم ناحق شناس باطل پرست
سے پناہ جو امام معصوم کو سچا نہ سمجھے ایسے شخص کے کفر پر کسکو شبہ ہو سکتا ہے
بالاجماع وہ کافر خاسر ہے اگرچہ نقل خطبۂ جناب کی کتاب المواقعة ابن سمان
عالم اہل سنت سے کی جاتی ہے مگر اہل تشیع خطبۂ موصوفہ کو بلفظہ نہج البلاغت
سے ملا دیکھیں امید قوی ہے کہ بسدم اہل انصاف اس خطبۂ شریف کو
عدالت کی آنکھ سے ملاحظہ فرمائینگے ضرور ہے کہ جناب امیرؑ کے ہر ایک
کلمۂ دردناک پر کہ جسکو سنکر چشم فلک گریان ہو اور دل ماہی زمین بریان
آنسوؤں کا دریا بہائینگے کیونکہ یہ فرمان صدق ترجمان اوس معصوم
کا ہے جسکی تکذیب سے انسان دائرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے جیسے خوارج
بے دین خذلھم اللہ تعالےٰ اسلام سے خارج کئے گئے اب سنئے خطبہ
جناب امیرؑ کو کتب فریقین سے بجنسہ وھو ہذا روی الحافظ ابو سعید ابن
السمان وغیرہ من المحدثین عن محمد بن عقیل ابن ابی طالب
انہ لما قبض ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ وسجی علیہ ارتجت
المدینۃ بالبکاء کیوم قبض فیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
سلم فجاء علی رضی اللہ عنہ باکیا مسترجعا وھو یقول
الیوم انقطعت خلافۃ النبوۃ فوقف علی باب البیت الذی فیہ

أَبُو بَكْرٍ مُسَجًّى فَقَالَ رَحِمَكَ اللّٰهُ أَبَا بَكْرٍ كُنْتَ إِلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنِيْسَهُ وَمُسْتَرْوَحَهُ وَثِقَتَهُ وَوَاقِفَ سِرِّهِ وَمُشَاوِرَهُ
كُنْتَ أَوَّلَ قَوْمِهِ إِسْلَامًا وَأَخْلَصَهُمْ إِيْمَانًا وَأَشَدَّهُمْ
يَقِيْنًا وَأَخْوَفَهُمْ بِاللّٰهِ وَأَعْظَمَهُمْ غَنَاءً فِي دِيْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ
وَأَحْوَطَهُمْ لِرَسُوْلِهِ وَأَشْفَقَهُمْ عَلَيْهِ وَأَحْدَبَهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ
وَأَيْمَنَهُمْ عَلَى أَصْحَابِهِ وَأَحْسَنَهُمْ صُحْبَةً وَأَكْثَرَهُمْ مَنَاقِبَ
وَأَفْضَلَهُمْ سَوَابِقَ وَأَرْفَعَهُمْ دَرَجَةً وَأَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيًا وَسَمْتًا وَرَحْمَةً وَفَضْلًا وَخُلُقًا وَ
أَشْرَفَهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً وَأَكْرَمَهُمْ عَلَيْهِ وَأَوْثَقَهُمْ عِنْدَهُ
جَزَاكَ اللّٰهُ عَنِ الْإِسْلَامِ وَعَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَعَنِ الْمُسْلِمِيْنَ خَيْرًا كُنْتَ عِنْدَهُ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ
صَدَّقْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ كَذَّبَهُ
النَّاسُ فَسَمَّاكَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي تَنْزِيْلِهِ صِدِّيْقًا فَقَالَ عَزَّ مَنْ
قَالَ اَلَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ
فَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَدَّقَ
بِهٖ أَبُوْ بَكْرٍ وَاسَيْتَهُ حِيْنَ بَخِلُوْا وَقُمْتَ مَعَهُ عِنْدَ الْمَكَارِهِ
حِيْنَ عَنْهُ قَعَدُوْا وَصَحِبْتَهُ فِي الشِّدَّةِ أَحْسَنَ الصُّحْبَةِ ثَانِيَ
اثْنَيْنِ وَصَاحِبَهُ فِي الْغَارِ وَالْمُنْزَلَ عَلَيْهِ السَّكِيْنَةُ وَرَفِيْقَهُ فِي
الْهِجْرَةِ وَخَلِيْفَتَهُ فِي دِيْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَأُمَّتِهِ أَحْسَنْتَ الْخِلَافَةَ

حِيْنَ ارْتَدَّ النَّاسُ وَقُمْتَ بِالْاَمْرِ مَا لَمْ يَقُمْ بِهٖ خَلِيْفَةُ
نَبِيٍّ نَهَضْتَ حِيْنَ وَهَنَ اَصْحَابُكَ وَبَرَزْتَ حِيْنَ اسْتَكَانُوْا
وَقَوِيْتَ حِيْنَ ضَعُفُوْا وَلَزِمْتَ مِنْهَاجَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَصْحَابِهٖ اِذْ كُنْتَ خَلِيْفَةً حَقًّا وَلَمْ تُنَازِعْ وَلَمْ
تَدْفَعْ بِرَغْمِ الْمُنَافِقِيْنَ وَكَبْتِ الْكَاذِبِيْنَ وَكُرْهِ الْحَاسِدِيْنَ
وَصَغَرِ الْفَاسِقِيْنَ وَزَيْغِ الْبَاغِيْنَ وَقُمْتَ بِالْاَمْرِ حِيْنَ فَشِلُوْا
وَنَطَقْتَ حِيْنَ لَقِيُوْا وَمَضَيْتَ نُفُوْذًا اِذْ وَقَفُوْا فَاتَّبَعُوْكَ فَهُدُوْا
وَكُنْتَ اَخْفَضَهُمْ صَوْتًا وَاَعْلَاهُمْ فَوْتًا وَاَقَلَّهُمْ كَلَامًا وَاَصْوَبَهُمْ
مَنْطِقًا وَاَطْوَلَهُمْ صَمْتًا وَاَبْلَغَهُمْ قَوْلًا وَاَكْبَرَهُمْ رَاْيًا وَاَشْجَعَهُمْ
وَاَعْرَفَهُمْ بِالْاُمُوْرِ وَاَشْرَفَهُمْ عَمَلًا كُنْتَ وَاللّٰهِ لِلدِّيْنِ
يَعْسُوْبًا اَوَّلًا حِيْنَ تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ وَاٰخِرًا حِيْنَ فَشِلُوْا كُنْتَ
لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَبًا رَحِيْمًا اِذْ صَارُوْا عَلَيْكَ عِيَالًا تَحَمَّلْتَ اَثْقَالَ مَا
ضَعُفُوْا عَنْهُ وَرَعَيْتَ مَا اَهْمَلُوْا وَحَفِظْتَ مَا اَضَاعُوْا وَعَلَوْتَ
اِذْ هَلَعُوْا وَصَبَرْتَ اِذْ جَزِعُوْا وَاَدْرَكْتَ اَوْطَارَ مَا طَلَبُوْا وَرَجَعُوْا
اَرْشَدْتَهُمْ بِرَاْيِكَ فَظَفِرُوْا وَنَالُوْا بِكَ مَا لَمْ يَحْسِبُوْا وَجَلَيْتَ
عَنْهُمْ فَاَبْصَرُوْا كُنْتَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ عَذَابًا صَبًّا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
رَحْمَةً وَاُنْسًا وَحِصْنًا فَطِرْتَ وَاللّٰهِ بِعُبَابِهَا وَفُزْتَ بِحِبَائِهَا
وَذَهَبْتَ بِفَضَائِلِهَا وَاَدْرَكْتَ سَوَابِقَهَا لَمْ تَفُلَّ حُجَّتُكَ وَلَمْ
تَضْعُفْ بَصِيْرَتُكَ وَلَمْ تَجْبُنْ نَفْسُكَ وَلَمْ يَزِغْ قَلْبُكَ كَالْجَبَلِ

لَاتُحَرِّكُهُ العَوَاصِفُ وَلَا يُزِيلُهُ القَوَاصِفُ وَكُنْتَ كَمَا قَالَ رَسُولُ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنُ النَّاسِ عَلَيْهِ فِي صُحْبَتِكَ وَذَاتِ
يَدِكَ وَكَمَا قَالَ ضَعِيفًا فِي بَدَنِكَ قَوِيًّا فِي اَمْرِ اللّٰهِ مُتَوَاضِعًا
فِي نَفْسِكَ عَظِيمًا عِنْدَ اللّٰهِ جَلِيلًا فِي اَعْيُنِ المُؤمِنِينَ كَبِيرًا
فِي اَنْفُسِهِمْ لَمْ يَكُنْ لِاَحَدٍ فِيكَ مَغْمَزٌ وَلِقَائِلٍ فِيكَ مَهْمَزٌ وَلَا
لِاَحَدٍ فِيكَ مَطْمَعٌ الضَّعِيفُ الذَّلِيلُ عِنْدَكَ قَوِيٌّ
عَزِيزٌ حَتّٰى تَاخُذَ بِحَقِّهِ وَالقَوِيُّ العَزِيزُ عِنْدَكَ ضَعِيفٌ ذَلِيلٌ
حَتّٰى تَاخُذَ مِنْهُ الحَقَّ القَرِيبُ وَالبَعِيدُ عِنْدَكَ سَوَاءٌ اَقْرَبُ النَّاسِ
اِلَيْكَ اَطْوَعُهُمْ لِلّٰهِ وَاَتْقَيهُمْ لَهُ شَانُكَ الحَقُّ وَالصِّدْقُ
وَالرِّفْقُ وَقَوْلُكَ حُكْمٌ وَجَزْمٌ وَاَمْرُكَ حِلْمٌ وَحَزْمٌ وَرَأيُكَ
عِلْمٌ وَعَزْمٌ بَلَغْتَ وَاللّٰهِ بِهِمِ السَّبِيلَ وَسَهَّلْتَ العَسِيرَ وَ
اَطْفَأتَ النِّيرَانَ وَاعْتَدَلَ بِكَ الدِّينُ وَقَوِيَ الاِيمَانُ
وَثَبَتَ الاِسْلَامُ وَالمُسْلِمُونَ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَلَوْ كَرِهَ الكَافِرُونَ
فَسَبَقْتَ وَاللّٰهِ سَبْقًا بَعِيدًا وَاَبْقَيْتَ مِنْ بَعْدِكَ اِتْعَابًا شَدِيدًا
وَفُزْتَ بِالخَيْرِ فَوْزًا مُبِينًا فَجَلَلْتَ عَنِ البُكَاءِ وَعَظُمَتْ رَزِيَّتُكَ
وَهَدَّتْ مُصِيبَتُكَ الاَنَامَ فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ ٥ ترجمہ

جب وفات پائی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور چادر اون پر ڈہکدی
گئی کھرام مچگیا مدینہ مین رونے کی آوازسے مثل اوس دن کے کہ وفات پائی تھی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس آئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے

اور اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے ہوئے اور یہ فرمارہے تھے کہ آج
خلافت نبوت منقطع ہوئی اور اوس گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے جسمین
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نعش پر کپڑا ڈھکا ہوا تھا پس فرمایا کہ اے ابوبکرؓ خدا
تمپر رحمت کرے تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دوست اور مونس اور
آرام گاہ اور معتمد علیہ اور واقف اسرار اور محل مشورت تھے تمہارا اسلام
ساری قوم عرب سے پہلے تھا اور ایمان تمہارا خالص تر تھا اور تقوی تمہارا
سخت تر تھا اور تم اللہ جلّ شانہ سے بہت ڈرنے والے اور دین الہی کے معاملہ
مین بڑے تکلیف اوٹھانے والے اور جناب رسالتمآب کے بڑی ہوشیاری
رکھنے والے اور اون کے بہت بڑے غمخوار تھے اور بکثرت مال خرچ کرنیوالے
اسلام پر اور بڑے امین حضرتؐ کے اصحابؓ پر اور تمہاری رفاقت حضرتؐ کو
نہایت ہی محبوب تھی اور سب سے زیادہ والا مناقب مین اور سب سے زیادہ سوابق
حقوق مین اور سب سے زیادہ بلند مرتبہ مین اور راہ وروش اور مہربانی اور بزرگی
اور خوش اخلاقی مین سب سے زیادہ حضرتؐ کے ساتھ مشابہت رکھنے والے
اور تمہارا درجہ حضرتؐ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور بلند تھا اور
تمپر حضرتؐ کا سب سے زیادہ اعتماد تھا حق تعالے تمکو دین اسلام اور رسول اللہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جمیع مسلمانون کی طرف سے جزائے خیر دے تم حضرتؐ
کے نزدیک بمنزلہ سمع وبصر کے تھے تمنے حضرتؐ کی اوسوقت مین تصدیق کی
کہ لوگون نے تکذیب کی پس جناب باری عزّاسمہ نے تمکو اپنے کلام پاک مین
صدیق کا لقب دیا چنانچہ فرمایا جو سچ بات لایا یعنی آنحضرتؐ اور جسنے اوسکی تصدیق

کی یعنی ابوبکرؓ نے یہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہین اور تمنے حضرتؐ کو مال سے
مددی جب قوم نے بخل کیا اور مکروہات کے وقت تم اون کی خدمت
مین ہمیشہ حاضر رہے جب اور لوگ بیٹھ رہے اور تمنے سختی کی حالت مین
حضرتؐ کی بہت اچھی رفاقت کی اور غار مین رفیق اور دو مین سے دوسرے
تمہین تھے جسپر اللہ نے اپنی سکینت نازل فرمائی تھی اور ہجرت مین تمھین رفیق
تھے اور دین اسلام اور امت مین تمھین حضرتؐ کے خلیفہ تھے تمنے خلافت کا
حق بہت اچھا ادا کیا جبکہ لوگ مرتد ہوگئے تھے اور تم امر حق پر اتنے قائم رہے
(یا امر حق کو ایسا قائم رکھا) کہ کسی نبی کی کسی خلیفہ نے قائم نہ کہا تھا تم چستی کے
ساتھ کھڑے ہوگئے جبکہ اور اصحابؓ تمھارے سست ہوگئے اور تمنے اقدام
کیا جسوقت کہ اصحابؓ عاجز آگئے اور تمنے تقویت دی جبکہ اور سب ناتوان
ہوگئے اور جب تک تم خلیفہؓ برحق رہے اصحابؓ کے باب مین طریقہ آنحضرتؐ کا
ایک دم نچھوڑا اور تمھارے باب مین کسی نے تنازع اور مزاحمت نہین کی منافقون
کی مخالفت اور جھوٹون کی ذلت اور دشمنون کی ناخوشی اور فاسقون کی بیقدری
اور سرکشون کی کجروی کی حالت مین بھی تم امر حق پر قائم رہے جبکہ لوگون نے
نامردی کی اور تم کلمۃ الحق سے خاموش نرہے جبکہ لوگون کی زبان بندرہی
اور تم بہت جلد گذرے جبکہ لوگ کھڑے رہگئے پس لوگون نے تمھاری پیروی
کی سو ہدایت پائی اور تم سب سے زیادہ آہستگی اور نرمی کے ساتھ بولنے والے
تھے اور سب سے برتر سبقت لیجانے والے تھے اور سب سے زیادہ کم گو اور تمھاری بات
سب سے زیادہ صواب پر تھی اور سب سے زیادہ دراز تر خاموش رہتے تھے اور ہربات

نہایت پھونچکر رکھتے تھے اور تمھاری رائے سب سے زیادہ بڑہکر تھی اور بہت ہی
بڑے شجاع اور ہر کام سے زیادہ تر واقف اور عمل مین سب سے زیادہ بلند تر
بخدا تم دین کے پیشوا تھے پہلے سے جبکہ لوگ اوس سے گریز کر رہے تھے +
اور آخر کار بھی جبکہ لوگون نے نامردی کی تم مسلمانون کے پدر شفیق تھے تب
وہ تمھارے بچائے عیال و اطفال کے ہوئے تمنے اون کے وہ بوجھ اوٹھائے
جنکے اوٹھانے کی وہ طاقت نہین رکھتے تھے اور تمنے نگہبانی کی جس چیز کو وہ
چھوڑ گئے اور خبرداری کی جس چیز کو اونہون نے ضائع کیا اور تم بالاتر رہے
جبکہ اونھون نے بیقراری ظاہر کی اور تمنے صبر کیا جبکہ وہ مضطر ہوئے اور تم پھونچ
گئے اون چیزون کی انتہا کو جنکے وہ طالب تھے اور رجوع کیا اونھون نے راہ
یابی کی طرف تمھاری تدبیر کی سبب سے پس وہ کامیاب ہوئے اور تمھارے سبب
پھونچ گئے اون مقاصد کو جنکا وہ گمان نرکھتے تھے اور تمنے اون کی آنکھین کھول
دین پس وہ بینا ہو گئے اور تم کفار کے حق مین ایک عذاب شدید تھے اور مسلمانون
کے لئے رحمت اور محبت اور سیرابی پس اوڑ گئے تم بخدا ان مراتب بلند کی چوٹی
تک اور کامیاب ہوئے تم ساتھ قرب بارگاہ الٰہی کے اون مراتب سے سب
فضائل تم لے گئے اور پیشدستی لیجانے والے کامون کو تمنے پالیا تمھاری دلیل
کبھی رخنہ پذیر نہوئی اور تمھاری رائے کبھی سست نہ پڑی اور تمھارا دل کبھی ڈہکڑ
پکڑ نہوا اور کبھی اوس مین کجی نہ آئی جیسے پہاڑ کہ آندھیان اوس کو ہلا نہین سکتین
اور صدمے اوس کو جگہ سے نہین ہٹا سکتے اور رہتے تھے تم ویسے ہی جیسا کہ
جناب رسالت مآب نے فرمایا زیادہ تر محسن حضرتؐ کے اپنی رفاقت اور مال سے

اور جیسا کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ بدن مین ضعیف اور کار الہی مین قوی اپنے دل سے خاکسار اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک عالیمقدار اور مسلمانون کے دلون اور آنکھون مین جلیل القدر و بزرگ تر کسیکے لئے تمھارے حق مین جائے طنز و محل گرفت نہ تھے اور کوئی تمسے بیجا طمع نہین رکھ سکتا تھا بڑے ذلیل لوگ تمھارے نزدیک قوی عزیز تھے اون کا حق دلوانے کے باب مین اور قوی زبردست لوگ تمھارے آگے ضعیف اور ذلیل تھے بدلہ لینے کے بارے مین یگانے و بیگانے تمھارے نزدیک برابر تھے سب سے زیادہ نزدیک تمسے وہ شخص تھا جو سب سے زیادہ خدائیتعالےٰ کا تابعدار اور پرہیزگار تھا تمھارے سب کام حق اور راستی و مبنی بر رفق تھے تمھارا ہر قول حکم محکم تھا اور ہر امر علم اور ہوشیاری تھا اور تمھارے ہر رائے دانائی اور ہمت سے بھری ہوئی تھی واللہ تمنے مسلمانون کو رستہ پر پہونچا دیا اور مشکلین آسان کردین اور آگین فتنہ و فساد کی بجھا دین اور دین تمھارے سبب سے اعتدال اصلی پر آگیا اور ایمان با قوت ہو گیا اور اسلام و مسلمان ثابت قدم و راسخ دم ہو گئے اور حکم خدا غالب آگیا اگرچہ برا مانا کئے کافر بخدا تم بہت دور تک سبقت لے گئے ہو اور اپنے پچھلونکو وہان تک پہونچنے کے واسطے مشقتین چھوڑ گئے ہو اور بھلائی کے ساتھ تمنے بہت بڑی کامیابی حاصل کی پس تم زیادہ اس سے وقعت رکھتے ہو کہ کوئی تمپر روئے اور تمھارے انتقال کی بہت بڑی مصیبت مسلمانون پر آپڑے اور یہ مصیبت عام خلائق کے واسطے رہبر ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ

اے شیعو اس خطبہ کے ایک ایک لفظ کو دیکھو کہ جناب امیرؑ کرم اللہ وجہہ کیسی کیسی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اوصاف حمیدہ بیان فرماتے ہین اور امام معصومؑ

کس طرح سے اون کی خلافت بلافصل کی تصدیق کرتے ہین اگر اسپر بھی تمکو یقین نہوگا تو تم مصداق قول جناب امیرؓ کے ٹھہروگے اور گروہ اہل افراط مین بلاشک داخل ہوگے جیسا کہ نہج البلاغت من کلام الجوادح مین مرقوم ہے قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ سَیَهْلِکُ فِیَّ صِنْفَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ تَذْهَبُ بِهِ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ وَمُبْغِضٌ مُفْرِطٌ تَذْهَبُ الْبُغْضُ اِلٰی غَیْرِ الْحَقِّ وَخَیْرُ النَّاسِ مَنْ فِی الْحَالِ النَّمَطِ الْاَوْسَطِ ترجمہ جناب امیرؓ نے فرمایا کہ دو گروہ میرے لئے ہلاک ہون گے ایک وہ کہ زیادتی کرے میرے محبت مین اوس حد تک کہ محبت میری اوس کو کھینچے ناحق کی طرف دوسرا وہ کہ کمی کرے میری محبت مین اوس حد تک کہ کمی محبت میری کی اوس کو کھینچے ناحق کی طرف اور بہتر آدمیون کا وہ شخص ہے کہ افراط و تفریط مین برابر ہو الحمد للہ یہی مذہب ہے اہل سنت والجماعت کا اس قول مین جناب امیرؓ نے تین گروہون کی عقائد بیان فرمائی اہل افراط سے مراد روافض ہین اور اہل تفریط سے مراد خوارج ہین اور اہل توسط سے مراد اہل سنت والجماعت ہین اس سبب سے کہ عدو حب علیؓ و سنیؓ کے مساوی ہین اگرچہ بکثرت کتب تفاسیر و تواریخ و سیر فریقین سے فضیلت و بلافصل حق خلافت حضرت صدیق اکبر کا ثابت ہے مگر بفضل مفضل حقیقی تقدیر الٰہی سب سے بالاتر ہے وَلَوْ کَرِهَ الْکَافِرُوْنَ بیت

زحکمے کہ آن در ازل راندہ		نگردد قلم زانچہ گرداندہ	

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

تتمہ رسالہ ہذا

واضح ہو کہ جملہ سوالات واہیات حضرات متشیعین متعصبین کی تین قسم پر منقسم ہوا کرتی ہین اور اوسپر اون کو اس درجہ کی اڑ ہوتی ہے کہ حق کو باطل سے اور خیر کو شر سے مطلق نہین جدا کرتے ہین راست کو دروغ ٹھہراتے ہین دروغ کو با فروغ بتاتے ہین پناہ ابن سبا کے چیلون سے پناہ وہ اقسام یہ ہین اول جن آیات بینات و احادیث سرور کائنات کو اہل سنت درباب اثبات فضیلت جناب امیرؓ خلیفہ برحق علی الترتیب کے بجواب نواصب و خوارج تحریر کرتے ہین اہل تشیع اونہین آیات و احادیث کو بغیر سمجھنے معنی اور بے سوچے مطلب کے بمقابلہ اہل سنت پیش کرکے حجت لاطائل و دلیل باطل لاتے ہین اور محض فضول بلکہ سراسر مجہول اصرار و تکرار دربارۂ خلافت بلافصل جناب امیرؓ پر فرماتے ہین اور اسکے ساتھ مین یہ بات بھی ضرور ہی ہوا کرتی ہے کہ اہل افراط کے جمیع مفسرین و مجتہدین خواہ آیت ہو خواہ حدیث اون مین اپنے تصرف بیجا اور تکلف ناسزا کو داخل کردیا کرتے ہین جسکے چند نمونے رسالہ ہذا مین واسطے عبرت اہل غیرت کے قلم بند کیے گئے باید دید دوم جو دلائل معقول و حجج مقبول اہل سنت درباب استحقاق خلافت حقہ جناب امامت دستگاہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ فی وقت من الاوقات بمقابلہ اہل تفریط یعنی خوارج مردود و نواصب مطرود کے پیش کیا کرتے ہین اہل افراط یعنی روافض اونہین ادلات باہرہ کو گروہ متوسط یعنی اہل سنت پر

حجت لایعنی لاتے ہین حالانکہ نادان بسبب کثرت غلو از راہ کج فہمی کے یہ نہین سمجھتے ہین کہ مقصود اصلی و مراد قلبی اہل تحقیق کا صرف اثبات استحقاق خلافت راشدہ فی وقت من الاوقات جناب امیرؓ سے ہے نہ خلافت بلافصل جناب امیرؓ سے انصاف باید سوم اہل تشیع جتنی روایات واہیات وحکایات خرافات مثل کرامات بعید از عقل وخوارق عادات خلاف از نقل دربارۂ خلافت بلافصل جناب امیرؓ کے اہل سنت کے مقابلہ مین پیش کیا کرتے ہین وہ جز و کل موضوعات ومخترعات روسا و علماء فرقہ سبائیہ سے ہوا کرتے ہین اہل سنت کی کتب معتبرہ مین اون کا کچھ بھی وجود نہین پایا جاتا ہے اہل سنت کو اون کے کید عظیم سے بچنا چاہیے کیونکہ فی زماننا پیر صنعانی کے مریدون کو بہت بڑا حوصلہ مناظرہ کا پیدا ہوا ہے اس لئے چند مطاعن نواصب ملعون کے جو البتہ جواب طلب ہین کتاب خراب ابوالقاسم عبدالحمید مغربی ناصبی سے لکھی جاتی ہین چونکہ اون مطاعن کا جواب اہل سنت پر بھی فرض ہے کیونکہ یہ فرقہ متوسط جناب امیرؓ کو علیٰ قدر مراتب دلی دوست رکھتا ہے اور ہمیشہ افراط وتفریط سے بچتا ہے پس اس موقع پر ضرور ہے کہ تھوڑے سے مطاعن دفتر کل طویل نواصب مردود سے اس مجمل مین معہ جواب دندان شکن اہل سنت کے نقل کئے جاوین جنکو دیکھکر مخالفین دانتون مین انگشت حیرت دباوین باید شنید از انجملہ یہ کہ جناب امیرؓ نے تمام مال ومنال واسلحہ واقمشہ حضرت عثمانؓ خلیفہ برحق پر تصرف ناجائز کیا حالانکہ مال مسلمان پر تصرف کرنا کسی طرح سے درست نہین ہے نہ شرعاً ونہ عرفاً جنابؓ کو لازم تھا کہ جیسے حضرت عثمانؓ غنی

سے کہ ورثائے اپنا ورثہ طلب کیا تھا ویسے ہی دیدیتے خود خورد برد نکر جاتے اور اور نہ اوس وراثت عثمانی سے دوسرے لوگون کو حصہ دیتے پس یہ تصرف بیجا باعث کبیرہ کا ہوا اور مرتکب کبیرہ ہرگز قابلیت امامت کی نہین رکھ سکتا ہے۔

جواب اہل سنت یہ الزام صریح اتہام نواصب کا نسبت خلیفہ برحق جناب امیرؓ کے محض بیجا ہے اس لئے کہ یہ تصرف جنابؓ کا بمنصب خلافت راشدہ کے تھا نہ ازراہ غصب کے کیونکہ نہین تصرف کرتا کوئی بیت المال خلافت پر مگر خلیفہ بعد خلیفہ کے چنانچہ ایسا ہی تصرف کیا حضرت عمرؓ فاروق اعظم نے بعد رحلت فرمانے خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ صدیق اکبر کے اور ایسا ہی تصرف کیا حضرت عثمانؓ غنی ذی النورین نے بعد شہادت خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ فاروق کے پس تصرف جناب امیرؓ خلیفہ برحق کا بھی اوسی قبیل سے متحقق ہوا کیونکہ آنجنابؓ بھی استحقاق خلافت راشدہ کا رکھتے تھے بموجب حدیث مقبول الطرفین اَلْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ عَامًا ثُمَّ یَکُوْنُ بَعْدَ ذٰلِکَ الْمُلْکُ عَضُوْضًا ترجمہ یعنی خلافت راشدہ کا زمانہ صرف تیس ۳۰ برس کا ہے بعد اسکے ہوگا ملک کاٹنے والا یعنی بادشاہت جسمین ظاہر ظلم ہون گے جب جناب امیرؓ بھی بموجب حدیث اسی وصف مین شامل ہین تو جائے طعن نہین ہو سکتے ہین اور یہ کہنا نواصب کا بھی بالکل غلط ہے کہ جناب امیرؓ نے مال مکسوبہ حضرت عثمانؓ پر بھی تصرف کیا کیونکہ تاریخون مین اسکا اثر نہین ہے اگر کہین کہ پھر ورثا نے کیون وراثت کا دعوی کیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ ورثا کو معلوم نہ تھا اس لئے دعوی کیا جب اون کو بخوبی تحقیق ہوگیا کہ بیت المال مین ورثا کا

حق نہین ہوتا ہے او سیدم دست بردار ہو گئے اور پھر کوئی بھی اون مین سے مدعی وراثت کا نہوا جیسا کہ تواریخون معتبرہ سے ثابت ہے کہ جناب امیرؓ نے بعد شہادت حضرت عثمان غنیؓ کے بیت المال پر جب آپ باجماع اصحابؓ خلیفہ مقرر کئے گئے تصرف کیا اور مال مملوکہ ومکسوبہ حضرت عثمان غنیؓ کا ورثائے کے سپرد کر دیا پس تصرف بیت المال کا خلیفہ برحق کو جائز ہے کہ بعد خلیفہ مرحوم کے کرے چنانچہ یہی دستور ہے بادشاہون کا کہ بعد فوت ہونے ایک کے دوسرا جانشین ہوتا ہے تو وہ اپنا تصرف بیت المال پر کرتا ہے مثل تخت وتاج وخزانہ وباج واسپان وفیلان وتوشکخانہ وتوپخانہ وغیرہ۔

ازانجملہ یہ کہ اولاد امہات کے مسائل مین جناب امیرؓ نے مذاہب مختلفہ اختیار کئے ایک حالت پر قائم نرہے بقول شخصے گاہے چنین وگاہے چنان اول آپ بیع اولاد امہات کے قائل تھے جب زمانہ خلافت حضرت عمر فاروقؓ کا آیا اور اجماع اصحابؓ باصفا کا بطلان بیع اولاد امہات پر ہوا آنجنابؓ بھی اوسی اجماع مین شامل ہو گئے پھر اپنے زمانہ خلافت مین خلاف اجماع جواز بیع کا فتوی دیا چنانچہ قاضی شریح نے اس مسئلہ پر جناب امیرؓ سے بالمشافہ مباحثہ کیا قول قاضی موصوف کا یہ ہے رَأْيُكَ فِي الْجَمَاعَةِ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ رَأْيِكَ وَحْدَكَ ترجمہ تیری رائے جماعت کے ساتھ پسندیدہ تر ہمکو تیری اکیلی رائے سے قطع نظر اس کے خود بھی جناب امیرؓ کا ارشاد یہ ہے أَلَا إِنَّ يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَغَضَبَ اللهِ عَلَى مَنْ خَالَفَهَا ترجمہ آگاہ ہو تحقیق ہاتھ اللہ کا جماعت پر ہے اور جماعت کی مخالفت پر خدا کا غضب ہے ونیز قول خدائے تعالے

کا کلام مجید مین یہ ہے وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ ترجمہ اور جو شخص کہ تابعداری کرتا ہے سوائے راہ ایمان والون کے پس با این ہمہ او صاف اجماع مخالفت صریح کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ سزاوار امامت نہین ہوسکتا ہے۔

جواب اہل سنت

درحقیقت جناب امیرؓ خلیفہ برحق و فی وقت من الاوقات مجتہد مطلق تھے اس لئے آپ کو اجتہاد فرمانا اور فتویٰ دینا درست ہوا چنانچہ اس قسم کے معاملات حضرت شیخینؓ و حضرت ذی النورینؓ سے بھی بکثرت وقوع مین آئی پس تنہا جناب امیرؓ مورد طعن نہین ہوسکتے ہین قطع نظر اس کے جو اجماع کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت مین واقع ہوا وہ اجماع قطعی نہ تھا بلکہ ظنی یا سکوتی تھا پس باتفاق اصولیین اجماع ظنی و سکوتی سے مخالفت کرنا جائز ہے مگر اجماع قطعی کی مخالفت کرنا البتہ نادرست ہے مزید بران جناب امیرؓ باقرار نواصب خود بھی تو اہل اجماع مین داخل تھے جب آپنے اوس اجماع سے مخالفت کی تو اجماع بالاجماع متغیر ہوا اور درصورت تغیر قابلیت حجت کی نہین رکھتا ہے۔

ازانجملہ ۵۳

یہ کہ جناب امیرؓ نے مسئلہ توریث جد مین احکام مختلفہ جاری فرمائے کبھی ایک حالت پر قائم نہ رہے حالانکہ خود ہی جنابؓ کا قول توریث جد مین یہ ہے مَنْ اَرَادَ اَنْ يَتَقَحَّمَ جَرَاثِيمَ فَلْيَقُلْ جَدًّا ترجمہ جو شخص کہ ارادہ کرے کہ درآوے درمیان دوزخ کے پس چاہیئے کہ کلام کرے مسئلہ جد مین۔

جواب اہل سنت امر واقعی یہ ہے کہ اس مسئلہ مین بہت بڑا اختلاف تھا

نہ یہہ مسئلہ خلفاء ثلثہؓ کے زمانہ مین طے ہوا اور نہ جناب امیرؓ کے خلافت مین چنانچہ اس مسئلہ کے بہت بڑی بحث درباب توریث جد ابوبکرؓ و زید بن ثابتؓ زمانہ خلافت حضرت عمرؓ فاروق اعظم عادل مین ہوئی مگر تصفیہ کلی نہوا پس درصورت اختلاف مجتہدین اگر مجتہد وقت اپنے اجتہاد کو جو اوس کو بمنصب کلی و جزوی حاصل ہو عمل مین لاوے تو نقصان ہی کیا ہے اور یہ فرمانا جنابؓ کا کہ مَنۡ اراد ان تتقحم الخ ازراہ احتیاط کے تھا کیونکہ اس مسئلہ مختلفہ مین کوئی نص قطعی نہ تھی کہ اوس پر حکم محکم کیا جاتا قطع نظر اسکے جب یہ بات مسلمہ نواصب و اہل سنت ہے کہ جس مسئلہ مین آیت یا حدیث نہین ملتی اور اوس مین اجماع کو بھی دخل نہین ہوتا ہے تو درصورت اشکال صاحب اجتہاد اوسپر قیاس کرتے ہین اور وہ قیاس مقبول ہوتا ہے چنانچہ اس کا اقرار علماء نواصب نے بھی کیا ہے مثل نظام و ابراہیم وغیرہ نے۔

ازانجملہ یہ کہ جناب امیرؓ نے ایک زندیق کو آگ مین جلوایا چنانچہ اس قصہ کو شریف مرتضی مجتہد شیعہ نے بڑے آب و تاب سے اپنی تنزیہ الانبیاء و الائمہ مین باین عبارت فخریہ نقل کیا ہے اِنَّ عَلِیًّا حَرَّقَ رَجُلًا اَتیٰ غُلَامًا فِیْ دُبُرِہٖ ترجمہ تحقیق جناب امیرؓ نے ایک شخص کو آگ مین جلادیا جسنے لونڈی سے اغلام کیا تھا حالانکہ حدیث صحیح متفق علیہ مین سخت ممانعت وارد ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ النَّارِ ترجمہ یعنی فرمایا رسول خدا نے نہ عذاب کرو تم کسی پر آگ کا پس جنابؓ نے عمداً خلاف حدیث عمل درآمد کیا۔

جواب اہل سنت واقعی جناب امیرؓ خلیفہ برحق نے زندیق لوطی کو اپنے حکم

سے جلوایا سبب اسکا یہ تھا کہ جناب کو یہ حدیث معلوم نہ تھی جب یہ حدیث پہونچی اپنے سہو پر ندامت فرمائی چونکہ مجتہد باوجود خطا کے بھی مستحق ایک صواب کا ہوتا ہے بموجب المجتہد یخطی ویصیب بالاتفاق تو یہ طعن بھی نواصب کے محض لغو ہے اور یہ بات بھی ضرور نہیں ہے کہ مجتہد جملہ مسائل پر حاوی ہو مقتضائے بشریت سے انسان خالی نہیں ہوتا ہے بموجب اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ ترجمہ انسان مرکب ہے خطا اور بھول سے قطع نظر اس کے حضرت ابو بکر کو جو باجماع نواصب بھی مجتہد تھے مسئلہ میراث جدّہ کا معلوم نہ تھا جب مغیرہ بن شعبہ و محمد بن مسلمہ نے آپ کو بتلایا تب حکم میراث جدّہ کا کیا پس درصورت نہ معلوم ہونے ایک یا دو مسئلہ کے اجتہاد مجتہدین کوئی نقصان پیدا نہیں ہوسکتا ہے۔

ازانجملہ ۵ یہ کہ جناب امیر نے ایک شرابی پر حد شرعی جاری کروائی جب وہ شرابی صدمہ حد سے مرگیا تو جناب نے اوس کے ورثا کو دیت کامل دی اور یہ فرمایا کہ اِنَّمَا دِیَتُہٗ لِاَنَّ ھٰذَا شَیْءٌ فَعَلْنَاہٗ بِرَائِنَا ترجمہ دیت البتہ لازم آئی کیونکہ یہ حکم مین نے اپنی رائے سے دیا تھا حالانکہ خود جناب نے حضرت عمر فاروق کو بابت حد شرابی کے مشورہ اسی درّے لگانے کا دیا تھا باین قول اِنَّہٗ اِذَا سَکِرَ ھَذٰی وَاِذَا ھَذٰی اَفْتَرٰی ترجمہ جب آدمی شراب پیتا ہے ہذیان بکتا ہے اور جب ہذیان بکتا ہے جھوٹ بولتا ہے باایں ہمہ پھر کیون جناب کو اپنے اجتہاد صحیح پر شبہ ہوا جو ورثائے متوفی کو دیت دی۔

جواب اہل سنت جناب امیرؓ نے ورثائے متوفی کو دیت بنظر احتیاط دی نہ از راہ شک کے اگر جنابؓ کو شک ہی ہوتا تو شرابی پر حد ہی کیون جاری فرماتے ہان اگر حد حضرتؓ نجاری فرماتے تو اعتراض نواصب بجا تھا پس احتیاط فرمانا جناب امیرو نیز امثال آپ کی کا کمال تقوی ہے چنانچہ ایسے ہی ابرار لوگون کی شان مین خدائے تعالےٰ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ فرماتا ہے۔

ط۴ از انجملہ یہ کہ جناب امیرؓ نے ولید بن عقبہ کے صرف چالیس ۴۰ درے کہ نصف حد ہے لگواکر بپاس قرابت حضرت عثمانؓ کے چھوڑ دیا حالانکہ یہہ فعل محض مخالف کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے جناب سے سرزد ہوا۔

جواب اہل سنت جناب امیرؓ نے اس سبب سے ولید بن عقبہ کے نصف حد یعنی چالیس ۴۰ درے لگوائے کہ ایک شاہد نے شہادت شراب پینے کی دی اور دوسرے شاہد نے شہادت معاًقے کردینے کی دی پس یہ امر ذو جہتین ٹھہرا یعنی پینا نہ پینا برابر چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ بھی ایسے شبہ مین حد کامل معتبر نہین رکھتے تھے بلکہ ایسے مرتکب کے حق مین یہ فرماتے تھے مَا تَقَيَّأَهَا إِلَّا وَقَدْ شَرِبَهَا ترجمہ قے نہین کی مگر اسی سبب سے کہ شراب پی تھی اوسنے پس درصورت احتیاط ہرگز نقص مسئلہ مذکور مین نہین واقع ہو سکتا ہے اور نہ رعایت رشتہ داری حضرت عثمان غنیؓ کی ثابت ہوتی ہے کیونکہ کتب تاریخ نواصب مین ہی مرقوم ہے کہ جناب امیرؓ نے بارہا حضرت عثمان غنیؓ کو درباب اجرائے کامل حد شرابیون کے مشورہ دیا بلکہ بتاکید آمادہ کیا پھر طعن کیسا۔

ط۵ از انجملہ یہ کہ ایک مجرم نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور خود ہی اوسنے اپنے اوپر

حد جاری ہونے کی درخواست کی مگر جناب امیرؑ نے مجرم مقر کو بغیر لگانے حد کے چھوڑ دیا صریح خطا کی حالانکہ قرآن پاک مین نص قطعی موجود ہے کقولہ تعالے النفس بالنفس۔

جواب اہل سنت جناب امیرؓ نے ہرگز قاتل مقر کا قصاص نہین معاف فرمایا بلکہ مقتول کے ورثائے نے اپنی طرف سے معاف کیا اگر ورثا بمعافی قصاص اپنے مقتول پر رضامند نہوتے تو جناب امیرؓ ہرگز ہرگز بغیر قصاص کے قاتل کو رہا نفرماتے **قصہ** صحیح اس واقعہ عجیبہ کا یہ ہے کہ ایک آدمی نے کسی عداوت کے سبب سے دوسرے آدمی کو کسی ویرانہ زمین مین قتل کر ڈالا تھا اور خوف قصاص سے گوشۂ عافیت مین جا چھپا جب یہ بات ورثائے مقتول کو معلوم ہوئی تو قاتل کی تلاش مین نکلے قضا عند اللہ جہان مقتول کی نعش پڑی تھی اوسی کے متصل دوسرا ویرانہ مکان پڑا تھا وہان کیا دیکھتے ہین کہ ایک شخص بیٹھا ہوا پیشاب کر رہا ہے اوس کے ہاتھ مین خون آلود چھری بھی ہی اور کپڑون پر جا بجا لہو کے دہبے بھی لگے ہوئے ہین غرض کہ ورثائے مقتول اوس کو قاتل سمجھکر پکڑ لائے اور حضور مین حضرت امیرالمومنین خلیفۂ وقت کے حاضر کیا جب حضرتؓ نے مجرم سے حال دریافت فرمایا تو اوسنے اقرار کیا کہ واقعی مین نے ہی اس مقتول کو قتل کیا تب حضرتؓ نے حکم قصاص کا فرمایا قریب تھا کہ مجرم قتل کیا جاوے اتنے ہی مین اصلی قاتل حاضر ہوگیا اور حضرت امیرالمومنین سے عرض کی کہ اے خلیفۃ الرسول اللہ یہ شخص محض بے گناہ ہی حق یہ ہے کہ مین نے فلان عداوت کے سبب سے اس مقتول کو

قتل کیا ہے چاہتا ہون کہ مجھسے قصاص لیا جاوے اور یہ بے گناہ چھوڑ دیا جاوے مین حکم شرع کا تابع ہون اوس وقت حضرتؑ نے مجرم سابق سے جسکو مقتول کے ورثا پکڑ لائے تھے حقیقت حال دریافت فرمائی مجرم نے اپنا ماجرا اس طرح بیان کیا کہ یا امیر المومنینؑ اس ناکردہ جرم نے اپنے گھر مین ایک دُنبہ ذبح کیا تھا اوسکو صاف کر رہا تھا کہ ناگاہ مجھکو پیشاب کی اشد ضرورت ہوئی گھر مین سے باہر نکل کر چاہتا تھا کہ ویرانہ جگہہ مین بیٹھکر قضائے حاجت کرون وہان مجھکو ایک لاش نظر پڑی خوف الزام ناحق سے دوسرے ویرانہ مین جا کر پیشاب کیا جب فارغ ہو کر اپنے گھر مین جانے لگا ورثائے مقتول نے مجھکو گرفتار کر کے حضور مین حاضر کیا مین نے اپنے جی مین غور کیا کہ اگر مین انکار بھی کرون گا تو میری بات مقبول نہوگی کیونکہ جملہ علامات قتل کرنے کی مجھ مین موجود ہین اس لئے سوائے اقرار کے مجھکو چارہ نہوا حضرتؑ نے یہ بات سنکر سجدۂ شکر بارگاہ خدا مین کیا اور قاتل سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تو نہ آتا تو ایک بیگناہ ناحق مارا جاتا تو قابل اس کے ہے کہ رہا کیا جاوے کیونکہ تو نے ایک آدمی کو قتل کیا تو ایک کی جان بچائی سنتے ہی ان کلمات رحمت آیات کے ورثائے مقتول نے اپنے دعوی سے دست برداری ظاہر کی پس برضامندی اونہین ورثا کے قاتل رہا کر دیا گیا اس مین جناب امیرؑ کا کچھ قصور نہین ہے۔

از انجملہ ۵ یہ کہ سولاۃ حاطب کو سنگسار کیا حالانکہ وہ لونڈی تھی اور لونڈی پر رجم نہین ہے۔

جواب اہل سنت حاطب نے اپنی لونڈی کو آزاد کردیا تھا پس مولاۃ اعتاق کردہ پر حد کامل لگانے کا حکم شرع شریف سے ثابت ہے کیونکہ معتوقہ کا رتبہ مثل حرّا کے ہوتا ہے۔

۹۹ ازانجملہ یہ کہ جناب امیرؓ نے ایک چور کے بجائے ہاتھ کے اصول دست یعنی اونگلیاں جڑ سے کٹوائین جنابؓ کو حد سارق کی معلوم نہتھی پس ایسا بے علم قابلیت امامت کی نہین رکھتا ہے۔

جواب اہل سنت سارق کی اونگلیاں جناب امیرؓ کے حکم سے نہین کاٹی گئین وہ خاص خطا جلاّد کی تھی کہ اوس نے جنابؓ کے حکم کو اچھی طرح سے سمجھا نہ تھا یہ قصور جلاّد کا تھا۔

۱۰۰ ازانجملہ یہ کہ جناب امیرؓ نے بچون کی شہادت منظور فرمائی حالانکہ نص قرآن سے بخوبی ثابت ہے کہ دو مرد شہادت دین یا ایک مرد دو عورتین کقولہ تعالےٰ شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ الخ برعکس اس کے محض خلاف ہے سوائے اس کے یہ بات بھی بدیہی ہے کہ بچون کی بات قابل اعتبار نہین ہوتے پھر جنابؓ نے کیون شہادت لی۔

جواب اہل سنت جناب امیرؓ نے اس مصلحت سے بچون کی شہادت منظور فرمائی کہ جس مقدمہ مین شہادت کی ضرورت تھی وہ خاص معاملہ بچون کا ہی تھا سوائے اسکے کوئی بوڑھا یا جوان بھی اوس ماجرے سے واقف نہ تھا اور درصورت عدم شہادت تصفیہ مقدمہ اطفال کا محالات سے تھا پس جنابؓ نے بضرورت انفصال معاملہ کی شہادت لی جیسے کہ شہادت کا فر کی

کافر کے مقابلہ مین مقبول ہے ویسے ہی بچون کی شہادت کو تصور کرنا چاہیے قطع نظر اس کے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ نے بھی تو بچون کی شہادت منظور کی ہے جیسا کہ کتب تاریخ نواصب ہی کی شاہد ہین۔

۱۳ از آنجملہ یہ کہ ایک دو چشم نے کسی دوسرے یک چشم کی ایک ہی آنکھ پھوڑ ڈالی تھی جب مظلوم نے قصاص چاہا جناب امیرؓ نے ظالم کی دونون آنکھین پھوڑنے کا حکم فرمایا حالانکہ قرآن مجید مین العین بالعین واقع ہے پس بر خلاف نص عمل درآمد کرنا خلاف ہے اور نصف دیت دینا بھی ناجائز۔

جواب اہل سنت جناب امیرؓ نے ظالم کی دونون آنکھین پھوڑنے کا اس وجہ سے حکم فرمایا کہ مظلوم کی ایک آنکھ حکم دو آنکھ کا رکھتی تھی پس ایک آنکھ پھوٹنا بمنزلہ دو آنکھ پھوٹنے کی ثابت ہوا اور بخوبی مساوات پایا گیا اور نصف دیت دینا بسبب دقت مسئلہ فقہ کے تھا کہ دراصل یک چشم کی ایک آنکھ پھوٹی تھی اور قصاص بضرورت فقہ دو آنکھ کا لیا گیا پس نصف دیت لازم آئی چنانچہ یہی مذہب ہے فقہائے نواصب کا چونکہ اس مسئلہ مین دو امر متحقق ہوئے اول حقیقت دوم شبہت پس درصورت حقیقت مسئلہ درست ہوا اور درحالت شبہت دیت نصف جائز ہوئی۔

۱۴ از آنجملہ یہ کہ جناب امیرؓ نے حد سرقہ ایک نابالغ بچہ پر جاری کی حالانکہ قول جناب کا درباب حد نابالغ یہ تھا رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثَةٍ عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ الْحُلُمَ ترجمہ اوٹھالی گئی ہے تین شخصون سے قلم لڑکے سے جب تک حد بلوغ کو پہونچے۔

جواب اہل سنت جملہ کتب اہل سنت مین اس مسئلہ کا اثر نہین نہ بروایت قوی اور نہ بروایت ضعیف پس بے اصل بات کا جواب ہی کیا ہے ہان یہ مسئلہ شیعون کی ہی معتبر کتاب مین ہی جسکو ابن بابویہ مستند مجتہد شیعی نے تصنیف کیا ہے پس اس کی جواب دہی شیعون کے ہی ذمہ ہے نہ اہل سنت کے اگر فرض کیا جاوے کہ یہ الزام صریح اتہام نواصب کا صحیح بھی ہے تو درصورت صحت یہ جواب ہوگا کہ اگرچہ حد سرقۂ طفل نابالغ سے مرفوع ہے مگر بنا بر سیاست بموجب حدیث اِضْرِبُوْا عَلَیْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِیْنَ ترجمہ نماز کے واسطے لڑکے کو مارو مرفوع نہین ہی اگر بچون کو تادیب نہ کیجاوے بے تہذیب ہوجاوین پس درصورت سیاست ہرگز شرع مانع نہین ہے۔

۵۳ ازانجملہ یہ کہ ایک شخص نے چوری کی اور حضور مین جناب امیرؑ کے حاضر ہوکر اپنے جرم کا اقرار کیا اور خود ہی مجرم نے درخواست کی کہ مجھپر حد سرقہ جاری کیجاوے باینہمہ جناب امیرؑ نے بغیر قصاص کے مجرم کو چھوڑ دیا گناہ کبیرہ کیا اس لئے لائق امامت کے نہ رہے۔

جواب اہل سنت اس روایت کو بھی ابن بابویہ قمی شیعی نے اپنی کتاب مستند مین نقل کیا ہے اہل سنت کے جملہ کتب مین اس بہتان عظیم کا مطلق ذکر نہین ہے پس اسکا جواب بھی اہل سنت پر فرض نہین ہے۔

۵۴ ازانجملہ یہ کہ نجاشی حارثی شاعر کو لوگ جناب امیرؑ کے پاس پکڑ لائے اور شہادت کامل سے بخوبی ثابت کردیا کہ شاعر مذکور نے رمضان المبارک

مین شراب پی جناب امیرؓ نے مجرم کے حد جرم سے بیس[۲] درّے زیادہ لگوائے
پس حد الٰہی مین زیادتی کی لہذا امامت سے خارج کئے گئے۔

جواب اہل سنت اس روایت کو بھی ابن بابویہ نے اپنی کتاب کے حد درر
مین بڑی آب و تاب سے نقل کیا ہے اہل تشیع پر اس کا جواب لکھنا واجب
ہے نہ اہل سنت پر ہان بفرض تسلیم یہ کہا جا سکتا ہے چونکہ مجرم مرتکب جرم
شدید کا ہوا تھا بسبب پینے شراب عین ایام رمضان مین اس لئے واسطے
عبرت عام کے تادیباً و تنبیہاً شاید جناب امیرؓ نے بیس درّے زیادہ لگوا دئے
ہون مگر یہ بات اہل سنت کے نزدیک محض لغو ہے بلکہ جناب امیرؓ کی صریح
ہجو ہے۔

ازانجملہ[۱۵] یہ کہ جناب امیرؓ نے دعوی الوہیت کیا جیسا کہ بکثرت کتب سنی وشیعہ
مین مرقوم ہے مثل الست بربکم و انا منشی الارواح و انا حی لا
یموت وغیرہ پس جنابؓ دائرہ اسلام سے خارج ہوئے۔

جواب اہل سنت یہ قول نواصب کا محض خلاف بلکہ سراسر گزاف ہے
اسکا مذکور اہل سنت کے کتب معتبرہ مین مطلق نہین ہے اور نہ کوئی سنی المذہب
اسبات کا معتقد ہے کہ جناب امیرؓ نے کلمۃ الشرک کو اپنے زبان مبارک
سے فرمایا ہو و نعوذ باللہ من ہفواتہم ہان اس قسم کے عقائد بد کاید البتہ
ابن سبا کے چیلون نے اپنے کتب مستندہ مین درج کی ہین پس اسکا جواب
بھی فرقہ عبداللہ سبائیہ کے ہی ذمہ ہے اگر بفرض محال یہ بہتان عظیم تسلیم بھی کر لیا
جاوے تو اہل سنت کی طرف سے یہ جواب قرین صواب ہوگا کہ یہ کلام لا کلام

متعلق بکیفیت جذبات حقانیہ وحقیقت سکر حالیہ سے تصور کیا جاوے گا جیسے
کہ یہ حالت اکثر اولیاء کرام وصوفیائے عظام پر تاری وساری ہوا کرتی ہے
چنانچہ حدیث تو یہ متفق علیہ مین واقع ہے اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ
اَخْطَاَمِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ ترجمہ تو میرا بندہ ہے اور مین تیرا رب یہ
خطا کی مین نے غلبۂ خوشی مین اس حدیث کا انکار نواصب بھی نہین کر سکتے
ہین پس ظاہر ہے کہ جو امر عالم بے اختیاری اور بیہوشی مین سرزد ہو اوس پر
طعن کرنا خود ہی مورد لعن بنتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اہل حال ایسے بیہودہ قیل
وقال بدمآل کو ہرگز پسند نہین کر سکتے ہین کیونکہ حقیقت قال اور چیز ہے اور کیفیت
حال اور چیز اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے آفتاب عالمتاب کے شعاع تمام اجرام
یعنی ستارون کی روشنی کو معدوم و نامعلوم کر دیتی ہے ویسے ہی اولیاء اللہ
کی بعض اوقات یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جبدم انوار رحمت الٰہیہ اون کی
قلب مصفا پر پڑتے ہین تو وہ متحیر ہو کر عالم سکر مین کلام بے اختیار کیا کرنے لگتے
ہین جب اون اہل حقیقت غواص بحر معرفت کو اوس کیفیت سے افاقت ہوتی
ہے تو پھر بکثرت توبہ و استغفار کرتے ہین اور اپنے پروردگار سے معافی
بیخودی کا اصرار کرتے ہین جیسا کہ حدیث موصوفۂ بالا سے ثابت ہے قطع
نظر اس کے جن اولیاء اللہ کی نسبت نواصب کو بھی حسن عقیدت ہے اون
مین سے بعض نے اس قسم کے کلمات عالم بیخودی مین اپنی زبان سے
نکالے ہین پس یہ الزام صریح اتہام جناب امیر پر کہ سرور اولیاء ہین ہرگز
عائد نہین ہو سکتا ہے ونعوذ باللہ اگر ہو سکتا ہے تو وہ اولیاء اللہ جن کی

ولایت کا نواصب کو بھی بدل اقرار ہے اس الزام سے بری نہین ہو سکتے ہین ذرا اپنی کتب سیر کی تو سیر کرو۔

تتمہ ازانجملہ یہ کہ جناب امیرؑ نے عراق و یمن و عمان کی امارت پر اپنے اقربا کو مقرر کیا اور امارت حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کی کہ اصحاب بدر سے تھے کوفہ و بصرہ پر پسند نہ کی۔

جواب اہل سنت رشتہ داران با اعتبار کا مقرر کرنا بہتر ہے اون اغیار سے جو اطاعت مین پہلو تہی کرین چنانچہ ایسا ہی حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی خلافت مین کیا تھا پس یہ الزام بیجا ہے خالی از سفاہت و حماقت نواصب سے نہین ہے۔

کلمہ ازانجملہ یہ کہ قاتلان حضرت عثمانؓ شہید مظلوم سے قصاص نہ لیا حالانکہ قرآن مجید مین النفس بالنفس واقع ہے پس درصورت اغماض جناب امیرؑ گنہگار ٹھہرے۔

جواب اہل سنت جناب امیرؑ پر قصاص لینا قاتلان حضرت عثمانؓ شہید کا اوس صورت مین فرض تھا کہ پیشتر ورثائے مقتول قاتل کا صحیح نشان دیتے جب ورثا قاتل کا ٹھیک پتا ندے سکے تو اس پر جناب امیرؑ کا قصور ہی کیا ہے ہان اگر ورثا اپنے مجرم کو دربار دُربار جناب امیر المومنینؑ مین پیش کرتے اور جنابؑ اوس کو رہا کر دیتے تو بھی نواصب کو موقع سخن کا تھا جب یہ بات نہین تو مدعیان کاذب کا دعوی عدالت اہل انصاف سے خارج ہوا قطع نظر خلیفہ پر عدل ضرور ہے نہ تلاش قاتل۔

ازانجملہ یہ کہ ابو موسیٰ اشعری کے گھر کو آگ لگوا کر جلوا دیا اور سارا مال واسباب اون کا لٹوا دیا جناب امیرؓ نے زیادتی کی۔

جواب اہل سنت تاریخ طبری مین یہ معاملہ اس طرح سے مرقوم ہے کہ مالک اشتر اور اون کے غلامون نمک حرام نے ابو موسیٰ کے گھر مین آگ لگادی اور سارا مال متاع لوٹ لیا اس امر کی جناب امیرؓ کو مطلق خبر نہ تھی پس زیادتی کیسی

ازانجملہ یہ کہ ابو مسعود انصاری کی جناب امیرؓ نے اہانت کی گنہگار ہوئے۔

جواب اہل سنت جناب امیرؓ نے ابو مسعود کی اہانت اس مصلحت سے کی کہ وہ طرفداری باغیون کی کرتے تھے تنبیہ مین گناہ کیا ہے۔

ازانجملہ یہ کہ جناب امیرؓ نے اپنے حقیقی بھائی حضرت عقیلؓ کو اس درجہ ناراض کیا کہ وہ جنابؓ کے دشمن سے جا ملے۔

جواب اہل سنت جو رنجش کہ فی ما بین جناب امیرؓ و حضرت عقیلؓ کے واقع ہوئی وہ بمقتضائے بشریت تھی جیسے کہ درمیان حضرت موسیٰ و حضرت ہارونؑ کے واقع ہوئی قطع نظر باہم حضرت شیخینؓ کے بھی تو ایسی ہی رنجش واقع ہوئی تھی جسکا انفصال حضرت رسول خدا صلعم نے فرمایا چنانچہ اسباب مین حدیث صحیح صحاح مین وارد ہے پس اس معاملہ کو بھی اوسی پر قیاس کرنا چاہیے

حدیث خ اَبُو دَرْدَاءِ اِنَّ اللهَ بَعَثَنِیْ اِلَیْکُمْ فَقُلْتُمْ کَذَبْتَ وَ قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ صَدَقَ وَ اسَانِیْ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوْنَ لِیْ صَاحِبِیْ بخاری مین ابو درداؓ سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ البتہ مجھکو خدا نے تمھاری طرف پیغمبر کرکے بھیجا سو اول تمنے کہا کہ تو جھوٹا ہے

اور ابو بکرؓ نے کہا کہ سچا ہے اور اوسنے میرے ساتھ اپنے جان و مال
سے سلوک کیا سو کیا تم لوگ میرے ساتھی کو میری خاطر سے چھوڑو گے یعنی
کسی طرح کا اوس کو رنج دو گے ف بخاری مین ابو درداؓ سے روایت
ہے کہ ایک بار حضرت ابو بکرؓ صدیق و حضرت عمرؓ فاروق مین کچھ گفتگو سے رنج
آ گیا تھا صدیق اکبرؓ حضرتؐ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ
میرے اور عمرؓ کے درمیان کچھ گفتگو ہو گئی ہے مین اون پر غصے ہوا پھر مین
شرمندہ ہوا عمرؓ سے مین نے اپنا قصور معاف کرایا سو اوتھون نے معاف
نکیا سو مین آپکی خدمت مین حاضر ہوا ہون حضرتؐ نے فرمایا کہ خدا معاف
کریگا اور تجھکو بخشیگا پھر حضرت عمرؓ بھی اس گفتگو سے پچھتائے اپنا قصور معاف
کرانے کو حضرت صدیق اکبرؓ کے گھر گئے وہان سنا کہ وے حضرتؐ کے پاس
گئے ہین جب حضرت عمرؓ بھی حضور مین حضرت رسولؐ خدا کے حاضر ہوئے تو
حضرتؐ کے چہرے پر غصہ نمودار ہوا صدیق اکبرؓ ڈرے تو گھٹنیون کے بل عاجزی
سے کھڑے ہو کر حضرتؐ سے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ عمر کا کچھ قصور نہین
زیادتی میری طرف سے ہوئی تھی تب حضرتؐ نے یہ حدیث فرمائی اوس دن
سے حضرت صدیق اکبرؓ کا حضرتؐ کے جملہ اصحابؓ بہت بڑا خیال رکھنے لگے
پھر کسی نے اون کو کبھی رنج نہین دیا اس حدیث سے بہت بڑی فضیلت
صدیق اکبرؓ کی ثابت ہوئی اور حضرتؐ کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ مردون
مین پہلے وہی ایمان لائے اور اپنے جان و مال سے حضرتؐ پر فدا رہے سو
جسنے حضرت صدیق اکبرؓ سے عداوت رکھی اوس نے مقرر حضرتؐ کو رنج دیا

ازانجملہ ۲۱ یہ کہ جناب امیرؑ نے دو مرتبہ عمداً نماز فرض ترک کی مرتکب کبیرہ کے ہوئے اگر کہین کہ معذوری تھی تو درصورت عذر معقول حاجت ردشمس کی کیا ہے

جواب اہل سنت کتب معتبرہ اہل سنت مین ردشمس کا ذرہ برابر بھی اثر نہین ہے نہ بروایت قوی ونہ بروایت ضعیف مگر اہل تشیع کی معتبر کتب مین اس کا قصہ مذکور ہے پس اسکا جواب بھی اونہین کے ذمہ ہے اگر زبردستی بھی الزام ناحق اہل سنت کو یہ دیا جاوے کہ شواہد ملا جامی کی معجزات مین مرقوم ہے کہ جناب امیرؑ کے لئے دوبارہ ردشمس ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ شیعون کی الحاقی کارروائی ہے کسی مفتری نے موقع پاکر اپنے عقائد پر کاغذ کو کتاب موصوف کی پشت پر لگاکر چھپوا دیا ہے اس قسم کی روایات واہیات تنجتہ المعجزات مولفہ سید محمد تقی مجتہد لکھنوی مین موجود ہین جس کا جی چاہے دیکھ لے پس اس کا جواب بھی شیعون سے دریافت کرنا چاہئے۔

ازانجملہ ۲۲ یہ کہ جب جناب امیرؑ معصوم تھے تو ہمیشہ یہ کیون فرمایا کرتے تھے کہ مجھپر نفس وشیطان غالب رہتا ہے۔

جواب اہل سنت ہرگز ہرگز جناب امیرؑ ونیز دیگر آئمہؑ کو اہل سنت معصوم نہین جانتے ہین اس کا جواب بھی شیعون سے دریافت کرنا چاہئے نہ اہل سنت سے۔

ازانجملہ ۲۳ یہ کہ جب متعہ حلال وافضل الطاعت تھا تو جناب امیرؑ نے خود کیون نہ کیا گنہگار ہوئے۔

جواب اہل سنت نواصب کا اہل سنت کی نسبت یہ الزام محض بیجا ہے

کیونکہ اہل سنت متعہ کو قطعی حرام جانتے ہین پس اس مسئلہ کے جوابدہ شیعہ ہی ہین۔

ازانجملہ ۱۶ یہ کہ جناب امیرؑ نے اصل ہدایت کو گم کرکے بندگان خدا کو ضلالت مین ڈالا بار معصیت خلائق کا جنابؑ کی گردن پر رہا تا قیام قیامت۔

جواب اہل سنت یہ اعتقاد پر فساد اہل تشیع کا ہے نہ اہل سنت کا جس کا جواب دیا جاوے۔

ازانجملہ ۱۷ یہ کہ جناب امیرؑ نبی نہ تھے جو اون کی نسبت دعوی نبی غیر مرسل ہونیکا کیا جاتا ہی حالانکہ قرآن پاک مین حضرت رسول خدا کی نسبت خاتم النبیین خداتعالے نے فرمایا ہی۔

جواب اہل سنت یہ بات بھی شیعون سے ہی دریافت کیجاوے کہ آیا جناب امیرؑ نبی تھے یا امام کیونکہ اونہین کے رکن اعظم وسربرآوردہ عالم یکتائے روزگار محب حیدر کرار نے اپنی انوار الہدیٰ مین بہت جگہ نسبت جناب امیرؑ ونیز دیگر آئمہ کے دعوی انبیاء غیر مرسلین ہونے کا کیا ہے اہل سنت ایسے عقیدے کو کفر مطلق جانتے ہین دیکھو شیعو یہ ہین چند مطاعن کتاب کل طویل نواصب ذلیل کے معاذ اللہ درباب دیانت وعدالت وحلم وعلم وفضل وعقل جناب امامتؑ دستگاہ کی اب تمپر بھی فرض ہے کہ اس بار گران کو اپنے سر سے اوتارو اور اپنے دشمنون کو میدان امتحان مین پچھاڑو جیسا کہ بفضل خدا اہل سنت نے قوم ناحق شناس کو چارون خانہ چت زمین پر دے مارا ہے کہ بڑے بڑے رکن اعظم نواصب مخذول کی کمرین ٹوٹ گئی ہین کہ کوئی نواصب اہل سنت کی طرف منہ بھی نہین کرتا ہے بلکہ اہل سنت سے نواصب ایسے ڈرتے ہین جیسے کہ

کمبختی کے مارے شیعہ نواصب سے بہرحال نواصب نے شیعون کو ایسا مغلوب
کر رکھا ہے کہ نہ جواب دیتے بنتی ہے نہ سکوت کرنے مین چین پڑتا ہے گویا
سانپ نے چھچھوندر نگلی ہے اوگلے تو کوڑہی ہو اور نگلے تو اندہا ہر چند کہ
بیچارے شریف مرتضی نے جو بہت بڑا عالم اہل تشیع کا ہے اپنی کتاب
تنزیہۃ الانبیاء و الائمہ مین کچھ جواب خراب دئے ہین مگر نواصب نے اوس
عاجز پر ایسے سخت اعتراض جڑ دیئے ہین کہ اس دم تک شیعون کو سکتے
کا عالم طاری ہے بسبب طول فضول کے کل نزاع فی ما بین نواصب
و شیعہ کو اس مختصر مین نقل نہین کیا گیا جسوقت شیعہ جواب نواصب کا تحریر
فرمائین گے اوس وقت وے اعتراض بھی رسالہ ہذا کی تکمیل ذیل
مین انشاء اللہ تعالے درج کئے جائین گے ناظرین با تمکین منتظر رہین حق
یہ ہو کہ ہر دو فرقہ سفیہ یعنی شیعی و ناصبی کی شیطان نے ایسی راہ ماری ہو کہ اونکو مثل اپنی
ملعون ابدی بنا دیا ہے یہ اصحاب صاحب لولاک کے دشمن ہین تو وہ
آل پاک کے غرضکہ بست دونون شامت زدون کا ایک ہے بقولے جیسے ہی او دہو
ویسے ہی بہان نہ انکے چوٹیا نہ ان کے کان دیگر زدسگ ہم برادر شغال است بیت

ہر کرا خواہد خدا پردہ درد		سیلش اندر طعنۂ پاکان نہد	

اب خاتمہ پر واسطے رخصت عقل اہل تشیع کے ایک بیان اہل سنت
کی طرف سے بھی نذر کیا جاتا ہے وہو ہذا

سوال اہل سنّت

اے حضرات متشعین متعصبین جب باعتقاد پر فساد تمھارے خدائے پاک قادر مطلق نے درباب خلافت بلافصل جناب امامتؑ دستگاہ کی آیات بینات اوتارین اور حضرت رسول برحق نے بھی احادیث بینہ اپنے جانشین کے حق مین فرمائین سوائے اس کے رسولؐ اللہ نے بعد اپنی وفات کے وقت دفن درباب کمک اپنی ولیعہد کے فرشتون سے بتاکید اکید سفارش بھی کی اور اون فرشتون نے بھی بدل وجان عہد کرلیا کہ ہم ضرور ہی جناب امیرؑ کی مصیبت مین آکر شریک ہوا کرینگے قطع نظر امام المشارق والمغارب خود بھی تو بنفس نفیس اسدؑ اللہ الغالب علی کل غالب مظہر العجائب والغرائب جعفر جن کا سینہ چاک کرنیوالے مرحب دانتر کو خاک مین ملانیوالے ایک دودستی مین اعدا کے چار ٹکڑے کرنے والے ایک نظر مین کوہ قاف کو ہبا منثوراً بنانے والے ذوالفقار آبدار سے حضرت جبرئیل پیک خدا کے پر کاٹنے والے اور تلوار عرش کی اوتری ہوئی سہی دشمنون کے سر معجزات مین انبیا سے بڑھکر کرامات مین اولیاء سے بہتر شیر خدا دلیر یکتا باذل بے بدل خارق بے مثل گبران عجم کے ترسانیوالے کافران عرب کے لرزانیوالے حضرت آدم کی توبہ قبول کرنیوالے حضرت نوحؑ کو طوفان سے بچانیوالے حضرت ابراہیم خلیل پر نار کو گلزار بنانے والے حضرت موسیٰ کے لئے نیل کو جگہہ سے ہٹانے والے بدر حنین وخندق کے

ناموَر فاتحہ باب قلعہ خیبر جنکی ذات کامل الصفات قدرت خدا کی نشانی جنکا وجود باجود جملہ کائنات کی حاجت روائی مین لاثانی پھر با این ہمہ شوکت و ہیبت و با این ہمہ مناصب و مناقب کیون نہ آپ مسند نیابت پر بٹھائے گئے اور کیون نہ آپ خلیفہ بلافصل بنائے گئے کیا معاذ اللہ خلفاء ثلثہ رضی خدا اور رسول سے بھی زیادہ زور آور تھے جنہون نے زبردستی نیابت نائب بلافصل کی غصب کر لی کیا استغفر اللہ اصحاب رض رسالت مآب ملائکہ شدید القوی سے بھی بڑھکر طاقت ور تھے جنہون نے حمایت ملائکہ کی بھی پروا نکر کے بیخوف و خطر سینہ زوری سے خلافت سرور اولیا سید الاصفیا حیدر کرار صفدر نامدار کی لے کے حضرت صدیق رض اکبر یار غار رسول پروردگار کو دیدی اس ایک ہی سوال اہل سنت کا جواب اہل تشیع اپنی ہی معتبر کتب سے تحریر فرماوین بشرطیکہ آیات بینات و احادیث سرور کائنات کی تکذیب نہو اور ملائکہ معصوم کی بھی وعدہ خلافی ثابت نہو اور جناب امیر رض کے جملہ اوصاف موصوفہ بالا مین کسی طرح کا فرق نہو اگر مسئلہ بدء کو صندوق تقیہ سے نکال کر جواب دیا جاوےگا تو اوس کے جواب الجواب مین بجائے غالب علی کل غالب کے تحفہ مغلوب علی کل مغلوب کا پیش کش کیا جاویگا یا بضرورت بذریعہ تاربرقی خوارج کو بھی خبر کرنی پڑےگی جس سے شیعون کو قدر مناظرہ کی قیامت تک معلوم رہےگی انشاء اللہ تعالے ا بیت

آنچہ شور یست کہ در دور قمر می بینم ۔ ہمہ آفاق پر از فتنہ و شر می بینم

الحمد للہ تمت بالخیر

خاتمہ

الحمد للہ والمنۃ درین ایام رسالہ ہدایت قبالہ مسمیٰ اسرار الہدیٰ مولفہٗ جناب منشی
سید جوہر علی صاحب رئیس مچھلی شہر تمام ہوا اور مطبع اکبری مین باہتمام منشی
مجید الدین احمدؐ کے طبع ہو کر مطبوع طبع خاص و عام ہوا سنہ ۱۳۱۱ ہجری صلعم

اطلاع واجب الاتباع

واضح ہو کہ جو صاحب حضرات شیعہ مین سے اس مختصر کا جواب تحریر فرماوین وہ
سررشتۂ تہذیب کو ہاتھ سے ندین جیسا کہ ہمارے سعین کے مقابلہ مین مولوی
شیخ احمدؐ صاحب دیوبندی نے کلمات واہیات کو استعمال فرمایا ہی یہی وجہ ہی
کہ آنجناب کی جزو کل تصنیفات ارباب علم و انصاف اہل تشیع ہی کی نظرون سے
گر گئے تا بدیگران چہ رسد اور اگر خلاف اس کے عمل درآمد کیا جاویگا تو انشاء اللہ
تعالے اوس کا جواب بھی ترکی بہ ترکی دیا جاویگا بلکہ قَدْ یُفْلَحُ الْحَدِیْدُ کَمَا
قِیْلَ بِالْحَدِیْدِ ع کلوخ انداز را پاداش سنگ است

التماس

برادران اہل سنت کی خدمت مین یہ خیرخواہ ناچیز دو گذارش رکھتا ہے ایک یہ کہ جب
اہل سنت اس رسالہ کو پڑہین تو ضرور ہی کہ یہ دعا میرے حق مین کیا کرین رَبَّنَا
لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ہَدَیْتَنَا وَہَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ
اَنْتَ الْوَہَّابُ دوسرے یہ کہ اس رسالے کی اشاعت مین اسدرجہ کوشش فرماوین

کہ تمام اہل سنت اس سے بہرہ وافی وحصہ کافی پاوین ارباب ہمت اہل سنت سے
امید واثق ہو کہ جیسے اس ناچیز نے بغیر طمع دنیاوی کے محض بغرض حصول صواب
اخروی اس رسالہ کو طبع کروایا ہو ویسے ہی بہائی مسلمانون کو چاہیے کہ اپنے اعزا
واحبا کو ضرور ہی خریدنے کی رغبت دلاوین تاکہ دو صواب پاوین اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ
کَفَاعِلِہٖ ع چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار

تقریظ اسوۂ علمائی عظام قدوۂ فضلائی کرام مخزن معقول و منقول معدن فروع واصول مصدر کمالات صوریہ ومعنویہ مظہر صفات دینیہ ودنیویہ متوکل باللہ حضرت مولانا سید محمد لطف اللہ صاحب علیگڈہوی

ادام اللہ فیوضہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْبَرِیَّہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

جمیع حمد سزاوار ہی ایسے خدا کو جو مخلوق کا پروردگار ہے۔ اور درود اور سلام

عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَاحِبِ الْمَقَامَاتِ الْعَلِیَّہ وَعَلٰی

نازل ہو اوس کے رسول پر جو بڑے مرتبے اور بزرگ مدارج رکھنے والا ہے۔ اور اون کی

اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ ذَوِی الْاَنْفُسِ الْقُدْسِیَّہْ وَبَعْدُ فَہٰذِہٖ

اولاد اور یارون پر جنکے پاک نفس ہین - واما بعد یہ بلند قدر

رِسَالَۃٌ سَنِیَّۃٌ وَمَقَالَۃٌ بَہِیَّۃٌ مُشْتَمِلَۃٌ عَلٰی تَحْرِیْرَاتٍ

رسالہ ہے روشن اور خوش اسلوب گفتار شامل ہے ایسی تحریرون پر

تُطْرِبُ الْاَذْہَانَ الذَّکِیَّۃَ وَمُحْتَوِیَۃٌ عَلٰی تَقْرِیْرَاتٍ

کہ خوش کرتی ہین تیز اور روشن ذہنون کو - اور حاوی ہے ایسی تقریرون پر

تُعْجِبُ الْاٰذَانَ النَّقِیَّۃَ رَصَفَہَا مَنْ ھُوَ ذُو الْفَضَائِلِ الشَّہِیَّۃِ

کہ پاک (راست شنو) کانونکو تعجب مین ڈالتی ہین - اسے مرتب کیا ہے اونہون نے جو مرغوب فضیلتین

وَالْمَفَاخِرِ الْمَرْضِیَّۃِ مَوْلَانَا الْمُنْشِی سید محمد جوھر علی

اور پسندہ بڑائی والے ہین - یعنی مولانا منشی سید محمد جوہر علی

صَاحِبُ الْمَنَاقِبِ الْجَلِیْلَۃِ الْجَلِیَّۃِ لِلّٰہِ دَرُّہٗ فَقَدْ

جو بزرگ اور مشہور صفات و مناقب رکھتے ہین اللہ اونہین جزا ے

اَفْحَمَ الْمُعَانِدِیْنَ بِتَحْقِیْقَاتٍ اَنِیْقَۃٍ دُرِّیَّۃٍ وَاَسْکَتَہُمْ

خیر دے اونہون نے ملزم کیا کج رفتار جھگڑنیوالون کو خوشنما روشن تحقیقون سے اور خاموش کیا

بِاِلْزَامَاتٍ رَشِیْقَۃٍ قَوِیَّۃٍ وَاَدْھَشَہُمْ بِبَیَانَاتٍ

اونہین لطیف قوی الزامون سے اور حیران کیا اونہین ایسے صاف

صَافِیَۃٍ تُزْرِیْ بِالْاَنْوَارِ الرَّبِیْعِیَّۃِ وَاَکَبَّہُمْ عَلٰی

بیانون سے کہ وہ اپنی خوبی سے خوار کرتے ہین بہاری شگوفون کو اور اوندھا کیا اونہین

مَنَاخِرِہِمْ بِتَقْرِیْرَاتٍ مُسَلْسَلَۃٍ تُخْجِلُ الْقَلَائِدَ

تھنون کے بل ایسی مسلسل تقریرون سے کہ وہ شرمندہ کرتی ہین سونیکی

اَلْعَسْجَدِیَّه جَزَاهُ اللّٰهُ جَزَآءَ مَنْ جَاهَدَ فِیْ سَبِیْلِهٖ بِالسُّیُوْفِ
حمیلو نکو۔ اللہ اونہیں جزا دے اوس شخص کی سی جزا جسنے اللہ کی راہ مین جہاد کیا
اَلْیَرَاعِیَّه وَالْاَسِنَّةِ اللِّسَانِیَّه هٰذَا وَاَنَا اَحْقَرُ الْاَفْرَادِ
قلم کی شمشیرون اور زبان کے بھالون سے۔ مین کمترین افراد
اَلْبَشَرِیَّه لُطْفُ اللّٰهِ وَفَّقَهُ اللّٰهُ لِاقْتِفَاءِ الْاٰثَارِ النَّبَوِیَّه
بشر لطف اللہ ہون اللہ مجھے اتباع شریعت نبوی کی توفیق دے
عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِیَّه (محمد لطف اللہ)
صاحب شرع پر درود اور سلام ہو

قطعہ تاریخ عربیہ من نتائج افکار عالم فقیہ ناظم نامی مورخ لاثانی جناب مولانا مولوی حافظ رحیم اللہ صاحب اکبرآبادی خلد اللہ کاتہ

فَدَیْتُكَ یَا یَرَاعَةُ مِنْ حُسَامٍ ؛ وَمَا مِنْ جَوْهَرٍ فِیْهَا جَلِیٍّ
تجھپر قربان اے تیغ خامہ اور اون پر جو تجھ مین جوہر ہین
لَقَدْ ضَاءَتْ عُیُوْنُ اُوْلِی الْبَصَایَا بِضَوْءِ کِتَابِكَ الْاَجْلَى السَّنِیِّ
تیری روشن کتاب سے چشم اہل بصیرت روشن ہوئی
وَقَدْ اَرْوَیْتَ اَهْلَ الْحَقِّ طُرًّا بِعَذْبِ بَیَانِكَ الْاَحْلَى الشَّهِیِّ
اور تونے اپنی شیرین بیانی سے تمام اہل حق کو سیراب کردیا

وَقَدْ اَسْکَتَّ اَرْبَابَ السِّبَابِ ۔۔۔ بِفَصْلِ خِطَابِكَ الْاَسْنَی الْبَہِیِّ

اور تونے اپنے فصل خطاب سے اہل سبّ و تبرا کو ساکت کردیا

وَاَنْتَ تَرَکْتَہُمْ صَرْعٰی وَقَتْلٰی ۔۔۔ بِحَدِّ الصَّارِمِ الْمَاضِی الْمُضِیِّ

اور تونے اپنی چمکتی ہوئی تلوار کی تیزی سے اونکو کشتہ و نیم کشتہ بنادیا

فَیَا قَوْمِ اِنَّنَا بُرَءَاءُ مِنْکُمْ ۔۔۔ وَمِمَّنْ کَانَ فِیکُمْ مِنْ بَذِیِّ

اے لوگو ہم تمسے بری ہین اور اوس سے جو تم مین بدزبان ہے

سَاَلْتُ الْخِضْرَ عَنْکُمْ قَالَ جَرْحٰی ۔۔۔ اَسِنَّۃِ جَرْحِ اَصْحَابِ النَّبِیِّ

مین نے تمہارا حال خضرؑ سے دریافت کیا تو فرمایا کہ یاران نبیؐ پر جرح کرنیکی نیزہ سے نیم بسمل ہین

فَقُلْتُ فَمَا الْعَقِیدَۃُ فِی الْخِلَافَۃِ ۔۔۔ فَقَالَ لَنَا بِصَوْتٍ جَہْوَرِیِّ

پس مین نے خلافت کے باب مین سوال کیا کہ سچا عقیدہ کیا ہی تو آواز بلند فرمایا

مِنَ الصِّدِّیقِ وَالْفَارُوقِ جَاءَتْ ۔۔۔ اِلٰی عُثْمَانَ ثُمَّ اِلٰی عَلِیِّ

کہ حضرت صدیقؓ و فاروقؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو پہونچی

سَلَامُ اللّٰہِ ذِی الْعَرْشِ الْمَجِیدِ ۔۔۔ عَلَیْہِمْ بِالْغُدُوِّ وَبِالْعَشِیِّ

اون پر خدائے ذی العرش کا رات دن سلام

فَقُلْتُ لَہٗ اِذَا قَوْمًا ظِمَاءً ۔۔۔ ھَدَیْتَ لِمَشْرَبٍ عَذْبٍ نَقِیِّ

پھر مین نے خضرؑ سے عرض کی کہ جب آپنے ہم پیاسونکو ایک شیرین اور پاک و صاف مشرب کا رستہ بتایا

فَمَا تَارِیخُ تَصْنِیفِ الْکِتَابِ ۔۔۔ اَجِبْ فِی مِصْرَعٍ اَصْفٰی رَضِیِّ

تو اس کتاب کی تاریخ بھی ایک صاف اور پسندیدہ مصرع مین ارشاد فرمائی

فَقَالَ دَعْ اَحْرُفَ الْعَشْرِ وَاکْتُبْ ۔۔۔ اِصَابَاتُ مِنَ الرَّجُلِ الذَّکِیِّ

فرمایا کہ دہائیون کے حروف چھوڑکر مصرعہ مرقوم کے عدد نکال لو یعنی اس مرد زیرک کے تیر ہدف مراد پر ٹھیک پہونچے ہوے ہین

ایضاً اُردو

کوئی تھا قائل فصل خلافت | کوئی تھا مائل وصل خلافت
بیان تالیف اسرار الہدیٰ مین | ہوئی جب معنی اصل خلافت
کہا سر کاٹ کر ابن سبا کا | سروش غیب نے فصل خلافت
۱۳۱۰ھ

تقریظ لطیف ماہر علم کلام واقف فنون تمام مناظر بیدل ناشر بے مثل مولوی محمد بنارسی خاحب تصنا تحصیلدار پنشنر اکبرآبادی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَنَا بِتَوْفِیْقِهٖ اِلَی الْاِیْمَانِ وَالْاِسْلَامِ وَنَجَّانَا بِاِحْسَانِهٖ وَفَضْلِهٖ عَنْ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ خَیْرِ الْاَنَامِ صَاحِبِ الْبُرَاقِ وَالْمِعْرَاجِ وَالْاِکْرَامِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ الْقَامِعِیْنَ اَسَاسَ التَّرَدُّدِ وَاٰثَارَ الْکُفْرِ وَالْفَسَادِ وَالْجَامِعِیْنَ اَنْوَارِ الْحَقِیْقَةِ وَاَسْرَارُ الْمَعْرِفَتِهٖ بَیْنَ الْعِبَادِ سبحان اللہ عجب اوس کی شان ہے اس وقت مین بھی اوس کے ایسے نیک بندے مجاہدین علی الکفار و مناظرین مع الاشرار موجود ہین باوجودیکہ کساد بازاری خاص قماش نفیسہ عقبیٰ کی عام مین ساری ہے اور خریداری

منس خبیثہ خبیثہ دنیا کی ذلت از بام جاری جو اپنے براوران اسلامی کو وساوس
شیطانی اور اپنے محبان کو پیروی ابن سبا صنعانی سے باز رکھتے ہین اور
اپنے نفس پر محنت شاقہ گوارا کر کے اظہار آیات بینات و احادیث سرور کائنات
اجرائے امر حق کامل و اطفائے نار فساد حسّاد اہل کذب و باطل مین تہ دل
سے جہد بلیغہ و سعی شدیدہ فرماتے ہین چنانچہ شاہد حال ہمارے کا رسالہ
ہذا تحفہ عجالہ مسمیٰ اسرار الہدیٰ ہے جسکو جناب منشی سید جوہر علی صاحب
رئیس مچھلی شہر نے نہایت عمدہ خوبی و حسن اسلوبی کے ساتھ درباب اثبات
علی الترتیب خلافت خلفاء اربعہ بالخصوص استحقاق حضرت صدیق اکبر
بلا فصل خلافت حقہ و ابطال زعائم ناقصہ معاندان اصحاب سید المرسلین
و استیصال بنائے عقائد پر مکائد تمام حاسدان احباب حبیب رب العالمین
تالیف کیا ہے جسکی تعریف و توصیف حد تحریر و تقریر سے باہر ہے حق
یہ ہے کہ جو کام خیر انجام مولف رسالہ ہذا نے کیا ہے وہ بدرجہا قابل تحسین
و آفرین ہے کیونکہ غارس اس چمن نایاب نے نہالہائے تر و تازہ خلافت
بالترتیب کو آبیاری انہار آیات بینہ و ترشح چشمہ سار احادیث صحیحہ
سے بر وش احسن خیابان آراستہ و پیراستہ کیا ہے کہ جسکے گلہائے
بیخار و خزان و نتائج برو احسان سے دامن امید گل چینان ایمان و ایقان
کو پر کر دیا ہے اور نہایت تحقیقات شایان و تجسس بے پایان سے
زقوم بار آور رؤس شیطانی طرف ثانی کو بیخ و بن سے کندہ کر کے ہیمہ
نار سعیر بنایا ہے بلکہ دشمنان آل و اصحاب رسالت مآب کو بستر اخگر

جگر سوز پر لٹا یا ہے امر واقعی تو یہ ہے کہ آجتک ایسا رسالہ لاجواب
در باب قضیۂ خلافت بلافصل کہ جسکو قول فصیل کہنا سجا ہے اور مستند
مسجل جاننا زیبا ہے نظر احقر سے نہین گذرا بلکہ میرے نزدیک مثال
اس کا عالم مثال مین بھی ناپید اہے حق تعالے معتقدان باطنی دین و
اسلام کو بصدق نیت حق طویت بازو یا دحسن عقیدت دلی آلؑ اظہار و
بمحبت اصحابؓ کبار و صغار کے ثابت قدم و راسخ دم رکھے اور ... ان
ظاہری زبانی ایمان و ایقان کے دیدۂ انصاف کو کحل الجواہر انواع ...
علم الیقین سے بینا کر کے اور برزن ضلالت و کوری سے پھیر کے اوپر
شاہراہ ہدایت و سلامتی کے لاوے تاکہ اس نور نامۂ صادقہ کو سرمۂ
چشم حق الیقین کا بناوین آمین یارب العالمین ؛

اعلان

حق تالیف اس رسالہ کا جناب منشی صاحب نے براہ کرم ہمیشہ کے لئے اس
ہیچمدان کو عطا فرمایا ہے کوئی صاحب بغیر اجازت ارادہ طبع کا نفرماوین
ورنہ بعیوض نفع کے نقصان اوٹھاوینگے

العبــــــــــــد

محمد جہانگیر خان شکوہ آبادی

اشتہار چھپائی مطبع اکبری آگرہ

جن صاحبون کو کسی قسم کی کتاب عربی فارسی اُردو سنسکرت ہندی چھپوانی منظور ہو وہ ازراہِ لُطف و کرم مطبع ہذا کو مرحمت فرمایئن مطبع بلا تامل نہایت شکرگذاری کے ساتھ بہت صاف اور خوشخط مناسب وقت مین اُسے چھاپ دیگا انشاءاللہ کوئی وعدہ خلافی بدمعاملگی یا کسی طرح کا دھوکا ہمارے گاہکون کو نہ ہوگا ہم اُن کی خوشنودی اور خدمتگذاری کو اپنا اوّل درجہ کا فرض سمجھینگے اور خدا نے چاہا تو اُن کو کسی طرح کی شکایت نہ ہونے دینگے۔

نرخ چھپائی اِس مطبع کا بشرطیکہ کتاب معرّیٰ بلا نقشہ جات و تصاویر وغیرہ رسمی کاغذ پر ہو تو حسب تفصیل ذیل ہی - اور اگر کتاب محشی ہو یا نقشہ جات و تصاویر وغیرہ کا التزام ہو یا کاغذ عمدہ گندہ قیمتی یا اَور کوئی خاص اہتمام منظور ہو تو جو کچھ اُن خاص صورتون مین زیادہ صرف پڑیگا وہ اِسپر اضافہ کیا جائیگا (۱) اگر کتاب کی ہزار کاپیان چھپینگی تو روپیہ کے ۶۰ جزو (۲) اور جو پانسو جلدین لیجائینگی تو روپیہ کے ۵۰ جزو (۳) اور جو ڈھائی سو کتابون کا حکم ہوگا تو فی روپیہ ۳۵ جزو - (۴) اور اگر اِس سے بھی کم چھپوانا منظور ہو تو اُس کا حساب مطبع سے دریافت ہو سکتا ہی - کاغذ کی تقطیع ۲۰ × ۲۶ یعنی کتاب ہذا کی برابر ہوگی - اور ۱۸ × ۲۲ یا ۲۲ × ۲۹ کی تقطیع پر بھی کتاب طبع ہو سکتی ہی اُن کا نرخ مطبع سے دریافت ہو سکتا ہی - صحت کا اہتمام حد سے زیادہ ہوگا انشاءاللہ مسوّدہ سے ایک نقطہ یا شوشہ کم یا زیادہ نہ ہوگا بحالت شک و شُبہہ دریافت کر لیا جائیگا - رموز کتابت و املاے حروف مثل نشان سوال و تعجب و یاے معروف و مجہول و نون غنّہ و ہاے مخلوط وغیرہ کا بھی بخوبی لحاظ حسب مرضی رہیگا - کچہریون اور دفترون کے جملہ کاغذات ضروری بھی بکفایت تمام اس مطبع مین چھپ سکتے ہین سب صورتون مین چھپائی کا نصف روپیہ حسب دستور پیشگی لیا جائیگا -

المشتہر مجید الدین احمد مالک مطبع اکبری آگرہ - محلہ نئی بستی ممالک مغربی و شمالی ہند

یا حی یا قیوم

نیک در باب بد مکن زنهار
که بد و نیک باز خواهی دید
میل نیکی اگر کنی همه جا
خویش را سرفراز خواهی دید
ور طریق بدی روی خود را
پایمال نیاز خواهی دید

الله بس باقی هوس